عقیدت محبت اور شیفتگی کے جذبات سے معمور خوشبوؤں کا گلدستہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

محمد ﷺ
سیرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

قبل از ولادت، ولادت سے نبوت تک، نبوت سے ہجرت تک، ہجرت سے غزاوت تک، فتح مکہ سے وصال تک، ازواج، اولاد، خلفاء معجزات، اوصاف اور اصحاب و خاندان سید المرسلین ﷺ، سید المرسلین ﷺ کے عشاق کا انداز محبت

رشحات قلم
شہید ملت اسلامیہ مؤرخ اسلام
علامہ ضیاء الرحمن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب
حافظ محمد ندیم قاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

سیرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

افادات

شہید ملت اسلامیہ مؤرخ اسلام
علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی علیہ الرحمہ

مرتب
مولانا محمد ندیم قاسمی، ایم اے
فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ناشر
مکتبہ سید احمد شہید، پسرور
0300 6175026
M.I Saher 0346 7907599

﴿جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں﴾

نام کتاب ...... سیرت خاتم المرسلین ﷺ
افادات ...... مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ
مرتب ...... مولانا محمد ندیم قاسمی، ایم اے
ڈیزائن وتزئین ...... حافظ محمد اقبال سحر
بااہتمام ...... حافظ سیف اللہ معاویہ
اشاعت دوئم ...... اکتوبر 2009ء اشاعت سوم مئی 2011ء
تعداد 1100
ضخامت ...... 336 صفحات
قیمت 230
ناشر ...... ناشر: مکتبہ سید احمد شہید، کچہری روڈ، پسرور، سیالکوٹ

﴿ملنے کے پتے﴾

☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار، راولپنڈی ☆ مدنی کتب خانہ مانسہرہ
☆ مکتبہ شہید اسلام، لال مسجد اسلام آباد ☆ مکتبۃ القرآن امین پور بازار فیصل آباد
☆ مکتبہ امیر معاویہ بہارکہو اسلام آباد ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبۃ الفیض ۵۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ☆ کتب خانہ مظہری کراچی
☆ ادارہ نشر واشاعت نصرت العلوم گوجرانوالہ ☆ مکتبہ فاروقیہ حسن ابدال
☆ مکتبہ محمود سرگودھا ☆ مکتبہ سراجیہ سرگودھا
☆ مکتبہ الاحمد ڈیرہ اسماعیل خاں ☆ اسلامیہ کتب خانہ ایبٹ آباد
☆ ادارۃ الانور کراچی ☆ مظہری کتب خانہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٤٠﴾

(سورۃ الاحزاب، آیت: ۴۰)

صدق اللہ العظیم

انتساب

گلشن رسالت کے مقدس و مطہر پھولوں
کے نام جن کی سعی جمیلہ سے چار دانگ
عالم میں اسلام کی ضیاء پہنچی
(میری مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں)

حروف چند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین الا صطفی اما

بعد!

اس کائنات میں جس عظیم الشان، عظیم المرتبت اور جلیل القدر ہستی پر سب سے زیادہ لکھا گیا، وہ سید المرسلین، امام الاولین والآخرین کی ذات گرامی ہے اور جب تک اس کائنات کا وجود ہے یہ سلسلہ عقیدت و ارادت و محبت جاری و ساری رہے گا اور حقیقت یہ ہے کہ خالق ارض و سموات نے اپنی محبت و اطاعت کو اپنے محبوب صاحب لولاک کی محبت و اطاعت سے مشروط کر دیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت و کردار اتنے روشن، جامع، ٹھوس اور مینارہ نور ہیں کہ اس کے بعد کسی اور فلسفہ حیات کی وسعتوں اور گہرائیوں میں جانے کی ضرورت نہیں، آپ سے کامل و اکمل انسان چشم گردوں نے نہ دیکھا اور نہ دیکھ سکے گی اور بقول شاعر!

رخ مصطفیٰ ﷺ ہے وہ آئینہ کہ اب اور دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

ممتاز سیرت نگار ابن ہشام سے لیکر دور حاضر کے سیرت نگاروں تک، نسل انسانی سیرت رسول ﷺ پر کچھ نہ کچھ پڑھنے کیلئے بے چین و بے قرار رہی ہے۔ اہل اسلام کے علاوہ متعصب غیر مسلم صاحب قلم نے بھی سیرت رسول ﷺ پر کتابیں لکھیں اور ان کے قلم بھی سید المرسلین کی عقیدت و محبت اور ارادت سے جھک گئے۔ سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کر کے وہ بھی اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہوئے کہ ایسا عظیم انسان کائنات میں کوئی نہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''سیرت خاتم المرسلین ﷺ'' عقیدت، محبت اور شیفتگی کے جذبات سے معمور خوشبوؤں کا مجموعہ ہے جو اپنی تمام نکہت بیزیوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اور یہ مجموعہ مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید ؒ کے رشحات قلم اور خطبات سے ماخوذ ہے۔

علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی ؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں، آپ عصر حاضر کے عظیم مؤرخ، مصنف، مؤلف، مرتب، خطیب، انشاء پرداز، علم وعرفان کے بحر بیکراں، آپ کی ذات وسعت معلومات کی کائنات اور قلم عطیہ الٰہی رسالت مآب کا سودائی اور اصحاب پیغمبر رضی اللہ عنہم کا شیدائی تھا۔ جن کی زبان اسلام پسندوں کیلئے گل ہائے رنگا رنگ کی برسات اور کفر کیلئے نشتر، جن کی تحریر نشان منزل کا پتہ دیتی ہے۔

حافظ سیف اللہ معاویہ صاحب لائق صد تحسین ہیں کہ ان کی تحریک دعوت پر بندہ نے حضرت فاروقی شہید ؒ کی تحریروں اور تقریروں سے ماخوذ سیرت النبی ﷺ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ ان کے دامن کو خوشیوں سے بھر دے۔ آمین

آخر میں بندہ جناب مشتاق احمد قریشی صاحب، مولانا بابر اقبال پسروری، کا تہہ دل سے مشکور ہے کہ جن کی دعائیں، وفائیں، الفت ومحبت، شفقت بندہ کے شامل حال رہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

بارگاہِ رب العالمین میں اس دعا کے ساتھ کہ خالق ارض وسموات اس مجموعہ کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے حضرت فاروقی شہید ؒ، مرتب اور ناشر کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

والسلام

(مولانا) محمد ندیم قاسمی عفی عنہ

خطیب الٰہی مسجد، مین بازار پسرور، سیالکوٹ

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

6 فتح مکہ سے وصال تک 159

9 خلفاء سید المرسلین 241

13 سیدالمرسلین کے عشاق کا انداز محبت 299

❖❖❖❖

قبل از ولادت

سیرت کا معنی:

سیرت عربی کا لفظ ہے اس کا وزن فعلۃ ہے، علم صرف کے قواعد کے مطابق کلام عرب میں جو لفظ بھی اس وزن پر ہوگا، اس میں خاص صفت نوعیہ کے معنی پائے جائیں گے جیسے جلسہ کسی خاص قسم کا بیٹھنا، صبغۃ خاص قسم کا رنگنا، پس لفظ ''سیرت'' جو سار سے ماخوذ ہے جس کے معنی چلنے کے ہیں۔ اس وزن کے اعتبار سے کسی خاص قسم کے چلنے پر بولا جائے گا، اس سے آنحضرت ﷺ کی مخصوص زندگی کے اعمال وافعال مراد ہوں گے۔

عرب کی قدیم قومیں:

اجمالی طور پر عرب میں جو قومیں طلوع اسلام سے پیشتر ہی تباہی وگرداب میں گر چکی تھیں ان میں عاد ثمود، عمالیق، طلسم، جدلیس اور امیم کے گروہ تھے، جو قومیں بعثت نبوی کے وقت زمین عرب پر اپنا زور آزمارہی تھیں ان میں طی، اشعر، عاملہ، کندہ، لخم، مذحج، ہمذان، مازن، غسان، عدنان، مزلیقیا، ازدشنو بن، اوس، خزرج اور خزانہ کا نام بڑا ہے۔ (اسلام کا نظام حکومت ص۱۷۴)

ادھر......غسانیوں کی سلطنت! شام، ترمر، لبنان، اور فلسطین پر حاوی تھی، ان کے محلات میں قصر سفید، قصر فضا، قصر ابین، قصر سیاہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ ایک طرف ریاست حیرہ تھی، دوسری طرف ریاست کندہ کا زور شور تھا، جس میں دومتہ الجندل، بحرین، نجران، ذی کندہ اور حضر موت کا علاقہ شامل تھا۔ ایک عرصہ تک اس کا والی امراء القیس رہا۔

جزیرہ نمائے عرب......جغرافیائی حیثیت:

سمندروں اور نہروں میں چونکہ یہ علاقہ گھرا ہوا تھا اس لئے جزیرہ کا نام دیا گیا، یہاں رسول ہاشمی ﷺ کا نزول کیوں ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ علاقہ ساری دھرتی کا درمیانی علاقہ اور بیچ کی جگہ تھی، ناف زمین بھی اسی کو کہا گیا ملاحظہ ہو کہ اس عرب کا مغربی کنارہ بحر احمر کی بڑی شاہراہ پر افریقہ کے ساحل سے ہاتھ ملا رہا ہے، وادی مصر کی جانب سے فرعونوں کا شہر نظر آیا ہے۔

نپولین نے ایشیاء اور افریقہ کی فتح کا نقشہ تیار کیا، یہی سرزمین تھی کہ جس میں خون سے قیمتی نہر سویز گزرتی ہے، شمالی حصہ...... فلسطین کا علاقہ اور اسی کی برابری میں یورپ کی ساری کائنات دکھائی دیتی ہے۔ مشرق کی جانب کویت اور خلیج فارس کی کل ساسانی حکومتیں انگڑائی لے رہی ہیں۔ جنوب مشرق میں عمان مسقط، قلات، ایران، وسطی ایشیاء، روس اور درہ بولان نظر آتا ہے۔ جنوب میں...... باب المندب کے اس پار حبش ہے۔

مختصر یہ کہ عرب براعظم ایشیاء میں ایک خاص جغرافیائی وسطیت رکھتا ہے اور پوری دنیا میں یہ ملک درمیان زمین پر واقع ہے۔

علاقوں کی تقسیم:

اقلیم حجاز یہ تہامہ اور نجد کے درمیان تک واقع ہے

اقلیم یمن یہ نجد سے بحر محیط ہند تک اور مشرق میں حضر موت اور عمان کے درمیان تک

اقلیم عروض...... عراق کے درمیان تک اور بحرین دیمامہ پر مشتمل ہے۔

یہ تھا نقشہ عرب کا انتہائی اجمال کے ساتھ آپ نے ملاحظہ کیا اس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی اس جگہ بعثت سے طبعی اور سیاسی طور پر ساری دنیا متاثر ہو سکتی تھی چنانچہ اس علاقہ کا وسطانی درجہ اشاعت اسلام کا بڑا

ذریعہ ثابت ہوا۔

تاریخ کعبۃ اللہ پر ایک سرسری نظر:

کعبۃ اللہ جس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا، اس کے ذکر سے پہلے اس کعبہ کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

> ''آداب عبودیت کو بجالانے کے لئے ضروری ہوا کہ عابد و معبود کا آمنا سامنا ہو اور اس کے لئے بظاہر مکان اور جہت درکار۔ اللہ کی ذات تو اس سے منزہ اور پاک ہے، عادت روحانی کے لئے تو مکان کی ضرورت نہ تھی مگر جسمانی عبادت ضرور اس کی محتاج تھی، پھر یہ بھی درست نہ تھا کہ ہر انسان جس طرف چاہے نماز کیلئے منہ کرلیا کرے، چنانچہ خداوند عالم نے عبادت کیلئے ایک جہت مقرر فرمادی تاکہ ملت کا انتظام واتحاد برقرار اور سب کی عبادت میں یک جہتی قائم ہو جائے۔''

اسرار کعبہ کے متعلق یہ کلام فیلسوف اسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''قبلہ نما'' میں رقم فرمائی ہے۔

> ''چنانچہ روئے زمین پر سب سے پہلے جو مکان بنایا گیا وہ ایک نورانی خیمہ تھا، جس کو خانہ کعبہ کا نام دیا گیا، خالق کائنات نے باور کرادیا کہ آدم علیہ السلام خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں اور یہ دار الخلافہ ہے تو گویا مکانات شاہی کی جو جگہ دار الخلافہ کے لئے منتخب کی گئی وہ عرب کی یہی مقدس زمین تھی جہاں سے اسلام کا ایک عالمگیر پھریرا اٹھنے والا تھا اور مقصود کائنات کی بعثت بھی یہیں سے ہونے والی تھی۔''

روایات سے ظاہر ہے کہ بیت اللہ بیت المعمور کی محاذات (مقابل) میں

واقع ہے، تو جس طرح عرش عظیم آسمانی مخلوق کے لئے انوار وتجلیات کا محور ومرکز ہے، اسی طرح بیت اللہ بھی مخلوق ارضی کے لئے انوار الٰہیہ کا محور ہے، عرش عظیم سے خدا کی رحمتیں فرشتوں کے کعبہ بیت المعمور سے ہوتی ہوئی بیت اللہ کی طرف ایسے طریقے سے منتقل ہوتی ہیں جیسے بلوی آئینوں سے روشنیوں کا انعکاس ہوتا ہے پھر تمام روئے زمین کی مساجد بیت اللہ کی محاذات میں واقع ہیں تو سمجھ میں آ گیا کہ سمت کعبہ کے معنوی رابطہ اور تعلق کی بدولت ہر مسجد کا رخ عرش عظیم کی طرف ہے جس بجلی کا ایک مرکز تمام روشنیوں کو تاب لمعانیت بخشتا ہے، بالکل اسی طرح تمام مسجدیں بجلی کے قمقموں کی طرح ہیں اور ان کا منبع وسرچشمہ کعبۃ اللہ ہے اور یہی کعبہ اللہ روئے زمین پر تجلیات خداوندی اور عرش عظیم کے انوار کا مرکز ہے۔

(تاریخ حرمین صفحہ ۱۸)

بناء کعبۃ اللہ:

حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آدم تم ہمارے لئے گھر بناؤ سب سے اول ہو، حضرت آدم علیہ السلام نے جگہ کے متعلق استفسار کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جگہ کا تعین کر دیا، حضرت آدم علیہ السلام نے زمین تک پتھروں کی بنیاد اٹھائی اس پر ملاء اعلیٰ کی طرف سے ایک نورانی خیمہ لا کر دیا گیا۔ یہ خیمہ جنت کے سرخ یا قوتوں سے تیار کیا گیا تھا، جس میں متعدد قنادیل اور نہایت عظیم الشان روشنی تھی اس کے ساتھ حجر اسود بھی اترا یہ اس وقت ایک سفید چمکدار یاقوت تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام اس کا طواف کرنے لگے ایک عرصہ تک یہ خیمہ بصورت کعبہ باقی رہا، تاریخ ارزاقی کے مطابق حضرت آدم کی وفات کے بعد یہ خیمہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا، لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں نے یہاں ایک سقف مکان کی طرح عمارت بنادی، طوفان نوح میں اس کی تمام دیواریں سیلاب کی نذر ہوگئیں، حافظ ابن کثیر کے مطابق کشتی نوح جس میں ۱۸۰ افراد سوار تھے، بحالت طوفان چالیس روز تک کعبہ کا

طواف کرتی رہی اور اس کے بعد جودی پہاڑ کی طرف کشتی کا رخ پھیر دیا گیا اور وہاں جا کر تمام سوار کشتی سے نیچے اترے، اس کے بعد زمانہ گزرتا گیا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آ گیا اور قرآن کے مطابق اس کے بعد پہلی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے نامور فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی۔ (واذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت واسماعیل)

امام تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پانچ پہاڑوں کے پتھر تعمیر کعبہ میں استعمال کیے۔

جبل طور سینا..... جبل طور زیتا..... جبل لبنان

جبل جودی ۔ جبل حرا

بنا قریش:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے سینکڑوں برس بعد قریش مکہ نے عمارت کا بیڑا اٹھایا جس میں مندرجہ افراد شریک ہوئے:

دروازہ...... بنو عبد مناف نے تعمیر کیا

حجر اسود...... بنو مخزوم نے نصب کیا۔

پشت بیت اللہ بنو جمح اور بنو سہم نے تعمیر کی۔

بیت اللہ کی چھت ولید بن مغیرہ نے بچھائی۔

حطیم ..... بنو عبد الدار کی نگرانی میں کھڑا ہوا۔

اور

معمار یا قوم رومی تھا۔

بنا قریش کے بعد بعثت نبوی کے بعد مندرجہ ذیل تعمیر عمل میں آئیں:

تعمیر عبداللہ زبیر ۶۴ھ

تعمیر حجاج بن یوسف ۷۴ھ

تعمیر سلطان رابع ۱۰۴۰ھ

تو جہاں سے اسلام کا بڑا ہادی نکلنے والا تھا، آپ نے دیکھا کس طرح جگہ کی مرکزیت ہر دور میں ہویدا رہی، کبھی اس کو ملائکہ نے تعمیر کیا تو کبھی انبیاء اس کے معمار ہوئے، بات صرف مرکز واحد کے قیام کی تھی اور اس کے لئے مکہ کی زمین سب سے موزوں سمجھی گئی، پچھلے باب میں آپ دیکھ آئے ہیں کہ عرب ساری دنیا کے وسط میں ہے اور پھر عالمی انقلاب بھی اسی موزوں جگہ سے ظاہر کیا گیا۔

حضور ﷺ سے قبل دنیا کی مذہبی ومعاشرتی حالت:

حضور ﷺ سے قبل پوری دنیا معصیت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں غلطاں تھی، خصوصا سرزمین عرب کے باشندوں کا یہ حال تھا کہ انہیں بدکاری وزنا کاری میں تردد کی بجائے اطمینان ہوتا، شراب نوشی میں خوف کی بجائے خوشی ہوتی، اس زمانے میں ناچنے اور گانے کے لئے لونڈیاں پالی جاتی، عصمتیں فروخت ہوتیں، جہالت کا یہ عالم تھا کہ کوئی عورت کسی جانور کا دودھ نہ دوہ سکتی تھی، مالی وراثت کا حصہ صرف بالغ مرد پاسکتا تھا، بیوہ عورت متوفی کے بھائی کی بیوی کہلاتی۔ سوتیلے بیٹے اپنی سوتیلی ماؤں کو خواہشات کا نشانہ بناتے، عورتیں بے حجاب ہوکر عام مجموں میں نکلا کرتی تھیں۔ عورتیں اپنے جسم کا مخفی حصہ تک لوگوں کو دکھانے میں عار محسوس نہ کرتیں، عورتیں مصنوعی بال لگاتیں، دانتوں کو درانتی سے تیز بناتیں۔ دوسرے مصنوعی طریقوں سے اپنے حسن کی کرشمہ سازیاں کرتیں۔ جاہلیت عرب میں عورت کو حقیر تر خیال کیا جاتا تھا۔ شریف خاندان [illegible] کیوں کو زندہ گہرے کھوؤں میں ڈال دیتے یا اسی حالات میں درگور کردیتے [illegible] متعلق اس کے یہاں کوئی [illegible] قانون نہ تھا۔ ایک ایک آدمی ۳۰، ۴۰ اور ۱۰۰ تک کی بیویاں رکھتا، عرب میں محرم [illegible] کے لئے واضح قانون نہ تھا۔ قمار بازی ان کا نہایت دل پسند مشغلہ تھا۔ ان کے [illegible] توہمات کے اساس پر مشتمل گھڑت رسوم مذہب کا [illegible]

پا چکی تھیں اور دیوتاؤں کی منتیں مانی جاتیں۔ جاہل عرب ان کی عجیب عجیب صورتیں اور شکلیں بناتے، گھڑ دوڑ میں بازی لگانے کا ان میں عام رواج تھا۔ اس مشغلے میں تین یا سات گھوڑے استعمال کئے جاتے۔ آزاد شدہ غلاموں پر بھی ملکیت کا حق باقی رکھا جاتا۔ بتوں اور ارواح کی پرستش کی جاتی۔ حقیقی معبود کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنایا جاتا۔ ان کی منتیں مانی جاتیں، ان کے ناموں پر جانور ذبح کئے جاتے، ان کے ناموں کے صدقے دیئے جاتے، بھوک اور قحط میں لوگ مویشیوں کا خون پی جاتے۔ زندہ جانوروں کا گوشت کاٹ کر کھا جاتے۔ انتقام اور کینہ وری کو وصف خیال کیا جاتا۔ جذبہ برتری اور بغض وعناد میں کوئی عار نہ ہوتی۔ حسب ونسب پر تفاخر ہوتا۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کو ذلیل وحقیر جانتا۔ معمولی معمولی باتوں پر عداوتیں، منافرتیں اور رن قائم ہوتے اور دوسری جانب روم، ایران کی سلطنتیں برسر پیکار نظر آرہی تھیں۔ رومی حکومت میدان جیت لیتی تو آتش کدے کلیسا بن جاتے، جب ایرانیوں کا غلبہ آتا کلیسا آتش کدے بن جاتے، ان کے باہم کشت وخون اور بغاوتیں اٹھ رہی تھیں، مذہبی فرقے خونریزیاں کر رہے تھے، ہر طرف نامرادیاں مایوسیاں پاؤں پھیلائے ہوئے تھیں، نت نئے فتنے، نت نئی تہذیبیں، نت نئے نظریات، نت نیا فلسفہ انگڑائیاں لے رہا تھا، ہبل بت کے سامنے عظمت عرب بھی سرنگوں ہو جاتی۔

ابتداء عرب میں تقدیس وتکریم کے اعتبار سے بتوں کے تین مدارج قائم تھے، صنم، وثن نصب مشرکین عرب کی سجدہ گاہ تھے، بعدازاں ہر ایک قبیلہ کا بت علیحدہ علیحدہ مخصوص ہو گیا، صنم بت انسانی صورت میں پتھر یا دھات سے بنایا تھا، وثن ترشے ہوئے پتھر سے تیار ہوتا، نصب ایک دوسرا پتھر تھا، جس کی کوئی صورت متعین نہ ہوتی تھی، مگر اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ چقماق کے پتھر سے وضع کیا گیا۔

بت تراشنے میں اہل یمن اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ حجاز نجد اور کندہ کے سنگتراش ان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اس وقت ان تمام بتوں کا سردار ہبل بت تھا

ایک دفعہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا تو قریش نے سونے کا ہاتھ اس کی جگہ نصب کردیا۔ ہبل بت کی زیارت گاہ مکہ میں تھی عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ بت بارگاہ الٰہی میں ان کے قرب کا ذریعہ ہیں آخر کار (سیرت الرسول از ڈاکٹر محمد حسین ہیکل مصر صفحہ ۱۰۶)

جب عربوں نے علیحدہ علیحدہ بت تیار کئے تو اس کی صورت یہ تھی بنوکلب ود (بت کا نام) کو پوجتے، بنومرنج سواع کو حاجت روا خیال کرتے، بنومراد یغوث کو اور بنو ہمدان یعوق کو مشکل کشا مانتے، بنو ہمدان کی دوسری شاخ نسر کے سامنے سر جھکاتی (لات یہ اللہ کا مؤنث بنایا گیا ہے) ومنات (منات یہ منان کا مؤنث ہے) اوس وخزرج اور ہذیل وبزار کے مخصوص بت تھے، عزیٰ، دوار، اساف عبعب، عم انس، فلس (یہ قبیلہ طے کا بت تھا) سعد (بنی ملکان کا بت) ذوالشریٰ (بنوحرث کا بت)، بہم (بنو مزینہ کا بت)، شعر (بنو عنزہ {یہ عزیز کا مؤنث ہے} کا بت)، ذوالخلصہ (قبیلہ خشم کا بت) ایسے سینکڑوں بت قبائل عرب میں شرک کے محور بنے ہوئے تھے۔

یہود کی مختصر تاریخ:

دوسری طرف اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد، یہود کے نام سے معروف تھی، دراصل یہود حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہودا کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے، نام حسب ذیل ہیں:

اوبن، سمعون، لادی، یہودہ، دان، نفتانی، جسد، آشر، آشکار، زبون یوسف، بنیامین۔

یہودیوں کی عزت حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد سے بڑھ گئی تھی، حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند، حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے فرزند بعام سے دس قبیلوں نے جنم لیا، بعام کی حکومت دو قبیلوں میں بٹ گئی، ان قبیلوں میں بعام کی اولاد کا قبیلہ شاہان یہود اور دوسرا قبیلہ بنو اسرائیل کے نام سے مشہور ہوا۔ یہود نے اسی دور سے

انبیاء کی تذلیل وتکذیب کو اپنا شعار بنا لیا تھا، تورات کے احکام جھٹلانا ان کا شیوہ بن چکا تھا، سود خوری اور حرام کاری میں دلیر ہوگئے، وہ انبیاء تک کو قتل کرنے سے نہ ہچکچاتے، انہوں نے توہمات کو شریعت کا نام دے دیا تھا، ان کو اس امتیاز پر ناز تھا کہ بہت سے انبیاء ان کی قوم سے مبعوث ہوئے تھے، وہ جنت پر اپنی ٹھیکیداری کا گھمنڈ کیے بڑے بڑے گناہ کر جاتے، خود اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بہت سی مراعات دیں۔ یوں کہیئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈھیل دی، باری تعالیٰ نے ان کی باگیں کھلی چھوڑ دی تھیں، جب یہ لوگ انعامات باری تعالیٰ کے بعد کثیر مدت تک شریر حرکات سے باز نہ آئے اور یہ لوگ سرکشی اور تعدی میں بڑھتے ہی چلے گئے جب ان کے کمینہ پن کی انتہاء ہوگئی تب اللہ تعالیٰ کی جانب سے مختلف عذاب مختلف صورتوں میں ہر دور میں ان پر نازل ہوتے رہے اور ہمیشہ کے لئے ان کی زندگی مصیبتوں کی المناک داستان بن گئی، بخت نصر نے یہودہ اور بنو اسرائیل کی دونوں شاخوں کا خاتمہ کیا، اس وقت سے انکی تاریخ غلامی اسیری مظلومی جلاوطنی اور بیچارگی اور درماندگی کی یادگار بن گئی، ۷۰ میں شاہ روما کے عہد سلطنت میں فلسطین بالکل خالی تھا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ سازشوں کے ذریعے یہ لوگ قبائل عرب میں شامل ہوتے چلے گئے اور آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت یہ لوگ عرب میں قریباً ۲۵ فیصد تک موجود تھے۔

عیسائیوں کی مختصر تاریخ:

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے لئے بارہ شاگرد چن لئے تھے کہ وہ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے سامنے مسیح کی تعلیم کے گواہ ٹھہریں۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کی پر اثر تبلیغ کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت عیسیٰ مسیح کے بعد ان کے شاگردوں کے درمیان عقائد واعمال کے متعلق اختلافات کی ایک ایسی خلیج حائل تھی جو رفتہ رفتہ وسیع ہوتی چلی گئی۔ اس دوران پولوس یہودی مسیحیت کے پرچم تلے آچکا تھا۔ وہ اپنی خداداد ذہانت وقابلیت کے باعث

مسیح کے بارہ شاگردوں میں ممتاز تھے۔ آخر ایک ایسا وقت آیا کہ نامجار نو عیسائی پولس نے مسیحیت پر نکتہ چینی شروع کر دی، پولس نے اپنی زندگی میں ایسے عمیق استدلالات وضع کئے کہ اس کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد عیسائیت کا شیرازہ بکھر گیا۔ پولس کے عقیدت مند آئے دن نئے نئے نظریات پیش کر کے نئے نئے اشکالات وارد کر کے ہر عیسائی کو تذبذب میں ڈالتے، پھر متعدد کونسلیں تحقیق مذہب کے لئے بیٹھیں، کوئی مسیح کو الوہیت کی دہلیز پر کھڑا کرتا، کوئی مسیح کے ابن اللہ ہونے کی دلیل دیتا، تثلیث کا عقیدہ بھی انہی کونسلوں کی نوک جھونک سے معرض شہود میں آیا۔

پھر تثلیث کے ارکان کی نسبت بھی اختلاف ہوئے، کسی نے خدا مریم اور مسیح کو عقیدہ تثلیث قرار دیا، کسی نے خدا مریم اور جون کو تثلیث بتایا، کسی نے فقط خدا اور مسیح کو تثلیث گردانا پھر روح القدس کی بابت بھی اختلاف ہوا، جہاں عقل ٹھہر گئی وہی مقام خدائی یا مسیحائی کا جزبن گیا، یہیں سے مسیحیت شک واضطراب کی نذر ہوگئی، آج بھی یورپ کے کلیساؤں میں رومن کیتھولک اور پروٹسنٹ دونوں عیسائی فرقوں میں جاری وساری مباحثے انہی نظریات کی پیداوار ہیں۔

القصہ آنحضرت ﷺ کی آمد تک اس مذہب نے کئی قلابازیاں کھائیں مذکورہ بالا تمام خرابیوں نے مسیحیت کو نہایت مکروہ اور قابل نفرت و مذمت بنا دیا تھا۔ ایسے حالات میں ضرورت تھی کہ کوئی دائمی عداوتوں کو الفتوں میں، دشمنی کو محبت میں شک کو یقین میں اضطراب کو ایقان میں بدل دے، جہالت کو علمیت کا لبادہ اوڑھا دے، فواحش کو نیکو کاری فسق و فجور کو آئینہ اسلام کی اصلی روح سے معمور کر دے، اختلاف وانشقاق کو اتحاد و اتفاق کی دولت سے مالا مال کر دے۔ آخر وہ نبی آیا، خاتمیت کا تقدس ساتھ لایا، جامعیت و کاملیت کے اوصاف کا حامل بن کر آیا۔ ایسی نورانی تعلیمات ساتھ لایا کہ جو دین فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا آج اس کی مشعلیں دنیا کے ہر خطے میں فروزاں ہیں۔

ہندو اقوام:

مسیحیت کے ظہور سے چھ صدی پیشتر بدھ مذہب کا ظہور ہوا، اس وقت ہندوستان کی کُل آبادی ۵ کروڑ سے کم نہ ہوگی، بدھ مت کا زور راجہ اشوک تک رہا، بدھ مذہب کے خاتمے کے بعد ہندوستان کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہوتی چلی گئی۔ بدھ مذہب تو ختم ہوگیا مگر اس سے جنم لینے والے فرقوں نے ایک عرصہ تک ہندوستان میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں، بعد میں انہیں فرقوں کے لوگ بدھ مذہب کہلائے، بدھ کے بانی مہاتما بدھ تھے، اس مذہب سے نکلنے والے فرقوں میں چکر انت، وام مارگی، بھسر بھاگ، داشنان مکتی، شاکت، ننوارک، آوک، رام ایاسک، ڈنڈی قابل ذکر ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت یہ فرقے ہندوستان پر چھائے ہوئے تھے۔ مسلم مؤرخین کا خیال ہے کہ اس وقت ہند میں بسنے والی آبادی ہندو مذہب کی پیروکار تھی۔

مجوسیت:

مجوسیت یعنی آگ کو پوجنا، اس کی ابتداء ایران سے ہوئی، بعثت نبوی سے ایک طویل عرصہ قبل یہاں ایک سلطنت قائم ہوئی تھی جس کے ارباب حل وعقد کے سر خیل اور راہبر مانی نے عیش وعشرت کی خاطر آئین قدیم کو ختم کر کے شوریدگی و آوارہ گردی کی راہیں کھول دی تھیں۔

فحش وظلم اور طغیان وعصیان کا طوفان اٹھایا، مائیں اپنے بیٹوں کے عشق کا نشانہ بنیں۔ (رحمۃ للعالمین جلد۳) شہزادیاں اپنی عصمتیں کھو بیٹھیں، پوری سلطنت جب معصیت کے جھگڑوں میں پھنس گئی، تب جاہلیت نے اپنا کرشمہ دکھایا اور ساری دنیا آگ کی پرستش کرنے لگی، اس اثناء میں ساری سلطنت ان باطل نظریات کی لپیٹ میں آ گئی، بعثت نبوی کے وقت یہ حکومت اتنی وسیع ہو چکی تھی کہ اس کی سرزمین پر سورج غروب نہ ہوتا تھا۔

الغرض دنیائے انسانیت سے تہذیب کی وہ روشنی گل ہو چکی تھی، جس نے چراغ انبیاء کی تعلیمات، یونان کے فلسفے، ویدانت اور بدھ مت کے تصورات، منوشاستر کے نکات، جسٹینین کے ضوابط، سولن کے قوانین کی صورت میں ایک مدت تک اس دھرتی پر ضیاپاشیاں کرتے رہے تھے، اس طرح پوری انسانیت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی، ایسے حالات میں شب ضلالت صبح درخشاں کے انتظار میں بے خود ہوئے جا رہی تھی، ایسے میں ایسے نبی کی ضرورت تھی جو صاحب شمشیر بھی ہو اور گوشہ نشیں بھی، شہنشاہ، کشورکشا بھی ہو گدائے بےنوا بھی ہو، فرمانروائے جہان بھی ہو شجاع مرداں بھی ہو، مفلس قانع بھی ہو، غنی دریا دل بھی ہو، صاحب محراب ومنبر بھی ہو، نمونہ صدق وصفا بھی، جامع کمالات بھی ہو، رب ذوالمنن کا عظیم مورد عنایات ہو ان نادرہ صفات کا اطلاق حضرت محمد ﷺ کی ذات طیبہ پر ہوتا ہے۔

سلطنتوں میں کشت وخون:

ہمارا رسول ابھی جلوہ گر نہ ہوا تھا کہ مملکتوں کی ناگفتہ بہ حالت دنیائے انسانیت کو غرق در بحر عصیاں کیے جا رہی تھی دیکھئے تو......

فارس:

فارس کی قوم اپنے سکندر اعظم سے عمل جراحی میں شفایابی کے باوجود انسانیت کے اصولوں سے شکست کھا چکی تھی۔

یورپ:

یورپ مطلع فتنہ وفساد کے سیاہ بادلوں سے تیرہ وتار تھا، اسپین اور جنوبی فرانس کے باشندے شہنشاہ کاؤڈیس کے کیتھولک خاندان سے پریشان حال تھے۔ انہوں نے مشرق روم کے شہنشاہ گسٹینن کو امداد کیلئے بلایا، جب وہ قاہرہ کی طاقتوں کے ساتھ مقابلہ کیلئے آیا تو انہی مظلوموں کی جبری لام بندی کے ماتحت مقابلہ کیلئے

میدان جنگ میں اپنے محسنوں کے خلاف صف آرا ہونا پڑا۔اب جنگ کا کھانڈا بجا کشت وخون کی ندیاں بہہ رہی تھیں، دور تک کوئی صلح جونظر نہ آتا تھا۔

انگلستان:

انگلستان میں کیمرس نسل اور انگلو سیکس قومیں وحشیانہ معرکہ آرائی اور عامیانہ قتال کے باعث غرق خون تھیں، بربر نسل، اسکاٹ لینڈ کی کلٹک نسل، جیوٹ نسل یکے بعد دیگرے کارزار میں کود رہی تھیں۔ (دائرۃ المعارف جلد۴، صفحہ۵۵۲)

یونان:

اپنی تاریخ عظمت کو فراموش کر کے سیاسی اوراق چن رہا تھا، مشرقی روما کے ہاتھوں اس نے اپنا وقار بیچ ڈالا تھا۔

مشرقی یورپ:

دریائے رائن کے جنوبی کنارے سے دریائے ڈینوب کے مشرقی اور مغربی وادی تک اضطراب واختلاف کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

ڈنمارک:

اس کے باشندے گاتھ اور ہون قوموں کے مزاحم تھے۔

ایشیاء:

ہندوستان چین اور تبت عجیب وغریب فلسفیانہ مسائل سے دوچار تھے۔فوج کشی عام تھی، مذہبی بے راہ روی جیسا کہ ابھی بتایا گیا ہے ارزاں تھی، امن نام کی کوئی چیز نہ تھی۔

ایک ہی نظر میں آپ نے آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت کے مذاہب کو دیکھا، ممالک کو جان لیا، اب کیا ہوتا ہے ......روشنی کی ایک کرن عرب کے

ریگستانوں سے پھوٹتی ہے، سارے جگ کو منور کر دیتی ہے، آتش فارس خرابات تلے دب جاتی ہے، جلال قیصری مرعوبیت کا پیرہن اوڑھتا ہے سارے کائنات اس چراغ ہدایت کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ (ماخوذ از رہبر و رہنما)

☆☆☆

﴿ولادت سے نبوت تک﴾

سید المرسلین ﷺ کی ولادت باسعادت:

بالآخر وہ دن آ پہنچا کہ فلک کو مدت سے جس کا انتظار تھا۔ جس کی دید کے لیے ہر دن سورج طلوع ہوتا تھا، وہ دن جو بطن تقدیر میں مدت سے پرورش پا رہا تھا۔ جس دن کی دید کیلئے خلائق کا ہر ذرہ نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ انسانیت جس کی جستجو میں تھی، جس دن کی شعاعیں ادھر آدم تک اور ادھر قیامت تک لمعہ افگن رہنے والی تھیں، وہی دن جو یوم الایام تھا، وہی دن جو تاریخ ہستی کا سب سے اہم ترین دن تھا، وہ اقوام عالم میں سب سے عظیم یوم تھا، سب سے روشن روز تھا۔ اس کی نسبت مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ میں دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ وہ دن ۹ ربیع الاوّل سوموار ۲۰ اپریل ۵۷۱ کیم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی کا دن تھا۔ (رحمۃ للعالمین جلد ۱، صفحہ ۳۵)

اس روز مردہ دلوں کو زندگی بخشنے والے ظلمات کو لمعات دینے والے، اقوام عالم کی ناہمواریوں کو تعمیراتی نصب العین سے ہم آغوش کرنے والے، مظلوموں کی فریادرسی اور ستانے والوں سے بھلائی کرنے والے، باطل کے گھٹا گوپ اندھیروں میں بھٹکنے والی قوم کو صراط مستقیم کا درس پڑھانے والے۔ سید الاولین والآخرین، اشرف الانبیاء، اطیب الانبیاء، خاتم الانبیاء، امام الانبیاء، شفیع المذنبین یتیم مکہ کی وادی مکہ میں ولادت ہوتی ہے۔

تولد اور بعد تولد عجائبات:

آپ ﷺ کی ولادت کے وقت بعض حیرت انگیز عجائبات قدرت ظاہر ہوئے۔

سیدہ آمنہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ میرے رحم میں تھے تو مجھے خواب میں کہا گیا کہ تم اس امت کے پیغمبر ﷺ سے حاملہ ہوئی ہو، جب یہ بچہ پیدا ہو تو یوں کہنا ـــ اعیذہ بالواحد من شر کل حاسدین میں اس مولود مسعود کو ہر حاسد کے شر سے خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں اور بتایا کہ اس بچے کے ساتھ ایک نور نکلے گا جو مشرق ومغرب کو روشن کر دے گا۔

(سیرۃ ابن ہشام۔ عیون الاثر جلد ۱، صفحہ ۷۷)

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میں شکم مادر میں ہی تھا تو میری والدہ نے خواب دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک نور نکلا جس سے شام تک کے محل روشن ہوگئے۔ (فتح الباری جلد ۲، صفحہ ۲۲۶۔ مجمع الزوائد جلد ۱، صفحہ ۲۲۲)

حضرت آمنہ ؓ فرماتی ہیں کہ میرا حمل نہایت سبک اور سہل تھا۔ میں نے ایام حمل میں کوئی تکلیف نہیں اٹھائی اور نہ دوسری عورتوں کی طرح کوئی گرانی محسوس کی۔ جب آپ متولد ہوئے تو دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند تھیں اور سبابہ سے اشارہ کر رہے تھے۔ گویا کہ اس سے تسبیح پڑھتے ہیں۔ پیدائش کے بعد ہی گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عالم سفلی میں پہنچتے ہی اپنے پروردگار کے سامنے مؤدب ہو بیٹھے۔

عبدالمطلب کی آمد:

حضرت عبدالمطلب سیدہ آمنہ ؓ کے ہاں ولادت فرزند کا سن کر گھر آئے اور آپ کو اٹھا کر حصول برکت کیلئے بیت اللہ شریف لے گئے اور خدائے منعم کا شکریہ ادا کر کے آپ کی والدہ کے پاس لے آئے۔ (الطبقات ابن سعد جلد ۱)

آپ مختون پیدا ہوئے:

آپ مختون پیدا ہوئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو مختون شدہ دیکھ کر حضرت عبدالمطلب بہت محظوظ ہوئے۔ اور عالم مسرت میں فرمایا کہ میرے اس فرزند کی بہت شان بلند ہوگی۔

(السیرۃ النبویہ، لابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۲۱۱، زرقانی جلد ۱ صفحہ ۱۲۴)

ابولہب کا لونڈی آزاد کرنا:

ابولہب بن عبدالمطلب سردار دو جہاں ﷺ کا چچا تھا، اس کو جب لونڈی نے جا کر مژدہ سنایا تھا۔ اس لونڈی ثوبیہ کو عالم مسرت میں کہا کہ جا میں تجھے آزاد کرتا ہوں، یعنی ولادت رسول کی خوشی میں لونڈی آزاد کر دی۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱، صفحہ ۱۰۸۔ نہایہ الادب جلد ۱۶، صفحہ ۸۰)

حضور ﷺ کی ولادت پر آتش فارس کا بجھنا:

حضور ﷺ کی ولادت پر نوشیروان کا قصر شاہی لرز گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور آتش فارس جو ہزار سال سے جل رہی تھی بجھ گئی۔

نام محمد ﷺ رکھا گیا:

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ دوران حمل مجھے خواب میں کسی نے کہا کہ تم اس امت کے سردار اور نبی سے حاملہ ہو، اس مسعود کا نام محمد ﷺ رکھنا۔ سیدہ آمنہ نے اس مبشر غیبی کا ذکر عبدالمطلب سے کیا، چنانچہ اس خواب کی بناء پر آپ کا نام نامی محمد ﷺ رکھا گیا۔ (فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۱۲۴)

آپ ﷺ کے دو نام محمد ﷺ اور احمد ﷺ:

آپ ﷺ کے کثیر التعداد اسمائے گرامی ہیں۔ ان میں محمد اور احمد دو نام مشہور ہیں۔

محمد وہ ہے کہ جس کی بار بار حمد کی جائے یا وہ کہ جس میں خصائل محمودہ کامل طور پر مجتمع ہوں۔

اور احمد کے معنی احمد الحامدین یعنی حمد کرنے والوں میں سب سے زیادہ حمد کرنے والے۔

سید المرسلین ﷺ کے ذاتی نام ''محمد'' کا تذکرہ:

آنحضرت ﷺ کے بہت سے اسمائے گرامی ہیں۔ ہر ایک اسم آپ کی شخصیت کے محاسن کی خبر دیتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے ''تہذیب'' اور قاضی ابوبکر ابن العربی نے ''الاحوذی'' میں لکھا ہے ''اللہ جل شانہ کے ہزاروں اسماء ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے اسماء ایک ہزار ہیں''۔

قسطلانی کہتے ہیں:

''ایک ہزار اسماء مبارکہ سے مراد آپ کے اوصاف حمیدہ ہیں۔ تمام اسماء آپ ﷺ کے کمالات اور صفات ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ کی ہر صفت کے لئے ایک نام ہوگا''۔

''تہذیب'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''حضور علیہ السلام نے فرمایا ''میرا نام قرآن میں محمد، انجیل میں احمد اور تورات میں احید ہے۔ آخر الذکر نام اس لئے رکھا گیا کہ میں اپنی امت کو دوزخ سے ہٹانے والا ہوں''۔

عبدالمطلب نے اپنے پوتے کا نام محمد ﷺ رکھا تا کہ سب سے زیادہ اس کی مدح کی جائے۔ محمد ایسا نام ہے کہ خطاط کے نکتوں سے بھی پاک ہے۔

انجیل میں آپ کا نام احمد ہے۔ قرآن مجید میں مقام محمود کا جو لفظ آیا ہے، اس سے آپ ﷺ کے جنتی قصر کی طرف اشارہ ہے۔

احادیث کو دیکھئے، آپ کے ہمنواؤں کو حمادوں کہا گیا۔ قریش نے آپ

کو مذمم کہا مگر آپ پیدائشی محمد ہوئے تھے۔ حذیفۃ الیمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ ''میں بارہا حضور ﷺ سے ملا ہوں۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں، میں نبی رحمت ہوں، میں نبی توبہ ہوں، خاتم النبیین ہوں، میں جہاد کرنے والا ہوں''۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ نے فرمایا میں مقفی (آخر میں آنے والا) ہوں۔
کلام پاک میں آپ کو امی، شاہد، مبشر، ہادی، داعی الی اللہ، نذیر، رؤف، رحیم، مذکر کہا گیا ہے۔''

قسطلانی ''مواہب'' میں، باجوری رحمۃ اللہ علیہ ''حاشیہ الشمائل'' میں کعب احبار سے نقل کرتے ہیں:

''اہل جنت کے نزدیک آپ ﷺ کا نام عبدالکریم اہل دوزخ کے نزدیک عبدالجبار اہل عرش کے نزدیک عبدالحمید ہے۔ جمیع ملائکہ میں آپ عبدالمجید ہیں۔ انبیاء کے حلقے میں عبدالوہاب ہیں۔ شیاطین کے خیال میں عبدالقہار ہیں۔ آپ سمندروں میں عبدالمہیمن ہیں ..... حشرات الارض میں عبدالغیاث ہیں۔ درندوں میں ''علیہ السلام'' ہیں۔ جنگلی جانوروں میں عبدالرزاق، چوپاؤں میں عبدالمومن اور پرندوں میں عبدالغفار ہیں۔ تورات میں آپ ﷺ کا نام ''موذ موذ'' ہے۔ انجیل میں ''طاب طاب''، دوسرے صحیفوں میں عاقب اور زبور میں آپ کو فاروق کہا گیا ہے۔''

مواہب میں ہے:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ طٰہٰ اور یٰسین بھی ہیں۔ انسانوں میں آپ کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ متعمین

پر نعمتیں بھی تقسیم فرمائیں گے۔"

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اسماء النبویہ میں رقم طراز ہیں:

"آنحضرت کے پانچ سو صفاتی نام ہیں"۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے "القول البدیع" اور قاضی عیاض رحمہ اللہ شفا میں ابن عربی نے القبس والاحکام میں آپ کے چار سو نام ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ اسماء ان کی کتابوں میں حروف تہجی کے اعتبار سے مرقوم ہیں۔

مندرجہ بالا اسماء میں ۲۰۱ اسماء کو امام جزری نے "دلائل الخیرات" میں بھی نقل کیا۔ امام نووی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

"حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا... آپ ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنیت سے پکارا۔ انہیں کی ایک روایت کے مطابق تخلیق کائنات سے دو ہزار سال قبل آپ کا نام محمد ﷺ رکھا گیا"۔

ابن عامر رحمہ اللہ نے کعب الاخبار کے حوالے سے بیان کیا۔

آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کو وصیت کی:

"اے بیٹا میرا نائب و خلیفہ ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بنا لے اور جب بھی خدا کے ذکر کی توفیق ہو اس کے ساتھ محمد ﷺ نام ضرور لینا۔ میں نے ان کا نام عرش الٰہی کے پایہ پر لکھا ہوا دیکھا۔ میں نے تمام آسمانوں کی سیر کی۔ وہاں کوئی جگہ ایسی نہ پائی جس پر محمد ﷺ کا نام نہ لکھا ہوا ہو۔ میرے پروردگار آقا نے مجھے جنت میں رکھا۔ وہاں میں نے کوئی محل، کوئی جھروکہ ایسا نہ دیکھا جس پر محمد نام نہ درج ہو"۔

ابن عامر کی اس روایت میں حضرت آدم علیہ السلام مزید کہتے ہیں:

"میں نے محمد ﷺ کا نام حوروں کے سینوں پر، جنت کے درختوں کے پتوں پر، شجر طوبیٰ کے پتے پر، پردوں کے کانوں پر

اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا دیکھا۔ تم ان کا ذکر کثرت سے کرنا۔ اس لئے کہ فرشتے کثرت سے ان کا ذکر کرتے ہیں''۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زادالمعاد میں نبی الملحمہ، فاتحہ، صادق، مصدوق، متوکل، قتال، سراج منیر، سید ولد آدم کو بھی آپ ﷺ کے اسماء میں شمار کیا ہے۔

کنیت:

آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ جو آپ کے فرزند اکبر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی نسبت پر تھی۔ اس کے علاوہ آپ مالی اعتبار سے بدرجہ اتم قاسم الخیر تھے۔ اس لئے ارشاد رسول ﷺ ہے۔ ... **انما انا قاسم والله يعطى** ..... میں تو تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا تو اللہ ہے۔ (فتح الباری جلد۶، صفحہ ۱۳۴)

شیر خوارگی:

عربوں میں یہ رواج تھا کہ وہ رضاعت اور ابتدائی پرورش کے لئے شہروں سے زیادہ دیہاتوں کو پسند کرتے تھے، کیونکہ دیہاتوں کی آب و ہوا زیادہ پاک صاف تھی۔ جس میں بچے کی نشوونما صحیح ہوتی تھی اور شہر کی خرابیوں سے بھی محفوظ رہتا تھا۔

اس کے علاوہ بڑی وجہ یہ ہوتی تھی کہ اہل عرب زبان کے بارہ میں بڑے حساس تھے۔ ان کے خیال میں شہر کے مقابلہ میں دیہاتیوں کی زبان زیادہ فصیح و بلیغ ہوتی تھی۔

ابتداء میں ایک ہفتہ تک حضور ﷺ نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا، اس کے بعد ثوبیہ رضی اللہ عنہا کا جس کو آپ کے تولد کی خوشی میں آزاد کیا گیا تھا۔ رضاعت کی خدمت اپنے ذمہ لی۔

بچوں کی پرورش اور فصاحت و بلاغت میں قبیلہ بنی سعد کی عورتیں بہت

مشہور تھیں اور یہ قبیلہ طائف کے قرب و جوار میں آباد تھا۔ اس قبیلہ کی بعض عورتوں کا معمول تھا کہ خاص موسم میں مکہ معظمہ آ کر قریش کے شیر خوار بچوں کو لے جاتیں اور دو سال کی مدت رضاعت پوری کر کے واپس پہنچا دیتیں اور رضیع والدین سے حسب توفیق انعام واکرام حاصل کرتیں۔

محترمہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میں مکہ میں آئی تو تنگ دستی کی وجہ سے میری چھاتیوں میں دودھ نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے میرا اپنا بچہ عبداللہ بھوک کے مارے بلکتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم اس کے نالہ وشیون سے ساری رات آنکھوں میں کاٹتے تھے۔ ہماری اونٹنی بھی دبلی پتلی تھی۔ چلنے میں بھی سست تھی۔ قبیلہ سعد بن بکر بن ہوازن کی دیگر عورتیں مجھ سے پہلے مکہ پہنچ گئیں اور انہوں نے مالدار گھرانوں کے بچے حاصل کر لئے صرف ایک محمد ﷺ رہ گئے۔ اگر آپ ﷺ کے والد زندہ ہوتے تو ان سے صلہ و انعام کی امید ہوتی۔ مگر چونکہ آپ ﷺ یتیم تھے، اس لئے مرضعہ ... آپ ﷺ کو قبول نہ کیا۔ جوں ہی معلوم ہوتا کہ بچہ یتیم ہے تو معاً چھوڑ کر چل دیتیں۔

حضور ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا وہ خوش نصیب خاتون تھیں، جنہیں رب العالمین نے اپنے حبیب ﷺ کی سعادت ارضاع سے نوازا اور مفتخر فرمایا۔ وہ اپنے نام اور نسبت کی طرح حلم و وقار اور سعادت وفلاح کی بھی بدرجہ اتم سرمایہ دار تھیں۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۱)

ناقہ خستہ پاء کی برق رفتاری:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم مکہ سے چلے۔ اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اور آپ ﷺ کو گود میں لیا تو اونٹنی کو اس قدر تیز رو پایا کہ تمام قافلہ سے آگے آگے چلی جاتی، یہ دیکھ کر میرے ہمراہ عورتیں کہنے لگیں حلیمہ! یہ کیا بات ہے پہلے تو

تمہاری سواری بمشکل چل سکتی تھی اور سب سے پیچھے تھی۔ مگر اب یہ سب کی پیش رو اور برق رفتار ہے۔ کیا اونٹنی بدلی، سواری بدلی، فرمایا نہیں اب سوار بدل گیا ہے۔

(سیرت ابن ہشام)

دودھ شریک بھائی کا حق:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی حفاظت و پرورش پر خاص توجہ دی۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ایک پستان سے دودھ پیتے تھے۔ اگر میں دوسرا پستان سامنے کرتی تو اس سے منہ موڑ لیتے، گویا زبان حال سے کہہ رہے ہوں کہ اس دودھ میں میرا بھائی بھی برابر کا شریک ہے۔

حفاظت ہی حفاظت:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بچوں کی عادت کے خلاف آپ نے کبھی بھی کپڑوں میں پاخانہ و پیشاب نہیں کیا۔ ہمیشہ معین وقت پر بول و براز کرتے، اگر کبھی برہنہ ہوتے تو رونے لگتے، میں جھٹ آپ کو ڈھک دیتی اور اگر میری طرف سے ستر پوشی میں تاخیر ہو جاتی تو غیب سے کوئی ہاتھ آ کر آپ ﷺ کی برہنگی کو ڈھانپ دیتا۔

نبی کی خیر و برکت:

آپ کی میامن و برکات کا سلسلہ جاری رہا، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ باوجود خشک سالی کے جنگل میں کہیں گھاس کا نام ونشان نہ تھا۔ مگر آپ ﷺ کی برکت قدم سے ہماری بکریاں جنگل سے پیٹ بھر کر آتیں اور خوب دودھ دیتیں۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کی دوبارہ حوالگی:

جب دو سال کا زمانہ رضاعت پورا ہوا تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا دودھ چھڑا کر آپ ﷺ کو مکہ معظمہ لے آئیں۔ اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے

درخواست کی کہ حضور ﷺ کو مزید بنو سعد میں رہنے دیا جائے تا کہ آپ ﷺ ذرا توانا ہو جائیں اور آپ ﷺ کی صحت پر برا اثر نہ پڑے، سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جب حلیمہ رضی اللہ عنہا کی الحاح وزاری کو دیکھا تو سیّدہ نے ناچار اپنے نور العین کی حضانت و تربیت کیلئے مکرر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیا۔ (ابن کثیر)

شق صدر و تطہیر الجنان:

حضور علیہ السلام کا تین دفعہ شق صدر کیا گیا، پہلی دفعہ پانچ سال کی عمر میں جب آپ قبیلہ بنو سعد میں قیام فرماتے تو عین نصف النہار کے وقت علی روس الاشہاد سینہ مبارک چاک کر کے آپ ﷺ کا دل نکالا گیا اور اس کے اندر سے سیاہ خون کی ایک جمی ہوئی پھٹکی خارج کی گئی۔ جس کے باعث آپ ﷺ کا پاک باطن وساوس سے بالکل نا آشنا ہو گیا۔

ابتلائے اول کے بعد دوسری مرتبہ آغاز وحی کے وقت اور تیسری دفعہ لیلۃ الاسراء میں آپ ﷺ کا شق صدر کر کے تطہیر جنان ہوا۔

بنو سعد قبیلہ میں شق صدر کی تفصیل:

قبیلہ بنو سعد کے قیام کے دوران، آپ ﷺ نے ایک دن حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اماں میری خواہش ہے کہ میں بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ چراگاہ جا کر بکریاں چراؤں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بہتر ہے تم بھی جاؤ۔ انہوں نے آپ ﷺ کے بالوں میں کنگھی کی، آنکھوں میں سرمہ لگایا، اجلا لباس پہنایا اور چشم زخم سے محفوظ رہنے کیلئے گردن میں جزعہ یمانی لٹکا دی۔ لیکن آپ ﷺ نے اس کو یہ کہہ کر گلے سے اتار دیا کہ میرا رب میرا نگہبان ہے۔ پھر ہم جولیوں کے ساتھ چراگاہ پہنچے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے دل کو نکالا اور سونے کے لگن میں رکھ کر آب زمزم سے دھویا اور دوبارہ اس جگہ

[illegible]
درست کر دیا۔

ہم دونوں نے جا کر حضرت حلیمہ ؓ اور حارث کو جا کر بتایا، وہ عالم پریشانی میں دوڑتے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کو چپ کرا کر تمام تفصیل پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آئے اور مجھے لٹا کر میرا شکم چاک کر دیا اور میرے سینے میں سے کوئی چیز نکالی، پھر میرے شکم کو درست کیا۔ معلوم نہیں کس چیز کی تلاش تھی۔ (البدایہ والنہایہ)

حضرت حلیمہ ؓ کی مکہ معظمہ مراجعت:

اس حادثہ کے بعد آپ ﷺ کے رضاعی والدین آپ ﷺ کے گھر تشریف لائے اور آپ ﷺ کو سیدہ آمنہ ؓ کے حوالے کرتے ہوئے سارا واقعہ سنایا تو اس کے بعد سیدہ آمنہ ؓ فرماتی ہیں:

> کیا تمہیں ڈر ہے کہ شیطان اس بچہ کو ضرر پہنچائے گا؟ ہرگز نہیں، شیطان اس پر قابو پاسکتا۔ خدا کی قسم، اس فرزند کی بہت بڑی شان ہے، اس کے بعد سیدہ نے آپ ﷺ کے وہ معجزات وخوارق بیان کیئے جو حالت حمل میں اور وضع حمل کے وقت اور اس کے بعد ظاہر ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ)

والدہ مکرمہ کا سفر آخرت:

جب نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو سیدہ آمنہ ؓ نے آپ ﷺ کو ساتھ لے کر آپ ﷺ کے جد امجد عبدالمطلب کے ننھال بنو عدی بن نجار سے ملنے کیلئے مدینہ کا سفر کیا۔

اس سفر میں جو فی الحقیقت حضرت آمنہ ؓ کا سفر آخرت تھا۔ سیدہ کی لونڈی برکتہ بن ثعلبہ کو بھی جو ام ایمن کی کنیت سے مشہور ہیں۔ آپ ﷺ کی حفاظت

اور خبر گیری کیلئے ساتھ لیا۔ اور مدینہ میں ایک مہینہ قیام کے بعد واپس مکہ معظمہ کیلئے روانہ ہوئیں تو مقام ابواء پر جو مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے جب اس مقام پر پہنچیں تو یک بیک علیل ہو کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔

(طبقات ابن سعد جلد۱، صفحہ۷۳۔ تہذیب تاریخ دمشق جلد۱، صفحہ۲۸۳)

یتیم رہ جانے میں حکمتیں:

خالق کے بعض فیصلے ایسے ہوتے ہیں کہ جو بسا اوقات انسان کی سمجھ سے بالا تر ہوتے ہیں۔ جب شکم مادر میں تھے تو والد کا سایہ اٹھالیا۔ والد کے بعد والدہ مکرمہ کا سایہ شفقت بھی ہزار غنیمت تھا۔ لیکن چھ سال کی عمر میں ان کا بھی انتقال ہوا۔ تو اس طرح آپ ﷺ کے تمام ظاہری سہارے اٹھتے چلے گئے اور آپ ﷺ کو بچپن ہی سے صبر و استقلال کے خوگر بننے اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کیلئے یتیم بنا دیا گیا۔

عبدالمطلب کی کفالت:

جب مادر مہربان کا سایہ عاطفت بھی سر سے اٹھ گیا۔ تو آپ کے جد امجد عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو اپنے حجر تربیت میں لیا۔ عبدالمطلب آپ کو تمام اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور آپ ﷺ بھی خلوت و جلوت کے تمام اوقات میں ان کے پاس پہنچ جاتے اور بے تامل ان کی مسند پر جا بیٹھتے۔

آپ کو اپنے جد امجد کی آغوش شفقت میں پرورش پاتے دو سال ہی گزرے تھے کہ ان کا ظل عاطفت بھی سر سے اٹھ گیا۔

ایک مرتبہ بعثت کے بعد آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ کو عبدالمطلب کی وفات یاد ہے تو فرمایا ہاں میں اس وقت آٹھ برس کا تھا۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عبدالمطلب کے جنازہ کے پیچھے حضور ﷺ کو روتے ہوا دیکھا۔ حضرت عبدالمطلب حجون میں دفن کئے گئے۔ وفات

کے وقت ان کی عمر بیاسی سال تھی اور بعض نے ایک سو دس سال بتائی ہے۔

(طبقات ابن سعد۔ سیرت ابن ہشام جلد ا۔ عیون الاثر)

ابو طالب کی ولایت میں:

حضرت عبدالمطلب کی رحلت کے بعد ابو طالب جو آپ کے حقیقی عم ہیں۔ ان کی ولایت میں آئے۔ حضرت ابو طالب کثیر العیال تھے۔ مگر وہ اپنی اولاد سے زیادہ حضور ﷺ کو چاہتے تھے۔ حضور ﷺ کو اپنے ساتھ سلاتے اور جب گھر سے باہر جاتے تو ان کو ساتھ لے جاتے، ابو طالب تمام ہاشمیوں میں سخت مفلس اور نادار تھے۔

اور آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ جو شب و روز گھر والوں کے مشاہدہ میں آرہا تھا۔ وہ یہ تھا کہ جب ابو طالب کی اولاد تنہا یا مجتمع ہو کر کھانا کھاتی تو کوئی بھی شکم سیر نہ ہوتا اور جب آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تو نہ صرف سب سیر ہوتے بلکہ کھانا بچ جاتا۔

آپ ﷺ کے ایام طفلی کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ ﷺ دوسرے بچوں کی طرح حریص البطن نہ تھے۔ آپ ﷺ کے عم زاد بھائی خوب شکم ہو کر کھاتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ بچپن میں ہی قناعت کے خوگر تھے۔ آپ ﷺ نے بقدر سد رمق سے زیادہ کبھی کھانا نہ کھایا۔

طفولیت میں عارفانہ زندگی:

آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا بیان ہے کہ بسا اوقات رات کے وقت جو میری آنکھ کھلی تو آپ ﷺ کو بستر پر نہیں پاتا تھا اور جب میں تلاش کرنے لگتا تو آواز دیتے چچا جان میں یہاں ہوں اور جھٹ میرے پاس پہنچ جاتے اور میں بہت دفعہ رات گزرنے پر ان کی زبان سے کچھ اس قسم کی باتیں سنا کرتا تھا جو مجھے بھی محو حیرت کر دیتیں۔

علاوہ ازیں ابو طالب کا یہ بھی بیان ہے کہ ہماری عادت تھی کہ ہم کھانے پینے کے وقت کسی کا نام نہ لیتے تھے اور نہ حمد کرتے تھے۔ مگر محمد ﷺ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الاحد کہا کرتے اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو الحمدللہ کہتے، میں اس کم سنی میں ان کے ایسے عارفانہ جذبات وامیال دیکھ کر چاہ حیرت میں غرق ہوتا۔

میں نے کبھی آپ ﷺ کو طفولیت میں غلط بیانی یا کسی کی غیبت کرتے یا بچے یا لڑکوں کیساتھ کھیلتے کبھی نہ دیکھا اور کھیلنا تو درکنار آپ ﷺ کو ہم عمروں کے ساتھ کبھی کھڑے نہ پایا۔ (روح المعانی)

طلب باراں میں حضور ﷺ کا توسل:

حضرت عبدالمطلب ایک دفعہ یمن تشریف لے گئے واپس آئے تو مکہ میں قحط پڑا ہوا تھا تمام قریش نے مشورہ دیا کہ حضور ﷺ کے قدوم برکت سے ہی قحط سالی ختم ہوگی اور فراخی وخوش عیشی نصیب ہوگی۔ چنانچہ عبدالمطلب حضور ﷺ کو جو خورد سال تھے۔ کندھے پر اٹھا کر لائے اور کوہ ابوقبیس پر گئے اور آپ ﷺ کے توسل سے دعا مانگی، دوسرے لوگ جو اس دعا میں شریک تھے۔ آمین کہتے رہے۔ اتنے میں باران رحمت نمودار ہوا اور اتنی بارش ہوئی کہ سالہا سال گذشتہ کی خشکی کی بھی تلافی ہوگئی۔

حضرت جب ابو طالب کے عہد کفالت میں تھے۔ کہ مکہ معظمہ میں قحط پڑا، ابو طالب حضور ﷺ کو لے کر مسجد الحرام میں آئے اور ان کی پشت کو کعبۃ اللہ سے ملاکر استسقاء کیلئے دعا کی۔ تو بادل چاروں طرف سے امنڈ آئے اور بارش ہونے لگی۔

امام بخاری نے ابو طالب کا قصیدہ جو بیاسی اشعار پر مشتمل ہے نقل کیا ہے اس میں ایک شعر یہ بھی تھا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

''گورے رنگ کے یعنی آپ کے رخ انور کے وسیلے سے لوگ
طلب باران کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات ہمارے یتیموں کی
کفیل اور بیواؤں کی جائے پناہ ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ امساک باراں کے ایام میں جب آپ ﷺ منبر پر بیٹھتے اور میں ابو طالب کا یہ شعر یاد کر کے آپ ﷺ کے روئے مبارک کی طرف دیکھتا تو معاً بارش ہونے لگتی اور آپ ﷺ کے منبر سے اترنے سے پہلے مدینہ کے پرنالے پانی سے بھر جاتے تھے۔
(صحیح بخاری باب سوال الناس الامام الاستقاء اذاقحطوا)

شام کا پہلا سفر اور بحیرہ راہب کی دعوت:

ایک مرتبہ ابو طالب نے تجارت کیلئے سفر شام کا قصد کیا اور آپ ﷺ کو اپنے بیٹوں کے ساتھ مکہ میں چھوڑنا چاہا۔ لیکن جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چچا جان مجھے بھی ساتھ لے چلو، ابو طالب نے بلا حیل وحجت منظور کر لیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد ا۔ عیون الاثر جلد ا، صفحہ ۴۱)

سفر شروع ہوا تو راستے میں شام کے سرحدی شہر بصریٰ میں جسے آج کل حوران کہتے ہیں۔ اس مقام پر مسیحی خانقاہ تھی جہاں تورات وانجیل اور دوسری کتابوں کا عالم بحیرہ راہب رہتا تھا۔ اس نے جب ابر کا ایک ٹکڑا قافلہ میں شریک خوبصورت نوجوان پر سایہ کرتے ہوئے دیکھا اور شجر وحجر کو ان پر سلام پڑھتے ہوئے سنا۔ تو اس کی سالہا سال کی جستجو پوری ہوئی کہ میں نبی آخر الزمان کا دیدار کروں۔ اس نے اہل قافلہ کی دعوت کی اور خانقاہ میں جا کر کھانا تیار کرانے لگا۔

جب تمام قافلہ والے اس کی خانقاہ میں آئے تو وہ برابر سرور کونین ﷺ کو

دیکھتا رہا۔ جب تمام لوگ کھانا کھا کر واپس ہونے لگے تو اس نے کہا کہ ابو طالب یہ سلطان کونین آپ کے کیا لگتے ہیں؟ ابو طالب نے کہا کہ میرا بھتیجا ہے۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ یہیں سے اپنے شہر لوٹ جائیں، کیونکہ یہود اس نبی عربی کے دشمن ہیں۔ وہ کہیں ان کو گزند نہ پہنچائیں۔ اس بحیرہ راہب نے آپ ﷺ کے شانہ مبارک میں مہر نبوت کو بوسہ دیا اور آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی۔

بکریاں چرانے کا مشغلہ:

جب سن مبارک بارہ سال کا ہوا تو شفیق چچا نے آپ ﷺ کو بکریاں چرانے کا کام سپرد کیا۔ یہ گلہ بانی حقیقت میں دنیا کی گلہ بانی کی تمہید تھی۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بھیڑ بکریاں نہ چرائی ہوں۔ (بخاری)

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بکریاں چرانے والوں میں مسکنت و سنجیدگی ہوا کرتی ہے۔

نبی کی حفاظت:

نبی کا انتخاب خدا کرتا ہے اور اس کی تربیت و حفاظت بھی خدا کے ذمہ ہوتی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کو جو کمالات اور امتیازات حاصل ہوئے وہ تو ساری دنیا کو معلوم ہیں۔ لیکن محمد بن عبداللہ ہونے کی حیثیت سے بھی آپ ﷺ دوسروں سے ممتاز تھے۔

ایک دفعہ مکہ میں شادی تھی قریش کے نوجوانوں نے اس پروگرام میں جانے کا قصد کیا اور حضور ﷺ کو بھی ساتھ لے گئے۔ چونکہ شادی میں لہو و سرور کا انتظام تھا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ لہو و سرور کی محفل شروع ہونے سے قبل ہی میرے اوپر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ جب محفل برخاست ہوئی تو دھوپ کی شدت

نے آپ ﷺ کو بیدار کیا۔

صدیق و امین:

نبی ماں کے پیٹ سے ہی نبی ہوتا ہے۔ نبوت کا دروازہ تو چالیس سال کے بعد کھلتا ہے، ہمارے آقا و مولیٰ حضرت سید الثقلین ﷺ کے اخلاق و عادات پر آغاز شباب کے ساتھ ہی جو رنگ آیا، اس کا دھندلا سا عکس ابن ہشام کی زبان سے سنیے۔

رسول اکرم ﷺ ایسی حالت میں جوان ہوئے کہ ہر شر و فساد اور معصیت کے میلان سے حق تعالیٰ آپ کی حفاظت فرماتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو جاہلیت کی ہر ناپاکی سے پاک و مطہر رکھا، کیونکہ اسے آپ کو سید رسل اور ہادی سبل بنانا تھا۔ بلوغ کے بعد آپ نہایت بامروت، حیاء دار، راست گو، حلیم، کریم شفیق اور صاحب اخلاق فاضلہ تھے۔ اخلاق ذمیمہ سے جو شرف و مجد انسانی کے دامن پر سخت بدنما داغ ہیں کوسوں دور تھے، خالق کردگار نے آپ ﷺ کی ذات والا میں تمام اخلاق حمیدہ جمع فرما دیئے تھے۔ (سیرت ابن ہشام)

ابن سعد رقم طراز ہیں:

محمد ﷺ جب بالغ ہوئے تو آپ مروت کے اعتبار سے اپنی قوم میں سب سے افضل، اخلاق میں سب سے احسن، میل جول میں سب سے زیادہ فرحت بخش، ہمسائیگی میں سب سے زیادہ کریم و خوشگوار، حلم و تحمل میں سب پر فائق، گفتگو میں سب سے زیادہ صادق البیان اور فحش و ایذاء میں سب سے زیادہ بعید تھے۔ نہایت بردبار، متواضع منکسر المزاج، ہر ایک کے ہمدرد اور بہی خواہ، وعدہ کے پابند اور انتہا درجہ کے امانت دار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات والا میں تمام امور صالحہ اور اخلاق فاضلہ مرتکز کر دیئے تھے۔ اسی بناء پر قوم نے آپ ﷺ کو امین کے معزز خطاب سے نوازا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱، صفحہ ۱۲۱)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شہرہ سنا تو:

جن ایام میں حضور سرور کونین ﷺ نے اپنی عمر مبارک کی ۲۵ منازل طے کیں، ان دنوں مکہ معظمہ میں آپ ﷺ کے اخلاق کریم کا بڑا شہرہ تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے خصال حمیدہ کی بنا پر آپ ﷺ کو ہر شخص نام کی بجائے امین کے لقب ہی سے یاد کرتا تھا۔

انہی ایام میں قریش کی ایک معزز اور مالدار خاتون سیّدہ خدیجہ بنت خویلد جو اپنے محاسن اخلاق و کردار کے باعث خدیجہ طاہرہ کے لقب سے ممتاز تھیں۔ تاجروں کو مضاربت یعنی نفع میں شرکت پر روپیہ دے کر بغرض تجارت شام بھیجا کرتی ہیں۔ سیّدہ خدیجہ نے آپ ﷺ کی صداقت و امانت کو دیکھ کر مال تجارت کی غرض سے شام لے جانے کی پیش کش کی جسے آپ ﷺ نے بخوشی منظور فرما لیا اور سیّدہ خدیجہ کا مال لیکر ملک شام روانہ ہوئے۔

قارئین ہم پہلے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حالات تفصیل سے درج کرتے ہیں تا کہ ہم اس عظیم خاتون کی خدمات سے روشناس ہو سکیں جس کو اوّل شرف زوجیت رسول حاصل ہوا ہے۔

حضرت سیّدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

نام، پیدائش، کنیت:

آپ کا نام خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا۔ سخاوت اور جودت طبع کے باعث آپ کو ''خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ عام الفیل سے پندرہ سال قبل یعنی ۵۵۵ء میں مکہ مکرمہ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ پہلے خاوند کے ایک بچے ''ھند'' کے نام سے آپ کی کنیت ''ام ھند'' تھی۔

والد اور والدہ کا نام:

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ''خویلد'' تھا۔ آپ مکہ کے رؤسا میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے تجارت کے پیشے میں بہت شہرت پائی۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے جو عامر بن لوئی کے خاندان سے تھیں۔

نسب:

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب حسب ذیل ہے:

خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی

قصی پر پہنچ کر آپ کا خاندان آنحضرت ﷺ کے خاندان سے مل جاتا ہے۔

پہلا نکاح:

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا قریش کے خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔ آپ کے والد مکرم مکہ کے تاجروں میں نمایاں مقام پر فائز تھے۔ کاروبار کی وسعت اور تجارت کی ہمہ گیری کے لحاظ سے آپ کا دور دور تک شہرہ تھا۔ سخاوت و فیاضی اور خاندانی شرافت کے لحاظ سے سیّدہ ایک ممتاز اور نامور خاتون شمار ہوتی تھیں۔ بچپن ہی سے سیّدہ حد درجہ ذہین و فطین تھیں۔ اعلیٰ درجہ کی پاکبازی اور طہارت آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ سن بلوغت کو پہنچتے ہی آپ کا پہلا نکاح ابوھالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا۔

(از طبقات بن سعد و ابن ہشام)

ابوھالہ سے اولاد:

رحمۃ للعلمین میں قاضی سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا لیکن ابن سعد، ابن ہشام اور حافظ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں عتیق کے ساتھ دوسرے نکاح کا قول نقل کیا ہے۔ سیر الصحابیات میں مولانا سیّد اکبری آبادی رحمہ اللہ نے اسی قول کو ترجیح

دی ہے۔

ابو ہالہ سے سیدہ ﷞ کی اولاد میں ہالہ اور حارث پیدا ہوئے۔ کتاب رحمۃ للعلمین کی روایت کے مطابق تیسرا لڑکا "ھند" بھی ابو ہالہ سے پیدا ہوا۔ تینوں لڑکے "شرف صحابیت" سے مشرف ہوئے۔

دوسرا نکاح اور اولاد:

ابو ہالہ کے انتقال کے بعد سیدہ خدیجہ ﷞ کا دوسرا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا۔ سیدہ خدیجہ ﷞ کے دوسرے خاوند بنو مخزوم قبیلے کے مشہور سردار عتیق بن عائذ سے ایک لڑکی ھند کی پیدائش کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ بعض تاریخوں نے "ھند" کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی پرورش آنحضرت ﷺ نے کی تھی۔

(از خدیجۃ الکبریٰ ﷞، ص ۱۳، علی اصغر چودھری)

تیسرے نکاح کی روایت:

امام محمد بن سعد ؒ نے طبقات میں سیدہ خدیجہ ﷞ کے تیسرے نکاح کی بھی ایک روایت نقل کی ہے۔ طبقات کے مطابق آپ کا تیسرا نکاح صفی بن امیہ سے ہوا۔ اس روایت کو کسی دوسرے مورخ نے قبول نہیں کیا۔ بلکہ راقم کا خیال ہے کہ سیدہ کا تیسرا نکاح آنحضرت ﷺ ہی سے ہوا۔ اسی روایت پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ طبقات کی اختلافی روایت میں بھی تیسرے خاوند سے نکاح کے بعد بھی رخصتی کا قول نقل نہیں کیا گیا۔

تجارت کی طرف توجہ:

مؤرخین نے مختلف ذرائع سے یہ بات بھی نقل کی ہے کہ دوسری بار بیوہ ہونے کے بعد سیدہ نے نکاح کا ارادہ ترک کر کے صرف تجارت کے امور کی طرف توجہ دینا شروع کر دیا تھا۔

سیدہ خدیجہ ؓ نے والد محترم خویلد کی زندگی ہی میں تجارت کا کافی تجربہ حاصل کرلیا تھا۔ آپ کے کسی حقیقی بھائی کا نام تاریخ میں نہیں ملتا، اس لئے یہ بات قرین قیاس ہے کہ حضرت خدیجہ ؓ ایک طرف والد کی وفات اور دوسری طرف دونوں خاوندوں کی یکے بعد دیگرے جدائی کے واقعات سے نہایت افسردہ ہوچکی تھیں۔ اس لئے انہوں نے کسی اور نکاح کا ارادہ ترک کر کے پوری توجہ تجارت پر صرف کی ہوگی۔

تجارت میں شاندار کامیابی:

حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے سوانح نگار علی اصغر چودھری نے دوسرے خاوند کے انتقال کے بعد کے حالات پر یوں تبصرہ کیا ہے:

''کاروبار تجارت میں منہمک ہو کر آپ اس قدر سنجیدہ ہوگئی تھیں کہ آپ نے تیسرے نکاح کے متعلق کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ حالانکہ عزت، شرافت اور دولت کی وجہ سے قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے آپ کو وقتاً فوقتاً نکاح کے پیغامات بھیجے مگر آپ نے نہایت خاموشی سے ہر پیغام کو رد کر دیا۔ (ایضاً، ص ۱۳)

سیّدہ خدیجہ ؓ کی دیانت و فراست کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں تجارتی کاروبار مکہ و یثرب کے علاوہ شام اور یمن تک پھیل گیا تھا۔ دولت کی فراوانی اور وسعت کے باعث سیّدہ کے پاس غلاموں اور لونڈیاں بھی کثرت سے جمع ہوگئے۔ عالم اسلام کے ممتاز محقق اور سیرت نگار حضرت مولانا سیّد مناظر احسن گیلانی معجزہ نما اپنی کتاب ''النبی الخاتم'' میں لکھتے ہیں:

> ''غریب حجاز کا سب سے بڑا امیر شہر مکہ تھا اور مکہ کے تمام امیروں کے پاس مجموعی طور پر جو کچھ تھا، انفرادی طور پر اس قدر دولت کی مالکہ اس شہر کی وہ بزرگ بی بی تھیں، جن کا اسم گرامی طاہرہ اور خدیجہ ؓ تھا۔ گویا اس حساب سے مکہ کی نہیں، سارے

حجاز کی سب سے دولت مند خاتون خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں"۔ (بحوالہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، ص ۱۴)

سیّدہ خدیجہ کی اعلیٰ معاشرتی زندگی:

اسلام کی تمام تاریخوں میں نہایت صراحت کے ساتھ اس حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں سیّدہ کی رہائش گاہ اعلیٰ حویلی اور بلند و بالا عمارت پر مشتمل تھی۔ عہد قدیمہ کی تمام آرائش و زیبائش کا نقشہ ان کے مکان سے جھلکتا تھا۔ مکہ کے جس محلہ میں سیّدہ کی رہائش تھی، وہاں سردار مکہ ابولہب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ابو قحافہ بھی رہائش پذیر تھے۔

کپڑے اور سامان خورد و نوش کے تمام تاجروں کی کوٹھیاں اور حویلیاں یہیں تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام بھی اسی محلہ کے باسی تھے۔ تاریخ نگاروں کے مطابق سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکان سب مکانوں سے خوبصورت اور پرشکوہ تھا۔ اس کی جاذبیت اور کشش سے کوئی گزرنے والا مرعوب ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔ وسیع و عریض چار دیواری، متعدد اصطبل، لاتعداد اونٹ، گدھے اور گھوڑے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ سیّدہ کی حویلی سے ملحق لونڈیوں اور غلاموں کے علیحدہ علیحدہ مکانات موجود تھے۔ سامان تجارت کے لئے فلک بوس گودام اور اشیاء کے ذخائر کی عمارتیں تھیں۔ سیّدہ کو "رئیسہ قریش" کے علاوہ لکھی پڑھی اور پاکباز اور شریفہ کی حیثیت حاصل تھی۔

آپ کے غلاموں میں میسرہ کو ایک منفرد محنت کش اور اعلیٰ مہارت کے تابع فرمان کی حیثیت میسر تھی۔ سیّدہ اگرچہ تمام تجارتی سامان اور کاروبار کی خود نگرانی کرتی تھیں لیکن میسرہ کی ذہانت اور قابلیت کو بھی اس کاروبار میں بہت زیادہ دخل حاصل تھا۔

کاروبار تجارت میں آنحضرت ﷺ کو شرکت کی دعوت:

ابن ہشام اور طبری کی تصریحات کے مطابق سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ...

میسرہ نے ایک روز سیدہ کے سامنے حضرت محمد بن عبداللہ کی شرافت عالی نسب اور آپ کی سچائی اور دیانت داری کا تذکرہ کیا۔ سیدہ پہلے سے آپ ﷺ کے صادق اورا مین لقب کی شہرت سن چکی تھیں، اب میسرہ کی بیان کردہ حقیقت نے سیدہ کو مجبور کر دیا کہ وہ مال تجارت کی حصہ داری کے لیے آپ کا انتخاب کرے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پیغام سن کر آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کیا۔ ابو طالب نے اس کو بنظر استحسان دیکھا اور اس کاروبار میں سیدہ خدیجہ کے پیغام کا مثبت جواب دینے کا حکم دیا۔ حضرت محمد بن عبداللہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اس موقع پر آنحضرت ﷺ اور سیدہ کے مابین جو گفتگو ہوئی اسے تاریخ نگاروں نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو:

جناب محمد ﷺ نے سلام کے بعد گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا ''آپ نے مجھے یاد کیا ہے'' سیدہ نے کہا میں چاہتی ہوں آپ میرا سامان تجارت لے کر شام جائیں اور وہاں سے ضروری سامان خرید کر لائیں۔ آپ کو اس کے صلے میں دوسروں سے زیادہ معاوضہ دیا جائے گا کیونکہ میں نے آپ کی دیانت اور ذہانت کی بہت تعریف سنی ہے''

حضرت محمد ﷺ: ''مجھے منظور ہے''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا: ''میسرہ میرا غلام آپ کے ہمراہ ہوگا۔''

حضرت محمد ﷺ: ''یہ میرے لیے خوشی کی بات ہوگی''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا: (میسرہ سے مخاطب ہو کر) ''میسرہ تم ان کے ساتھ جاؤ اور تیاری شروع کر دو تا کہ قافلہ وقت مقررہ پر شام کی طرف روانہ ہو سکے''۔

اس کے بعد حضرت محمد ﷺ واپس تشریف لے گئے، خاتون مکہ آپ کی

شیریں بیانی اور معاملہ فہمی سے بے حد متاثر ہوئیں۔

''اس عمر میں یہ حیا، ذہانت اور شیرینی میں نے یہ سب باتیں آج تک کسی انسان میں نہیں پائیں یہ نفاست پسند نوجوان کس قدر سادہ معصوم اور فہیم ہے''

وہ کچھ دیر تک جناب محمد ﷺ کے متعلق سوچتی رہیں۔

شام سے واپسی اور غلام کی گواہی:

دو ماہ کے بعد جب قافلہ واپس آیا تو دن ڈھلے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی اور حسن اتفاق سے خاتون مکہ اپنے بالا خانہ کی ایک کھڑکی سے شاہراہ شام کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ انہیں دور سے ایک شتر سوار نظر آیا اور جوں جوں وہ قریب آتا گیا، خاتون مکہ کی حیرت بڑھتی گئی۔ وہ ان کے نگران کار جناب محمد ﷺ تھے جو قافلہ سے پہلے پہنچ کر اطلاع دینے کیلئے نہایت سبک رفتاری سے تشریف لا رہے تھے۔ خاتون مکہ بالا خانہ سے اتر کر دلان میں آ گئیں اور ایک کنیز کو حکم دیا کہ جونہی جناب محمد ﷺ اپنی سواری کو بٹھالیں، انہیں دلان میں لے آئے۔ کنیز فرود گاہ کی طرف چلی گئی اور خاتون مکہ نے ایک اور خوبصورت سی چوکی دلان میں رکھوا دی۔

اتنے میں کنیز نے جناب محمد ﷺ کے آنے کی اطلاع دی اور خاتون مکہ کا اشارہ پا کر انہیں اپنے ساتھ اندر لے آئی۔ خاتون مکہ نے آپ ﷺ کو چوکی پر بیٹھنے کے لئے کہا اور مسرت بھرے لہجے میں پوچھا: ''آپ آ گئے۔''

''ہاں! خدا کا شکر ہے قافلہ بھی خیریت سے پہنچ گیا ہے۔ بس تھوڑی دیر میں میسرہ بھی آنے والا ہے۔'' جناب محمد ﷺ نے نہایت پرسکون انداز میں جواب دیا۔

[illegible] نے کنیز کو اشارہ کیا جو شربت لے آئی اور جناب محمد ﷺ کی خدمت پیش کر کے پیچھے ہٹ گئی۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر دائیں ہاتھ سے کٹورا

پکڑا اور تھوڑا تھوڑا وقفہ دے کر شربت نوش کیا۔ خاتون مکہ آپ ﷺ کے اس باوقار انداز سے بے حد متاثر اور محظوظ ہوئیں۔

شربت نوش فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ حساب ابھی پیش کیا جائے؟ خاتون مکہ بولیں "اس وقت آپ اپنے گھر تشریف لے جائیں۔ اپنے عزیز واقارب سے ملاقات کریں، آرام فرمائیں اور حساب دوسرے دن کے لئے ملتوی کر دیں۔"

رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ میسرہ بھی سامان تجارت کو گوداموں میں رکھوا کر فارغ ہو گیا۔ پھر خاتون مکہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خاتون مکہ نے تھوڑی سی گفتگو کے بعد کہا: "میسرہ میں اس سفر کا حال سننے کا اشتیاق رکھتی ہوں۔"

آنحضرت ﷺ کی عظمت میسرہ کی زبان میں:

میسرہ "سیدہ میں خود واقعات سنانے کیلئے بے تاب ہوں۔"

اسکے بعد خاتون مکہ ہمہ تن گوش بن گئیں۔ میسرہ کہہ رہا تھا:

"میں نے مدتوں تک آپ کی خدمت کی ہے اور اس دوران طرح طرح کے انسانوں سے واسطہ پڑا ہے، لیکن جناب محمد ﷺ کی رفاقت میں جو کچھ دیکھا، وہ سب سے عجیب تر ہے۔ میں نے انہیں مشکلات میں بلند حوصلہ، مصائب میں پرسکون، ہجوم میں باوقار اور خرید وفروخت میں انتہائی ذہین، فہیم اور دور اندیش دیکھا ہے۔ وہ بڑے بردبار اور متحمل مزاج نوجوان ہیں۔ ان کی خاموشی میں وقار اور گفتگو میں دلکشی ہے۔ ان کے منہ سے کوئی فضول بات نہیں نکلتی۔ لوگ اگر انہیں امین وصادق کہتے ہیں تو حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کے موتی جیسے دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ پسینہ انتہائی خوشبودار

ہے۔ وہ دن کی روشنی میں حسن اور رات کی تاریکی میں حسین تر
نظر آتے ہیں۔ ان کی تدبیر میں پہاڑوں کی رفعت، سوچ میں
صحرا کی وسعت اور کردار میں گل تر کی نکہت ہے۔ وہ لاکھوں
میں ایک اور اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ تجارت ان کے حوالے
کر دیجئے۔ بس کاروبار چمک اٹھے گا۔"

میسرہ خاموش ہو جاتا ہے۔ کنیزیں محو حیرت ہیں۔ خاتون مکہ خاموش ہے
اور میسرہ دوبارہ سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے کہتا ہے:

"جب ہم بصریٰ پہنچے اور ایک درخت کے سایہ میں ٹھہرے تو
اس خانقاہ کے راہب نسطورا نے مجھے بلا کر پوچھا "یہ کون
ہیں؟" میں نے کہا یہ بنو ہاشم کے گھرانے کا ایک پاکباز نوجوان
ہے۔ تو نسطورا نے کہا اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کوئی نہیں
ٹھہرتا، پھر اس نے مجھ سے جناب محمد ﷺ کی آنکھوں کی سرخی
کے متعلق دریافت کیا اور جب میں نے بتایا کہ ان کی آنکھوں
میں سرخ ڈورے ہمیشہ موجود رہتے ہیں، تو نسطورا بولا وہ یقیناً
نبی آخر الزمان ہیں۔ (از سیرت محمد رسول ﷺ صفحہ ۶۴)

سیدہ رضی اللہ عنہا کا اعتراف:

تھوڑے دیر تک خاموشی رہی۔ خاتون مکہ کسی سوچ میں کھوئی دکھائی دیتی تھیں۔ جب اسی حالت میں چند گھڑیاں گزر گئیں تو یکدم چونک اٹھیں اور میسرہ سے کہا:

بے شک محمد ﷺ بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں تم ان کے ساتھ سامان تجارت لے کر اب یمن جانے کے لیے تیار رہو۔

بس نئے چاند کے پہلے عشرہ میں روانگی ہوگی۔

دوسرے دن حضرت محمد ﷺ نے شام کے تجارتی سفر کا حساب کتاب پیش کیا۔ اس دفعہ خاتون مکہ کی توقع سے بڑھ کر منافع ہوا تھا، انہوں نے جناب محمد ﷺ کو ان کا معاوضہ دے کر کہا:

"اے محمد ﷺ! اب آپ یمن جانے کے لیے تیار رہیں، اگلے چاند کے پہلے عشرہ میں روانگی کا انتظام کر لیا جائے گا۔"

جناب محمد نے اثبات میں جواب دیا اور واپس لوٹ گئے۔

خاتون مکہ ان کو جاتے ہوئے دیکھتی رہیں اور جب وہ نظروں سے غائب ہو گئے تو بے اختیار کہہ اٹھیں:

"محمد ﷺ نوجوان ہیں لیکن کس قدر پاکیزہ صورت اور نیک سیرت ہیں ان کا دل مطمئن اور چہرہ پر سکون ہے، کاش میری زندگی میں خلا نہ ہوتا۔"

ان کے ذہن میں عتیق اور ابو ہالہ کی تصویریں ابھر آئیں۔ ان کی رفاقت میں گزرے ہوئے دن یاد آ گئے۔ طبیعت اداس ہو گئی اور دنیا ویران سی محسوس ہونے لگی۔ (بحوالہ کتاب "خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا" ص: ۱۹)

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پیغام نکاح:

کاروبار تجارت میں آنحضرت ﷺ کی دیانت و امانت اور آپ کی سچائی نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ وہ ہر مجلس میں آپ کی پاکبازی اور دیانت کا تذکرہ کرتی تھیں۔

عالم اسلام کے مشہور مفکر ڈاکٹر حمید اللہ (پیرس) نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی" میں طبقات ابن سعد کے حوالے سے پیغام نکاح کا واقعہ اس طرح نقل کیا ہے۔

"طبقات کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً آنحضرت ﷺ

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملنے جاتے تھے، سیدہ نے اپنی قریبی سہیلی نفیسہ بنت منیہ سے آنحضرت ﷺ کی پسندیدگی کا بھی ذکر کیا ہے۔

''ایک دن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ اے چچازاد، قرابت دار ہو اور امانت، صدق اور اخلاق حسنہ کے ساتھ موصوف ہو، تمہاری جانب میرا میلان خاطر ہے۔''

سیدہ نے اپنی سہیلی نفیسہ کے ذریعے آنحضرت ﷺ کو پیغام نکاح بھیجا۔ آنحضرت ﷺ نے اس پیغام پر اپنے چچا ابو طالب سے اجازت طلب کی تو انہوں نے کہا:

> ''بھتیجے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے شادی کا پیغام تمہاری خوبیوں کا اعتراف ہے۔ وہ بہت دور اندیش اور فراست والی خاتون ہیں۔ انہوں نے تمام سرداروں کو ٹھکرا کر تمہیں از خود منتخب کیا ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے چچا کی رضامندی کے بعد اس پیغام کو قبول کیا۔ چند روز بعد نکاح کی تاریخ مقرر ہوگئی، ملت ابراہیمی کے مطابق ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا اور یوں خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکباز خاتون سردار دو عالم ﷺ کے حبالہ عقد میں آکر دنیا بھر کے مسلمانوں کی ''ماں'' قرار پائیں۔

(از سیرۃ رسول ﷺ عربی، صفحہ ۵۶)

آنحضرت ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا مہر:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے ابو طالب اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ورقہ بن نوفل بطور ولی اور سرپرست نکاح کی تقریب میں آئے، مہر نکاح چار سو مثقال مقرر ہوا، اور طرفین سے ولی پیش ہوئے، اس طرح ایجاب وقبول کے بعد اس مقدس نکاح کی تقریب مکمل ہو

پہنچی۔ (سیدہ خدیجہ الکبریٰ، ص ۲۹)

نکاح کے وقت عمر:

اصابہ ج ہشتم ص ۶۰ کے مطابق نکاح کے وقت آنحضرت ﷺ کی عمر ۲۵ اور سیدہ خدیجہ کی عمر ۴۰ سال تھی۔

سیدہ کے فضائل اور خصوصیات:

☆...... آپ حضور ﷺ کی پہلی بیوی ہیں، یعنی سید الانبیاء کی رفاقت کا شرف سب سے پہلے آپ کے حصہ میں آیا۔

☆...... حضور ﷺ کو منتخب کرنے اور ان سے نکاح کی بات چیت کرنے میں پہل کرنے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے، گویا رحمۃ اللعالمین کو دعوت دے کر اپنے کاشانہ میں سکونت اختیار کر لینے کی درخواست دے کر آپ نے محبت اور عقیدت کی ایسی مثال پیش کر دی جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں کسی دوسری کو نصیب نہ ہو سکی۔

☆...... آپؓ نے نکاح کے بعد خاتم النبیین کی جس طرح تن من اور دھن سے خدمت کی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

☆...... آپ نے مشکلات اور مصائب کے ہجوم میں جس طرح شاہ عرب وعجم کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کی اس کا اعتراف خود شاہ لولاک نے بارہا کیا ہے۔

☆...... محسن انسانیت کے دل میں جس طرح آخر وقت تک آپ کی یاد قائم رہی وہ دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے بھی باعث رشک تھا۔

☆...... اپنے نکاح کے موقع پر جس طرح اپنی کنیزوں کو دف بجانے کا حکم دے کر آپ نے اپنی خوشی کا اظہار کیا ہے ویسا اظہار حضور ﷺ کے دوسرے نکاح میں نظر نہیں آتا۔

☆...... آپ تمام مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں۔

☆..... آپ کو اللہ جل شانہ نے خود سلام بھیجا۔

☆..... آپ کو جبرائیل امین علیہ السلام نے خود سلام کہا۔

☆..... حضور ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہا کے سوا جو آپ کی زوجہ مطہرہ بی بی یہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، ساری اولاد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہی پیدا ہوئی تھی۔

☆..... آپ کی زندگی میں سرور عالم ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی، نہ کبھی اس کے متعلق سوچا۔

☆..... دفن کے وقت حضور ﷺ آپ کی قبر میں خود اترے تھے۔

☆..... آپ کے لیے حضور ﷺ نے فرمایا تھا:

''میں جب کفار کی کوئی بات سنتا تھا اور وہ مجھے ناگوار معلوم ہوتی تو میں خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہتا، وہ اس طرح میری ڈھارس بندھاتی تھیں کہ میرے دل کو تسکین ہو جاتی تھی اور کوئی رنج ایسا نہ تھا جو خدیجہ کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہو جاتا تھا''

☆..... آپ نے ابولہب کی لونڈی ثوبیہ کو (جس نے چند دن تک حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ پلانے سے پہلے) خرید کر آزاد کرنے کا ارادہ کر لیا تھا، مگر ابولہب نے انکار کر دیا، یہ حضور ﷺ کے لیے آپ کے دل میں عزت وتکریم کی وجہ سے ہوا تھا۔

☆..... جب حضور ﷺ کفار کی باتوں سے رنجیدہ ہوتے، تو آپ عرض کیا کرتیں یارسول اللہ ﷺ! آپ رنجیدہ نہ ہوں، بھلا کوئی ایسا رسول بھی آج تک آیا ہے جس سے لوگوں نے تمسخر نہ کیا ہو'' یہ سن کر حضور ﷺ کا رنج دور ہو جاتا تھا۔

☆..... پڑھنا لکھنا جاننے کی وجہ سے آپ کو کتابت وحی کا شرف بھی حاصل تھا۔

(بحوالہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، ص ۸۷)

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

"مواعظ اشرفیہ" جلد اول صفحہ ۱۲۵ پر لکھا ہے:

"حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس بوقت وفات تشریف لائے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا: تم اس مرض سے جانبر نہ ہو سکو گی"

انہوں نے فرمایا "میں حق تعالیٰ کے حکم کو بخوشی قبول کرتی ہوں"

اس کے بعد رحلت فرما گئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو...... جو اس واقعہ کو دیکھ رہی تھیں۔ کمال تعجب ہوا کہ باوجود کہ حضور ﷺ کو ان سے خاص محبت ہے، لیکن وفات کے وقت ایسا دل شکن لفظ کیوں فرمایا: آخر بعد ان کی وفات کے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اس میں کیا مصلحت تھی۔ ارشاد فرمایا:

> "میں نے ان کا نامہ اعمال دیکھا تو کوئی نیکی ایسی نہ تھی کہ اس میں نہ ہو سوائے شہادت کے۔ اس واسطے میں نے یہ تدبیر کی کہ ان کو ایک رنج پہنچایا جائے اور وہ اس پر صبر کریں اور شہادت سے محروم نہ رہیں۔"

حضور ﷺ کے لیے یہ جانکاہ سانحہ تھا۔ ابھی پیارے چچا کی وفات کا غم غلط نہ ہوا تھا کہ ایک جانثار رفیقہ حیات بھی داغ مفارقت دے گئیں، آپ ﷺ کو اس صدمہ نے مضمحل کر دیا اور آپ ﷺ نے اس سال کو عام الحزن، غم کا سال فرمایا۔

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد گھر میں کوئی ایسا فرد باقی نہ رہا تھا جو دو کم سن بچیوں ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کرتا اور آپ ﷺ ان خطرناک حالات میں بھی جب دعوت اسلام کے لیے باہر تشریف لے جاتے تو یہ صاحبزادیاں گھر میں بے سہارا رہ جاتیں۔ حضور ﷺ کو اب گھر کی چار دیواری میں اداسی اور تنہائی کے تاریک سائے بڑھتے ہوئے محسوس ہوتے تھے، ہر شخص جانتا ہے

کہ رفیقہ حیات کے بغیر زندگی کی رعنائیاں معدوم ہو جاتی ہیں اور یہ تو آپ کی مثالی اور پہلی زوجہ مطہرہ تھیں، ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر لاکھوں سلام ہوں۔

رحلت کے وقت سیدہ کی عمر ٦٥ سال تھی، حضور ﷺ نے آپ کو حجون کے دامن میں دفن کیا تھا۔ آپ کی قبر میں حضور ﷺ خود اترے تھے، اس وقت تک نماز جنازہ پڑھنے کا حکم نہیں آیا تھا، اس لیے آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی، آپ کی قبر مبارک آج بھی مکہ مکرمہ میں موجود اور زیارت گاہ عوام ہے۔

(بحوالہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا صفحہ ٨١)

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے داماد:

حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور آنحضرت ﷺ کے تین داماد ہیں جنہیں آپ ﷺ کی چار صاحبزادیوں کا شوہر ہونے کا شرف حاصل ہے، آنحضرت ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق آپ نے کسی بیٹی کا نکاح بھی خدا کی وحی کے حکم کے بغیر نہیں کیا، اس حدیث سے تینوں دامادوں کی عظمت و رفعت دوچند ہو جاتی ہے۔

آپ کی پہلی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص قاسم بن ربیع رضی اللہ عنہ سے اس وقت ہوا۔ جب غیر مسلموں سے مسلمانوں کو نکاح کی اجازت تھی، بعد میں جب یہ اجازت منسوخ ہو گئی، تو پہلے نکاحوں کو اسلام نے جوں کا توں باقی رکھا، آنحضرت ﷺ کی باقی تینوں صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یکے بعد دیگرے ہوا۔ تو ان نکاحوں ہی نے دامادوں کے اسلام کی تصدیق کر دی تھی، کیونکہ بعد کے دونوں داماد اس اجازت کے ختم ہونے کے بعد شرف دامادی سے آراستہ ہوئے تھے۔

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ قاسم بن ربیع اموی:

آپ سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ میں ہوا۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ:

آپ سے پہلے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

آپ سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قریبی عزیز:

ہالہ بنت خویلد آپ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی بہن تھیں۔

حضرت امامہ بنت ابو العاص:

آنحضرت ﷺ اور سیدہ کی نواسی اور زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب:

ان کی دوسری شادی خدیجہ کے بھائی عوام بن خویلد سے ہوئی۔

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

انہی زبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا، جن کے بطن سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ:

یہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی حزام بن خویلد کے لڑکے تھے، انہوں نے

۱۳۰ سال کی عمر میں ۵۴ھ میں وفات پائی۔

ورقہ بن نوفل:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے۔

سیدہ کے غلام:

ا۔ میسرہ رضی اللہ عنہ ۲۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

(ماخوذ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا از فاروقی شہید)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان سے حسن سلوک:

اسلام نے دودھ شریک رشتہ کو بھی وہی مرتبہ بخشا ہے جو نسبی قرابت کو حاصل ہے، اسی بناء پر حضور ﷺ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں سے ہمیشہ اسی سلوک اور حسن مراعات سے پیش آتے جو خاندانی اقرباء سے مرعی تھا۔

جب بعثت کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور انکے شوہر حضرت حارث رضی اللہ عنہ ملنے کی غرض سے آئے تو آپ ﷺ نے ان کیلئے اپنی چادر بچھادی، آپ ﷺ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھایا۔

جب غزوہ حنین میں بنوسعد قبیلے کے اسیران حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیئے گئے تو ان اسیران میں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی بھی تھی جو آپ ﷺ کو بچپن میں اٹھا کر دعائیں کرتی تھی:

"اللّٰھم ابقلنا محمدا"

اے اللہ اس محمد ﷺ کا شہرہ کر...... ان کو قید دیکھ کر حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو آگئے، ان کے بیٹھنے کیلئے ردائے نبوت بچھائی، پھر آپ ﷺ نے ان کو بہت سے اونٹ اور بکریاں عطا فرما کر ان کے گھر پہنچایا اور حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ان کے قبیلہ کے دیگر اسیران کو رہا کردیا۔

بیت اللہ کی تعمیر اور حجر اسود کا باہمی نزاع

ابتداء زمانہ نے بیت اللہ کی عمارت کو کمزور کر دیا اور دیواروں میں شگاف پڑ گئے، اس کی از سر نو تعمیر اپنے حلال کی کمائی اکٹھی کی گئی اور جب اس کی تعمیر شروع ہوئی تو تمام اکابر خود گردنوں پر پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، حضور ﷺ نے اس کام میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، آپ ﷺ نے اس محنت کا ... پتھر اٹھانے کی ... دوش ہائے مبارک چھل گئے۔

زمانہ جاہلیت میں برہنہ ہونا کوئی عیب کی بات نہیں سمجھی جاتی تھی، آپ ﷺ کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بھتیجے! یہی اچھا ہے تم اپنی ازار اتار ڈالو، تاکہ پتھروں کے نیچے رکھنے میں کام آئے، لیکن برہنگی سے آپ ﷺ کو سخت نفرت تھی، اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورہ کی طرف آپ ﷺ نے التفات نہ فرمایا۔

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خود چادر کا کنارا پکڑا اور زبردستی اس کو اتارا اور آپ ﷺ برہنہ ہو گئے، لیکن اس حالت کا آپ ﷺ کے قلب مبارک پر ایسا ہول سمایا کہ معاً غش کھا کر گر پڑے اور واقعی کسی نیک آدمی کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی کے سامنے برہنہ ہو۔

بیت اللہ کی تعمیر کے بعد سنگ اسود نصب کرنے کے معاملہ میں اختلاف ہوا یہاں تک کہ بنو عبدالدار اور بنو عدی نے موت کا حلف اٹھالیا، قریب تھا کہ تلواریں بے نیام ہو کر کشت و خون کا بازار گرم ہو، قوم کے سرداروں نے بڑے ردّ و کد کے بعد یہ طے کیا کہ جو کوئی علی الصبح حرم کعبہ میں داخل ہو تمام لوگ اس کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں۔

قریش کے مقتدر افراد بڑی بڑی آرزوئیں لیکر مسجد الحرام میں آئے تو وہاں حضور ﷺ کو موجود پا کر کہنے لگے:

هذا محمد الامین رضینا هذا محمد الامین

یہ تو قوم کے امین محمد ﷺ ہیں ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی خدا داد فراست اور عجیب حکمت عملی سے اس گتھی کو سلجھایا کہ ایک چادر بچھا کر اس میں اپنے دست مبارک سے سنگ اسود کو اٹھا کر رکھا اور ہر قبیلہ کے سربرآورد افراد کو فرمایا کہ اس چادر کا ایک ایک کونہ تھام لیں اور مقام نصب تک لے چلیں۔

جب اس کے نصب کرنے کی جگہ پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام قبائل مجھے اپنا وکیل بنا دیں چونکہ وکیل کا فعل موکل ہی کا فعل متصور ہوتا ہے، سب نے اس کو منظور کرلیا اور آپ ﷺ نے سب کی طرف سے اٹھا کر اس کو خانہ کعبہ کے مقام پر رکھ دیا اور ایک پیچیدہ گتھی آپ ﷺ کے ناخن تدبیر سے باحسن وجوہ سلجھ گئی۔ (سیرت ابن ہشام جلد۱، صفحہ ۲۲۸۔ عیون الاثر جلد۱، صفحہ ۵۱، ۵۲۔ تاریخ الاسلام ذہبی جلد۱، صفحہ ۶۸)

اضطراب اور بے چینی:

جس طرح سپیدہ صبح آفتاب عالم ماہتاب کی آمد کا پتہ دیتا ہے اور باران رحمت سے پہلے ٹھنڈی ہوا چلتی ہے، اسی طرح سید الاولین والاخرین کی بعثت سے قبل ایسے واقعات پیش آرہے تھے۔ جنہیں شریعت کی اصطلاح میں ارہاص کہا جاتا ہے ارہاص ان علامات کو کہتے ہیں کہ جو کسی نبی کو نبوت ملنے سے پہلے ظاہر ہوتی ہیں۔

ایک ارہاص یہ تھا کہ نبوت سے پہلے آپ ﷺ کو خواب میں فرشتے نظر آتے تھے۔

دوسرا ارہاص یہ تھا کہ آپ ﷺ جس راستے سے گذرتے تو پتھر اور درخت آپ ﷺ کو سلام کرتے۔

تیسرا ارہاص یہ تھا کہ شیاطین کو آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا۔

چوتھا ارہاص یہ تھا کہ ایسے خواب نظر آتے تھے جن کی تعبیر ہو بہو بر آمد ہوتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

رویائے صادقہ:

رویائے صادقہ کا سلسلہ تقریبا چھ مہینے تک جاری رہا، پھر طبیعت خلوت اور عزلت نشینی کی طرف مائل ہونا شروع ہوئی تا کہ اہل وعیال کے علائق سے علیحدگی کے بعد عالم غیب کی طرف کامل توجہ ہو سکے۔

جب ایام وحی قریب پہنچے تو غار حراء کے عزلت گزیں، عبادت و ریاضت میں غیر معمولی کثرت ومزاولت فرمانے لگے، یہاں تک کہ جب سن مبارک پورے چالیس سال کا ہوا، تو آپ ﷺ کے باطن میں وحی الٰہی کا سر چشمہ موجیں مارنے لگا اور صبح وحی کی روشنی آفاق عالم کو منور کرنے لگی۔

(ابن ہشام جلد ۱، صفحہ ۲۶۶۔ طبری جلد ۲، صفحہ ۲۹۸)

نزول وحی:

جب نیر رسالت کے طلوع کا وقت آیا تو ملائکہ کے سردار حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بحکم خداوندی غار حرا میں تشریف لائے اور فرمایا...... اقراء...... پڑھئے!

تو آپ ﷺ نے فرمایا...... ما انا بقاری...... میں لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔

تین دفعہ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا...... اقراء...... پڑھئے۔

تو آپ ﷺ نے وہی جواب دہرایا، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے شانوں سے پکڑ کر بھینچا اور فرمایا:

اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقراء وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم

”پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔“

آپ ﷺ نے ان آیات بینات کو زبان مبارک سے ادا کیا اور اس پہلی وحی الٰہی کو حضور ﷺ نے معاً یاد کر لیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام چلے گئے۔

☆☆☆

نبوت سے ہجرت تک

غار سے مراجعت:

حضور ﷺ کے سر اقدس پر نبوت کا تاج سجا دیا گیا تو آپ ﷺ کا ہول و ترس کے مارے جسم کانپ رہا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آ کر فرمایا زملونی زملونی ... اے خدیجہ رضی اللہ عنہا مجھے کمبل اڑھا دو، انہوں نے آپ پر ایک گلیم ڈال دی جب طبیعت پر سکون ہوئی اور خوف و ہراس جاتا رہا۔ اب آپ ﷺ نے تمام واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گوش گزار کیا، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

> ''آپ ﷺ غم نہ کریں خدائے قدوس آپ ﷺ کو کبھی ضائع نہ کرے گا بلکہ سرفراز فرمائے گا، کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں، یتیموں اور مسکینوں کی دستگیری فرماتے ہیں، مہمان نواز ہیں، درماندوں کی مدد کرتے ہیں، امانت دار خوش خصال، نیک کردار، بلند فطرت، بلند حوصلہ ہیں۔''
> (بخاری و مسلم)

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ مجھے اس خدائے ودود کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ آپ ﷺ اس امت کے نبی ہیں۔

ورقہ بن نوفل کا حیات آفرین بیان:

اس کے بعد ام المومنین اپنے عم زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو

سابقہ آسمانی کتب کے عالم، بت پرستی اور رسوم جاہلیت کو چھوڑ کر عقیدۂ توحید اختیار کرنے والے بزرگ تھے۔

جب ام المومنین کی زبان سے حضور ﷺ کی سرگزشت سنی تو ورقہ خوشی سے اچھل پڑے اور فرمایا کہ یہ تو وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا، کہا! اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! تجھے مبارک ہو کہ محمد ﷺ اس امت کے نبی ہیں تم ان کی خدمت میں جا کر میری طرف سے ہدیہ تبریک وتہنیت پیش کرنا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ مژدہ سن کر واپس آئیں۔

جب حضور علیہ السلام کی ورقہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا خدائے قدوس کی قسم آپ اس امت کے نبی ہیں، ایک وقت آئے گا کہ پیغام توحید پہنچانے کے جرم میں آپ ﷺ کو ایذائیں دی جائیں گی، تکذیب کی جائے گی اور خارج البلد کیا جائے گا۔

ورقہ نے کہا کہ اگر میں اس وقت زندہ ہوا تو آپ کی رفاقت کا حق ادا کروں گا۔ (عمدہ القاری جلد۱، صفحہ۵۲۔ بخاری جلد۱، فتح الباری جلد۱۲، صفحہ ۳۱۷۔ سیرت ابن ہشام جلد۱، صفحہ ۲۳۸)

فترت الوحی:

اس پہلی وحی کے بعد تین سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا پھر قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ...... وانذر عشیرتك الا قربین ...... نازل ہوئی، پھر یہ وحی کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا، جب تک حیات طیبہ کا ظاہری تعلق عالم اجسام سے منقطع نہ ہوا۔

اوّل المومنین:

آنحضرت ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول

... اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے۔

مورخین نے ابتداء میں اسلام قبول کرنے والوں کی تقسیم یوں کی ہے

بچوں میں	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
غلاموں میں	حضرت زید رضی اللہ عنہ
عورتوں میں	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
جوانوں میں	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جس کو بھی اسلام پیش کیا تو اس نے دلیل اور معجزہ طلب کیا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی نہیں جس نے بغیر تامل سوچ و بچار اور غور و فکر کے اسلام قبول کر لیا ہو۔ (البدایہ والنہایہ جلد۳، صفحہ ۲۷)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب میں نے علی کو اسلام پیش کیا تو انہوں نے فرمایا میں اپنے والد سے پوچھ کر بتاؤں گا، انہوں نے ابو طالب سے پوچھا۔ تو ابو طالب نے کہا کہ میں نہ تو اسے روکتا ہوں اور نہ اسے قبول کرتا ہوں۔ اگلے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا۔

فاران کی چوٹیوں سے دعوت انقلاب:

اگر آنحضرت ﷺ کو مکہ کی ظالم حکومت کے مقابل حزب اختلاف کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، مگر یہ عنوان پوری سیاست کے فریب سے ایسا بدنام ہے کہ اس کا معنون آپ ﷺ کو بنایا نہیں جا سکتا۔

مکہ میں ابوجہل کی گورنمنٹ قائم ہے۔ ظلم و ستم کا دور دورہ ہے، کوئی آواز نہیں اٹھا سکتا، بتوں کا تقدس مانا جاتا ہے، حقیقی خدا کی راہ سے پہلوتہی کی جاتی ہے، جو مخالف اٹھتا ہے، اس کا سر کاٹ دیا جاتا ہے......دفعتاً ایک شخص محمد نامی نے فاران کی چوٹیوں سے اعلان کیا!

ایک خدا کی شاہی قبول کر لو

اس نے تم کو پیدا کیا
اس نے زمین و آسمان بنائے
اس کی حاکمیت میں فلاح وکامرانی ہے
ظلم وستم کی اندھیر نگری ختم کر کے اسی خدا کے عدل وانصاف کی راہ اختیار کرلو، یہی سرمدی فلاح کا راستہ ہے'

عجیب نعرہ تھا اور انوکھا عنوان تھا۔

حیرت انگیز منشور تھا اور بے مثال آوازہ تھا، جو اس محمد ﷺ نے لگایا سارا ملک چونک اٹھا ... یہ کیا ہو گیا اور کیوں ہو گیا... یہ محمد ﷺ کون ہے یہ کیسی آواز ہے، تقریر وتحریر کی پابندی کا سنگم کس نے توڑا ہے، ہر طرف سے چہ میگوئیاں ہونے لگتی ہیں۔

یکا یک پتھروں کی بارش ہوتی ہے اور نئے نعرہ کا علمبردار زخموں سے چور کر دیا جاتا ہے ... اور وہ اقتدار کی نگاہ ناخوش میں کھٹکنے لگتا ہے...... وہ محمد ﷺ جو سریر آرائے نبوت تھا، اپنی جماعت کے افراد پیدا کرنے کے لیے دن رات کوشاں رہتا ہے... بالآخر ابو بکر نامی ایک شخص مکہ کا تاجر ابتدائی رکنیت قبول کر لیتا ہے۔

اس طرح یکے بعد دیگرے ۳۶ افراد جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں۔

سربراہ مکہ ابوجہل ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے...... ہر طرح کی پابندی لگا کر دیکھ چکا ہے...... سوشل بائیکاٹ کی مہم جاری ہے، تین سال کے لیے اسلامی انقلاب کے قائد کو اہل وعیال کے ہمراہ نظر بند کر دیتا ہے...... مگر وہ دن بدن اپنے پروگرام کو بڑھاتا چڑھاتا رہا ہے...... آئے دن اس کی جماعت ترقی کرتی چلی جاتی ہے، اس کو مکہ کا سارا اقتدار (سرداری، وزارت یا گورنری) پیش کیا جاتا ہے مگر وہ تو سارا نظام بدلنا چاہتا ہے، پتھروں کی مورتیوں کو توڑ کر ایک خدا کے سامنے سب کو کھڑا کرنے کے درپے تھا۔ اسے کوئی لالچ اور دھمکی اپنے مشن سے نہ روک سکتی تھی، وہ تمام پابندیاں

توڑتا ہے، خدائی قوانین کی رکاوٹوں کو پاؤں کی ٹھوکر پر رکھتا ہے، اور باطل کا الٹی چارج سہتا ہے، مگر اپنا منشور ہر جگہ دنیا کو سناتا ہے، اس کی جماعت کا ایک رکن بلال ؓ ہے، اسے دیکھو اقتدار نے نشانۂ ستم بنایا ہوا ہے، تپتی ریت پر لٹایا گیا ہے، جسم پر وزنی پتھر ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی جماعت اور پروگرام کو خیر باد کہہ دے۔ ایک خباب ؓ ہے وہ انگاروں پر لٹایا گیا ہے ایک سمیہ ؓ اس کی متفق کارکن خاتون ہے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے ہیں، خود قائد ذات نبوۃ کے راستوں میں کانٹے بچھائے گئے۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ بتوں کو کچھ نہ کہا جائے، اپنا منشور نہ پیش کیا جائے، ظلم روکنے کو نہ کہا جائے، ناہمواریوں پر احتجاج نہ کیا جائے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ جو کلمہ پڑھ کر محمد ﷺ کی جماعت کی رکنیت قبول کرتا ہے سارا معاشرہ اس سے بائیکاٹ کر لیتا ہے۔

صحابہ کرام ؓ کے اس قافلے میں امیر حمزہ ؓ جیسے پہلوان، امیر عمر ؓ جیسے بہادر، عثمان ؓ جیسے مالدار، اسی دور میں جماعتی حلقہ میں شامل ہوئے، آنحضرت ﷺ کے خلاف ہر دن سازشوں کا سماں رہتا ہے۔

قصی بن کلاب کے قائم کردہ گورنمنٹ ہاؤس دارالندوۃ میں ہنگامی اجلاسوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔۔ ادھر جب بیت اللہ پر ابوجہل کی گورنمنٹ نے حکومتی کارندوں کا پہرہ جما دیا تو آپ ﷺ نے دار ارقم کو مرکز اسلامی قرار دے دیا۔

اگرچہ ہمارے محسن سید کائنات ﷺ ۱۳ سال تک مکہ میں اس انقلاب کے قائد رہے، مگر آپ ﷺ کی زبان سے:

کوئی جملہ اصولوں کے خلاف سرزد نہ ہوا۔
آپ ﷺ نے کسی مخالف پر اوچھی تنقید نہیں کی۔
آپ ﷺ نے اپنے استدلال میں بھی کبھی جھوٹ نہ بولا۔

آپ ﷺ نے کسی کا نام نہیں بگاڑا۔
آپ ﷺ نے کبھی تہمت نہیں دی۔
آپ ﷺ نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔
آپ ﷺ نے کارکنوں کا بھی دل نہیں توڑا۔
آپ ﷺ نے اپنے پروگرام میں کبھی لچک پیدا نہیں کی۔ جو بات ایک دفعہ فرمادی اسی پر قائم رہنا آپ کا شیوہ تھا۔
آپ ﷺ نے کبھی کسی کا خوف نہ کھایا۔
آپ ﷺ نے کبھی لالچ وحرص پر نگاہ نہیں اٹھائی۔ (از سیرۃ ابن ہشام)

حالانکہ طائف والوں نے آپ ﷺ کو زخموں سے چور کر دیا تھا مگر آپ ﷺ نے کوئی بد دعا کا کلمہ ان کے حق میں نہ کہا تھا اور فقط ہدایت کی دعا فرمائی تھی۔

ہاشمیوں کو کھانے کی دعوت:

اس اول پیغام کے بعد آپ ﷺ نے اپنے خاص خاندان بنو ہاشم کی دعوت فرمائی، چالیس افراد مدعو تھے، جن میں حضور ﷺ کے چچا ابو طالب حمزہ اور عباس بھی شامل تھے، جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں فرمایا میں آپ کیلئے ایک ایسی چیز لے کر آیا ہوں جو دنیوی واخروی فلاح کی کفیل ہے، اس کو مان لو تو دنیا وعقبیٰ سنور جائے گی مگر قریش نہ مانے۔

مظلوم صحابہ رضی اللہ عنہم کی پہلی ہجرت:

مکہ کے مغرور وکینہ جو بت پرستوں کی نظر میں قبول اسلام کا جرم کوئی خفیف نہ تھا جو کسی طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہو، اس لئے انہوں نے گلشن رسالت کے مقدس پھولوں کے ساتھ ظلم وستم کا انداز جاری رکھا، تو حضور ﷺ نے نبوت کے پانچویں

سال ماہ رجب میں اپنے جاں نثاروں سے فرمایا۔ کہ جو کوئی ہجرت کا خواہش مند ہے وہ حبشہ چلا جائے۔ حضور ﷺ کا حکم پاتے ہی بارہ مرد اور چار عورتیں ہجرت کر کے حبشہ پہنچے۔ ان ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور بنت رسول حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

ابھی حبشہ میں قیام کئے ہوئے تین ماہ ہوئے تھے کہ اطلاع ملی قریش نے حضور ﷺ کی مخالفت چھوڑ دی ہے اور کلمہ توحید پڑھ لیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس آئے تو معلوم ہوا کہ یہ خبر بالکل بے بنیاد ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۳، صفحہ ٦٧۔ عیون الاثر جلد ۱، صفحہ ۲۰۹)

قریش مکہ کے تین سوالات:

قریش کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح کوئی حجت قاطع ہاتھ آئے جس سے وہ محمد ﷺ کے دعویٰ نبوت کا ابطال کر سکیں، اس سلسلہ میں کفار مکہ نے یہود کے عالم عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم ہمیں حجت قاطع دو کہ جس سے ہم نبوت کا ابطال کریں۔ تو انہوں نے تین سوالات بتلائے۔

اصحاب کہف کون تھے؟

ذوالقرنین کون تھا؟

روح کیا ہے؟

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ان سوالات کا جواب کل دوں گا اور ان شاء اللہ کہنا ذہن سے اتر گیا، اٹھارہ دن تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا، اعدائے اسلام نے انکار و تکذیب کا بازار گرم کیا تو خالق نے ان تینوں سوالات کے جواب سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ کہف نازل کر کے اپنے نبی ﷺ کو عطا فرما دیئے۔

(معارف القرآن جلد ۵)

نابینا صحابی سے بے اعتنائی اور مشفقانہ انتباہ خداوندی:

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ایک ماموں زاد بھائی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آنکھوں سے نابینا تھے۔ حضور ﷺ سے ملنے کے لئے اور کوئی مسئلہ دریافت کرنے کیلئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت بڑے بڑے سردار عتبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، حضور اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے اور آپ ﷺ ان سے بات چیت فرما رہے تھے، حضور اکرم ﷺ چاہتے تھے کہ یہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں اور اسلام کیلئے تقویت کا باعث ہو، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اپنی درخواست کا بار بار اعادہ کیا، آپ ﷺ پر ان کا قطع کلام شاق گزرا اور آپ ﷺ ان کی طرف التفات کیلئے بغیر سرداران قوم سے بات کرتے رہے۔ خالق ارض وسموات کو اپنے محبوب کا اعراض کرنا پسند نہ آیا تو فوراً سورۂ عبس کا نزول فرمایا:

> ''تیوری چڑھائی اور منہ موڑا کہ ایک نابینا ان کے پاس آیا اور اے پیغمبر آپ کیا جانیں شاید وہ سنور جاتا، یا نصیحت سنتا تو اس کو نصیحت سودمند ہوتی، جو شخص دین کی طرف سے بے پرواہی کرتا ہے اس کی طرف آپ خوب توجہ دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ پاک نہ ہو تو آپ پر کچھ الزام نہیں اور جو شخص ایسی حالت میں آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے تو آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں، معلوم ہو کہ یہ ایک نصیحت ہے۔''

اس واقعہ کے بعد حضور ﷺ ان کا بہت زیادہ اکرام فرماتے اور ان کیلئے اپنی چادر تک بچھا دیتے۔ (معارف القرآن جلد ۸، صفحہ ۶۷۰)

توحید پر خطاب:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفار کی طرف سے بہت سی تکلیفیں برداشت

کرنی پڑیں، ان میں سے ایک دن یہ المناک واقعہ پیش آیا کہ حضور ﷺ دار ارقم میں تشریف فرماتھے۔اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بار بار حضور ﷺ سے اصرار کرنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ! کفار اپنے باطل معبودوں کی عبادت کھلم کھلا کرتے رہتے ہیں اوران کی باتیں برسرعام پھیلاتے ہیں ہم حق پر ہونے کے باوجود کیوں خاموش رہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے اسلام کو برسرعام اعلان کر دیں، ان کے اس اصرار پر حضور ﷺ ان کو تسلی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے ابوبکر ہم تو اب تک تھوڑے ہیں، اب تک اعلان کا وقت نہیں آیا، یہ فرما کر حضور اکرم ﷺ یہاں سے اپنے اصحاب سمیت تشریف لے گئے اور ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر جا کر لوگوں کو اعلان اسلام کرتے رہے اور حضور ﷺ کی طرف لوگوں کی دعوت دیتے رہے۔ اسلام کا سب سے پہلا اعلان اور خطبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کے سامنے دیا۔

یہ اعلان اور خطبہ سنتے ہی مشرکین مکہ نے آپ پر اور سارے مسلمانوں پر حملہ شروع کر دیا اور بہت سخت مارا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پاؤں سے روندنے لگے اور آپ کو بہت تکلیف پہنچائی گئی۔ اور عتبہ بن ربیعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی منقش جوتیوں سے مارنے لگا۔اوران کے چہرے کو بگاڑ دیا، اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے لوگ آگئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر اپنے گھر لے گئے اوران کی موت پر ان کو یقین ہو گیا کہ وہ مرہی جائیں گے، اس کے بعد وہ لوگ مسجد حرام میں واپس آئے اور اعلان شروع کر دیا کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو جائے تو ضرور بالضرور ہم تمہارے سردار عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ بے ہوش تھے، حتیٰ کہ دن کا آخری حصہ آیا اس کے بعد کلام کرنا شروع کیا اور ہوش سنبھلتے ہی جو بات زبان سے نکلی وہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟

یہ سن کر لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو ملامت کرنے لگے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ تم ام جمیل کے پاس جاؤ اور ان سے پتہ کرو کہ حضور ﷺ اس وقت کہاں ہیں؟

چنانچہ ان کی والدہ ام جمیل کے پاس گئی اور پوچھا کہ اے ام جمیل تم محمد ﷺ بن عبداللہ کو جانتی ہو وہ کہاں ہیں؟

اس نے جواب دیا کہ میں محمد ﷺ بن عبداللہ کو جانتی ہوں اور نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جانتی ہوں۔ اس کے بعد ام جمیل نے کہا کہ کیا میں تمہارے ساتھ اس کو دیکھنے کے لئے چلوں؟ والدہ نے فرمایا کہ ہاں اور وہ سیدھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر اس نے چیخ ماری اور کہنے لگی کہ بے شک قوم نے تیرے ساتھ بہت برا برتاؤ کیا، میں امید رکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس قوم سے تیرا بدلہ لے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ام جمیل کو فرمایا کہ تم بتاؤ حضور علیہ السلام کا کیا حال ہے، اس نے کہا کہ یہ تیری والدہ بیٹھی ہوئی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری والدہ آپ ﷺ کا راز کسی کے پاس نہیں کھولے گی، یہ سن کر ام جمیل نے حضور ﷺ کی حالت کے بارے میں بتایا کہ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں اور اس وقت حضور ﷺ دارارقم میں صحیح سالم موجود ہیں۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس وقت تک کچھ کھانا نہیں کھاؤں گا اور نہ پیوں گا جب تک کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو جاؤں، یہ سن کر ان کی والدہ نے فرمایا کہ لوگوں کی پریشانی دور ہو گئی۔

جب انہیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ حال دیکھا تو حضور ﷺ پر بڑی رقت طاری ہو گئی، اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں اس وقت مجھے کفار کی طرف سے کوئی مصیبت نہیں پہنچی۔ مگر یہ کہ لوگوں نے میرے چہرے پر حملہ کر کے زخم پہنچایا اور یہ میری والدہ ہے جو اپنے لڑکے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والی ہے، آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی

آگ سے نجات عطا فرمائے، فوراً حضور ﷺ نے ان کی والدہ کے لئے دعا فرما دی اور ساتھ ساتھ ان کو اسلام کی دعوت دی۔ پس وہ اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلدا، صفحہ ۴۶)

قریش کا وفد ابو طالب کے پاس:

جب ظلم وتشدد اور ترغیب وتحریص سے اسلام کی اشاعت رکتی نظر نہ آئی تو سرداران قریش معاملہ کو صلح وآشتی سے سلجھانے کیلئے بنو ہاشم کے سردار ابو طالب کے پاس گئے اور ابو طالب سے کہا کہ آپ ﷺ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے۔ اوران کی مذمت کرتا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ بتلاتا ہے۔ اسے روکو۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو عمِ رسول نے کہا! اے برادر زادے یہ تمہاری قوم کے سردار ہیں یہ سب تم سے چاہتے ہیں کہ ان بتوں کی مذمت نہ کرو۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ عم محترم میں تو ان کو ایک وحدہ لاشریک کی طرف بلاتا ہوں۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ اے چچا! اگر یہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لا کر کیوں نہ رکھ دیں میں اپنے فرائض منصبی اور تبلیغ رسالت سے پیچھے نہیں ہٹوں گا، یا میں امر دین کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کے چھوڑوں گا یا اس کوشش میں خود مٹ جاؤں گا۔

یہ بات سن کر ابو طالب پر رقت طاری ہوئی اور انہوں نے محسوس کر لیا کہ یہ وہ لنگر ہے کہ باد مخالف کے تھپیڑے ان کی کشتی عزم کو کسی طرح جنبش نہیں دے سکتے۔ تو آپ نے کہا بیٹا جاؤ جو جی میں آئے کرو۔ میں تمہیں کسی حال میں نہیں چھوڑوں گا۔ اور جب تک زندہ ہوں کوئی شخص تمہارا بال تک بیکا نہیں کر سکتا۔

(سیرت ابن ہشام جلدا، صفحہ ۴۱۷-۴۱۹)

مقاطعہ:

جب قریش کو معلوم ہوا کہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب نے حضور ﷺ کی

حفاظت وصیانت کا عہد کیا ہے تو نبوت کے ساتویں سال آپ ﷺ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔ لیکن نبی ﷺ اور حب داران نبی نے تین سال تک مسلسل شعب ابی طالب میں قید کاٹ کر اسلام کا پرچم بلند کیا۔

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت:

مقاطعہ کے بعد سرور دو عالم ﷺ نے شفیتگان حق وصداقت کی درخواست پر انہیں دوبارہ حبشہ جانے کی اجازت ملی۔ چنانچہ ۱۱۴ مرد وعورت حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ تو پیچھے سے ابوجہل نے اپنے آدمی بھیج دیئے۔ جنہوں نے جا کر نجاشی سے کہا یہ ہمارے بھگوڑے مکہ سے آئے ہیں۔ انہیں نکال دو، بادشاہ نے کہا کہ میں تمہارے کہنے پر انہیں اپنے ملک سے نہیں نکال سکتا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۳)

بادشاہ نے دربار سجایا، ایک طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وفد ہے۔ اور دوسری طرف کفار مکہ کا۔ نجاشی نے پوچھا کہ بتاؤ تمہارا کیا اعتراض ہے؟ انہوں نے کہا کہ مکہ کے ایک شخص نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر اپنا دین ایجاد کیا ہے۔ اور وہ لوگ مکہ سے بھاگ کر یہاں پناہ گزین ہو گئے ہیں۔

کفار مکہ کے اعتراض کے جواب میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کہا اے نجاشی، ہم برائیوں میں مبتلا تھے۔ مورتیوں کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ محارم کو حلال کہتے تھے۔ حرام کاری معیوب نہ تھی۔ حقوق انسانیت کا پاس نہ تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہم میں پیغمبر آخر الزمان کو مبعوث کیا۔ ہم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، کفر وشرک کو چھوڑا، پاکیزگی وطہارت کو اپنا شعار بنایا، ہمارے رسول نے جس کو حلال کیا ہم نے اسے حلال اور جسے حرام بتایا اسے حرام سمجھا، اے بادشاہ! اس دین حق کے اختیار کرنے پر ہماری قوم ہماری مخالف ہو گئی، ہمارے اوپر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹے، تو ہم ہجرت کر کے یہاں آ گئے۔

اس تقریر کے اختتام پر بادشاہ نے کہا اے سرداران مکہ میں ان کو اپنے

ملک سے نہیں نکال سکتا۔

دوسرے دن اسلام کے مخالفین میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جو اس وقت کفر کے نمائندہ کی حیثیت سے تھے۔ انہوں نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتے۔ تو بادشاہ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم لوگ یسوع مسیح کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو؟

تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے بتایا کہ ''حضرت مسیح خدا کے پیغمبر اور کلمۃ اللہ اور اس کے برگزیدہ بندے ہیں''۔

جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کی آیات بینات پڑھیں، تو بادشاہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا کہ جو تم نے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق بتایا ہے، وہ اس سے اس تنکا بھی زیادہ مقام نہیں رکھتے۔ غرض قریش کی سفارت ناکام رہی اور ان کے نمائندے خائب و خاسر واپس آئے۔ (تاریخ الاسلام ذہبی جلد ۴، صفحہ ۱۸۴-۱۹۱، مسند احمد جلد ۱، صفحہ ۲۰۱۔ سیرت ابن ہشام جلد ۱، صفحہ ۳۳۴-۳۳۸)

نجاشی کا قبول اسلام اور غائبانہ نماز جنازہ کا مسئلہ:

نجاشی شاہان حبشہ کا لقب تھا۔ اس نے کہا میں حضور ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ جاؤں گا۔ اس نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مگر اسے حضور ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہوسکی، اور حبشہ میں انتقال فرما گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی۔ تو حضور ﷺ نے نجاشی کی نمازہ جنازہ پڑھائی۔

یہ حضور اکرم ﷺ کا معجزہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور حبشہ کے تمام فاصلے مٹا دیئے۔ اور تمام پردے جو حائل تھے ختم ہوئے اور نبی ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھایا۔

حضور ﷺ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی بڑی تعریف کرتے تھے کہ انہوں نے ظلم و ستم، تشدد و بربریت کے دور میں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدد کی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آغوش اسلام میں:

حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نبوت کے چھٹے سال سعادت اسلام سے شرف اندوز ہوئے۔ یہ حضور ﷺ سے عمر میں تین چار سال بڑے تھے۔ اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ چونکہ انہوں نے بھی ابولہب کی لونڈی کا دودھ پیا تھا۔ اور حضور ﷺ نے بھی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔

مکہ کی سنگلاخ وادیوں میں دعوت توحید کی صدا جاری تھی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے شدید محبت کرتے تھے۔ لیکن اسلام قبول نہ کیا۔ بعد میں چھٹے سال مسلمان ہوئے۔

ابوجہل کی دست درازی:

ایک مرتبہ حضور ﷺ صفا پر موجود تھے۔ ابوجہل نے آپ ﷺ کو تنہا پاکر فحش گالیاں دیں اور مٹی گوبر پھینکنے کے علاوہ دست درازی بھی کی، مگر آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔

ابوجہل کی سرکوبی:

اس واقعہ کے بعد ابوجہل کعبہ معلّٰی کے پاس قریش کی ایک مجلس میں چلا گیا۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سارا واقعہ سنایا تو ان کی رگ حمیت بھڑک اٹھی اور غصہ سے بے قابو ہوئے اور صحن کعبہ میں جا کر ابوجہل کے کمان ماری اور اس کا سر پھوڑا، واپس تشریف لائے اور حضور ﷺ سے مل کر کہنے لگے، برادر زادے۔ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ میں نے عمرو بن ہشام سے بدلہ لے لیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”چچا میں اس وقت خوش ہوں گا جب آپ جب غیر اللہ سے منقطع ہو کر دین حق کی پیروی کریں گے“۔

جب داعی اسلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دعوت خاص دی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کیا۔ آپ کے قول اسلام سے حلقہ بت پرستی میں صف ماتم بچھی۔ اور گویا ان کا چمن استبداد اجڑ گیا، نہ کوئی پھول باقی ہے نہ کلیاں۔

(دلائل النبوۃ جلد۱، صفحہ ۴۵۹۔ نہایہ الادب جلد۱۶، صفحہ ۲۰۸)

قریش نے محسوس کیا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام سے نبوت کے سلطان عالی مرتبت کا وقار بڑھ گیا ہے۔ اس لئے اب کفر کے خلاف مدافعت کے خوف سے مخالفت اور ایذاء رسانی سے ہچکچانے لگے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ اُحد میں جام شہادت نوش کیا اور لسان نبوت سے سیّد الشہداء کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

اے اللہ عمر رضی اللہ عنہ دیدے:

جن ایام میں قریش مکہ نے اسلام کو سخت مشکلات کے حصار میں گھیر رکھا تھا، عین انہیں ایام میں حضور نے صحن کعبہ میں غلاف کعبہ تھام کر بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی...... **اللّٰھم اعز الاسلام باحب الرجلین الیک بعمر ابن خطاب اوبعمرو ابن ہشام** ...... اے اللہ! عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب میں جس کو تو چاہتا ہے۔ حلقہ اسلام میں داخل کر کے اپنے دین کو تقویت دے۔ یہ دعا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوگئی۔ (ترمذی جلد۲، ص ۲۰۹۔ دلائل النبوۃ جلد۲، ص ۳)

عمر رضی اللہ عنہ اسلام کے گلشن میں:

دارالندوۃ میں کفر کے نمائندوں نے میٹنگ کی کہ جو حضور ﷺ کا سر کاٹ کر لائے گا، اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ اس کام کیلئے کفار نے عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلح ہو کر چلے، اس وقت قضا وقدر کھڑی ہنس رہی تھی کہ شقاوت کے ساتھ جا رہا ہے۔ لیکن سعید ہو کر لوٹے گا۔ کافر اور دشمن بن کر نکلا ہے۔ مؤمن پاک صاف اور محب صادق بن کر پھرے گا۔

ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ شمشیر بکف ہو کر سیّد الاولین والآخرین کی زندگی کا

چراغ گل کرنے کے ناپاک ارادہ سے نکلے۔ راستے میں نعیم بن عبداللہ نحام ...
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنو عدی کے معزز رکن تھے۔ سر راہ مل گئے ...
عمر رضی اللہ عنہ کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر پوچھا' خیر تو ہے؟ کہا میں سید الاولین ...
کے ارادہ سے جا رہا ہوں۔

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرو گے تو کیا بنو ہاشم اور بنو زہرہ تم کو یوں ہی چھوڑ دیں گے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی صابی ہو گیا ہے۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے بھی حیرت انگیز بات سناتا ہوں کہ اگر میں صابی ہو گیا ہوں تو تمہاری بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے سعید الفطرت شوہر سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی صابی ہو چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدھے بہن کے گھر پہنچے' اور جا کر دستک دی۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھ رہے تھے اور سورۃ طٰہٰ کی تلاوت جاری تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ گھر کے پچھلے حصے میں چلے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دروازہ کھولا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے اور فرمایا کہ

> ''مجھ پر اچھی طرح روشن ہو چکا ہے کہ تم اپنے بزرگوں کا دین چھوڑ کر صابی ہو چکی ہو'' یہ بات سن کر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ ''اگر حق و صداقت بزرگوں کے دین کی بجائے کسی دوسرے دین میں ہو تو اسے کیوں اختیار نہ کیا جائے۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا تو بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو ان کو مارا' جب دونوں لہولہان ہوئے تو بہن نے کہا جتنا چاہو ظلم کر لو، مگر اسلام کا نقش ہدایت تو کسی طرح مٹ نہیں سکتا۔

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غلطی کا احساس ہوا اور بہن کو لہولہان دیکھ کر شرمسار بھی تھے۔ کہنے لگے کہ اچھا وہ کتاب دکھاؤ۔ تو بہن نے کہا تم نجس ہو اور کلام الٰہی کو مطہر ہی چھو سکتے ہیں۔ غسل کر دتو اس کو ہاتھ لگا سکتے ہو غسل اور وضو کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحیفہ مطہرہ کے اجزاء ہاتھ میں لے کر کھولا جب پڑھا تو سورۃ طٰہٰ کی اس آیت کریمہ......

انی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری ۔

(پارہ ۱۶' سورۃ طٰہٰ)

''میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی قابل پرستش نہیں، تو میری ہی عبادت کیا کرو اور میری یاد کیلئے نماز پڑھا کرو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکلے' فوراً فرمایا مجھے حضور ﷺ کے پاس لے چلو' حضرت خباب رضی اللہ عنہ اندر سے تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر حضور ﷺ نے غلاف کعبہ پکڑ کر دعا فرمائی تھی اور یہ دعا آپ کے حق میں قبول ہوگئی ہے۔

بہن بہنوئی اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے ساتھ دارارقم میں پہنچے اور اسلام قبول فرمالیا اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ۳۹ افراد مسلمان ہو چکے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اسلام کا چلہ پورا ہوا۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۱، صفحہ ۳۴۵۔ عیون الاثر جلد ۱، صفحہ ۲۱۷)

بقول شاعر:

سودا لینے بازار گئے ہم
ہاتھ اس سے بکے جس کے خریدار گئے ہم

مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا آغاز:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اظہار علی الاعلان کیا۔ اور ایک دن حضور ﷺ سے فرمانے لگے یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگ حق پر نہیں؟ تو حضور ﷺ

نے فرمایا کہ ''بلاشبہ حق پر ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مشرک تو اعلانیہ بت پرستی کریں اور ہم چھپ کر عبادت خداوندی کریں، اجازت دیں آج عبادت بھی رب کی ہوگی اور ہوگی بھی کعبۃ اللہ میں۔

آپ ﷺ دو صفیں بنائیں ایک صف میں آگے حمزہ ہوں رضی اللہ عنہ اور ایک صف میں' میں چلتا ہوں۔ اسی انداز کے ساتھ چلتے ہوئے مسجد حرام میں پہنچے اور اعلانیہ نماز ادا فرمائی۔

اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی ﷺ فرماتے ہیں:

اول من اسلم علانیة فهو عمر

اول من هاجر علانیة فهو عمر

اول من اذن فی دارالکعبة فهو عمر

- جس نے پہلے پہل علی الاعلان نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا وہ عمر رضی اللہ عنہ تھا۔
- جس نے علی الاعلان ہجرت کی وہ عمر رضی اللہ عنہ تھا۔
- جس نے پہلے پہل علی الاعلان کعبہ میں اللہ کا نام بلند کیا وہ عمر رضی اللہ عنہ تھا۔

شاہ جی کا فرمان:

امیر شریعت' بطل حریت' سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم میں کیا فرق ہے؟ تو شاہ جی عاشق رسول ﷺ تھے۔ فرمانے لگے:

نبی ﷺ کے جتنے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں وہ مرید پیغمبر ہیں اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مراد پیغمبر ہیں۔

آپ ﷺ کے جتنے بھی یار، تابعداران آئے، مرید رسول ﷺ بن کر اور عمر رضی اللہ عنہ آئے تو مراد رسول ﷺ بن کر۔

ابو طالب کی رحلت:

نبوت کے دسویں سال داعی اسلام کے زبردست حامی و ناصر اور چہیتے عم مکرم ابو طالب نے ستاسی سال کی عمر میں فرشتہ اجل کو لبیک کہا۔

پیغمبر خدا کی یہ بڑی آرزو تھی کہ چچا اسلام قبول کر لے، کلمہ پیش کیا تو چچا نے کہا۔ "اختترت النار علی العارٖ" میں عار کو پسند نہیں کرتا آگ کو پسند کرتا ہوں"۔ کہ قریش میرے مرنے کے بعد طعنہ دیں گے کہ موت کے خوف کی وجہ سے محمد ﷺ کا کلمہ قبول کر لیا۔ (ابن سعد)

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سفر آخرت:

ابو طالب کی رحلت کے ایک مہینہ پانچ روز بعد رمضان ۱۰ نبوت میں ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی ۶۵ برس تک اس سرائے فانی میں رہ کر رحلت گزین عالم جاوداں ہوگئیں۔ (تلقیح الفہوم لابن جوزی صفحہ ۷)

اس سال کو حضور علیہ السلام نے "عام الحزن" غم کا سال قرار دیا۔

عقبہ کی چیرہ دستی:

ابو طالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد کفار کی چیرہ دستیوں میں اضافہ ہوا۔ اور ایک دن عقبہ بن ابی معیط نے سجدہ کی حالت میں ایک اونٹ کی اوجھڑی لا کر حضور اکرم ﷺ پر ڈال دی۔ کسی نے جا کر آستان نبوت میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تو وہ دوڑی ہوئی آئیں اور اپنے معصوم ہاتھوں سے اونٹ کی اوجھڑی وجود نبوت سے گرائی۔ (ابن اثیر جلد۲، صفحہ ۳۴)

طائف کا تبلیغی سفر اور ظلم و ستم:

حضور علیہ السلام دعوت توحید کیلئے طائف تشریف لے گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ طائف کے تین سردار تھے۔ عبد یا لیل بن عمرو، مسعود بن

عمرو اور حبیب بن عمرو۔

حضور ﷺ عبد یالیل کے پاس گئے اور فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں اس نے جواب دیا کہ اے محمد ﷺ کیا تیرے سوا اللہ کو کوئی نبی بنانے کیلئے نہیں ملا تھا؟ دوسرے کے پاس گئے، اسے جا کر دعوت اسلام دی، اس سردار مسعود نے بھی انکار کیا۔ تیسرے کے پاس گئے، اسے پیغام خداوندی سنایا تو اس نے بھی نہ مانا۔ حضور علیہ السلام پریشان ہو کر باہر چلے، قریب ہی ایک انگوروں کا باغ تھا۔ حضور ﷺ تھک ہار کر اس باغ میں جا بیٹھے تو باغ کے ملازم نے دیکھا کہ ایک خوبصورت حسین و جمیل مسافر ہے۔ اس نے انگور توڑے اور حضور علیہ السلام کے سامنے رکھ دیئے۔ آپ ﷺ نے انگور کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھی، تو ملازم نے پوچھا آپ کون ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام محمد ﷺ ہے میں اللہ کا آخری رسول ہوں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں نینوا کی بستی کا باشندہ ہوں اور میں اس باغ میں ملازم ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ نینوا کی بستی میں میرا بھائی حضرت یونس بن متی علیہ السلام نبی بن کر آئے تھے۔ جب حضور ﷺ نے حضرت یونس علیہ السلام کا نام لیا تو اس نے آگے بڑھ کر حضور ﷺ کے ہاتھ چومے اور کلمہ پڑھ لیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم طائف کی گلیوں میں گئے تو حضور علیہ السلام گلیوں میں اعلان توحید کرتے تھے۔ لوگ پتھر مارتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو پیغام توحید کے جرم میں اتنے پتھر مارے کہ کپڑے خون آلود ہوگئے، جوتا خون کی وجہ سے پاؤں سے چپک گیا، چہرہ لہولہان ہوگیا۔ اتنے میں پیغمبر علیہ السلام کے پاس فرشتہ آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں آپ ﷺ حکم دیں تو ان پہاڑوں کو ملا کر ہمیشہ کیلئے اس بستی کو ختم کردوں۔ لیکن آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر ان کو دعا دی۔

اللّٰهم اهد قومي فانهم لا يعلمون

''اے اللہ ان طائف والوں کو ہدایت دے، یہ میرا مرتبہ نہیں سمجھتے''
(سیرت النبی ﷺ جلد ۱، صفحہ ۱۸۳۔ دلائل النبوۃ جلد ۱، صفحہ ۳۸۹)

دکھ پاکے بھلا بروں کا تو نے چاہا
تعریف کے قابل ہے یہ ہمت تیری
ایذاء اعداء سے اور تیرے منہ سے دعا
اللہ رے کیا ہے شان رحمت تیری

معراج اور صاحب معراج:

تجربات کے الاؤ سے گزرنے کے بعد......... ابتلاؤں کے سزاوار بننے کے بعد مالک کل نے حبیب کل ﷺ کی دعوت کا فیصلہ کیا..... فلک شگاف پہاڑیاں عبور کر کے تلخ کانٹوں سے دامن بچا کر کھرے سونے اور سچے موتی کی رنگینی لے کر جب یہی حبیب ﷺ کچھ تھکان دور کرنے کو ذرا مکہ ٹھہرتا ہے۔ نوریوں کے سردار سے کہا جاتا ہے جنت سجائی جائے... خلد کے پتے پتے کی صفائی کی جائے، مہمان سرائے غیب کو نئے ساز و برگ سے آراستہ کیا جائے..... اور حکم دیا کہ وہ سبک خرام اور تیز رفتار سواری جو اس حبیب ﷺ ہی کے لئے ہے لے کر فوراً خطہ لاھوت کے مسافر کے پاس پہنچ جائے۔ اور شب ہی شب میں مہمان کو میزبان کے دریچے میں لایا جائے۔ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے معطل کرنے کا حکم ہو گیا..... یہ کون آ رہا ہے..... کسی ترقی یافتہ ملک کا صدر ہوگا جس کی حفاظت کا ایسا سخت نظام کیا جا رہا ہے.....نہیں..... آج وہ آ رہا ہے جس کے آنے سے آنے والوں کو آنے کا طریقہ آیا، ایسا کوئی میزبان ہوا نہ ہوگا اور ایسا کوئی مہمان کسی کے یہاں نہ گیا ہوگا۔

دیکھئے سارا نظام معطل ہو جاتا ہے..... نورانی فوج کے سپاہی ہزاروں کی تعداد میں زمین پر گشت کر رہے ہیں، غلام قاصد..... نورانی مخلوق کا وزیر تعلیم پیغامبر

جبرائیل پہنچتا ہے اجازت اندر آنے کی طلب کرتا ہے اجازت دی جاتی ہے
والی کا پیغام مدعو کے گوش گزار کیا جاتا ہے فوراً تیاری ہوتی ہے ... والے نہ ہار
ہونے والی براق پیش کی جاتی ہے پہلا قدم انبیاء قدیم کے مولد و مدفن بیت
المقدس کی سرزمین پر پڑتا ہے یہاں خدائی فلوم ... کے ایک لاکھ چوبیس ہزار خلفاء
خلیفہ اعظم کی انتظار میں کھڑے تھے۔ اسے امامت کا منصب ملے۔ ابراہیم علیہ السلام
خلیل ہے، موسیٰ علیہ السلام کلیم ہے، عیسیٰ علیہ السلام روح ہے، کوئی تو آگے بڑھے، جرأت
نہیں پڑتی۔

آخر جس کو آگے ہونا تھا اور جو آگے ہی ہونے کو آیا ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مالک کے عین حکم پر صفیں چیرتے ہوئے اس کو آگے کر دیا۔ ایڑیاں، اٹھا اٹھا کر ہر کوئی دیکھ رہا تھا یہ کون ہے کہ پیچھے آیا اور آگے جا رہا ہے ...... نگاہ فکر و نظر خاموش تماشائی تھی اور دل میں کہہ رہی تھی...... پیچھے آیا تو خاتم الانبیاء کا لقب پا گیا...... آگے بڑھا تو امام الانبیاء ہو گیا...... فراغت ہوتی ہے...... سوار ہونے کو ہیں...... نئی سے نئی سواریاں کھڑی ہیں۔ (نشر الطیب: مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) ...... جو آپ پسند کریں ...... حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا ...... جیسے کسی مملکت کے سربراہ کو ہر نئے سفر پر نئی سواری پیش کی جاتی ہے۔ آخر اسی براق کو شرف بخشا گیا جو پہلے اس نعمت سے مزین تھی، قوس وقزح کی دل کشی لئے یہ سوار جا رہا ہے...... غلام جبرائیل علیہ السلام ساتھ ہے، جگہ جگہ نئے نئے مقامات آتے ہیں...... غلام ایک ایک جگہ کا نقشہ کھولتا جا رہا ہے۔

پہلے آنے والے سارے مہمان نیچے ہی چھوڑ کر یہ مہمان بڑھتا اور چڑھتا جاتا ہے۔ آخر سدرۃ المنتہیٰ کا مقام آ جاتا ہے، یہاں سے اوپر کوئی نہیں جا سکتا۔ جبرائیل علیہ السلام بھی نہیں جا سکتا، ہاں یہ مہمان تو وہ دیکھو جا رہا ہے، غلام باہر کھڑے ہیں اور یہ میزبان کی تجلیات دیکھنے کو اور نظروں سے نظارہ کرنے کو اوپر چلا جاتا ہے۔ پتہ نہیں کیا کیا باتیں ہوتی ہیں، قرآن صرف یہ کہہ کر خاموش ہے:

......فاوحٰی الی عبدہ ما اوحٰی......

دیا اپنے بندے کو جو دیا!

یہ مہمان قولی، مالی اور بدنی عبادات کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ میزبان جواباً سلامتی کا عطیہ دیتا ہے۔ ساتھ ہی ۵ نمازیں عطا کی جاتی ہیں...... یہ سب کچھ دیکھا آپ نے ... کہ جسمانی معراج کے اعتبار سے تھا، ورنہ روحانی معراج تو ہر رسول کو ہوسکتا ہے...... ورنہ پھر اعجاز پیدا ہی نہ ہوسکتا!

اہل یثرب کی بیعت اسلام:

قریش کی مسلسل عناد پسندیوں اور پیہم ایذا رسانیوں کے بعد جب محبوب دو عالم ﷺ نے دیکھا کہ فی الحال میری قوم قریش کی طرف سے تائید ونصرت دین کے کوئی آثار نہیں تو آپ ﷺ کے دل میں اس بات کی آرزو ہوئی کہ کاش مسبب الاسباب کسی دوسری جماعت ہی کو کھڑا کردے جو موید و ناصر دین بنے۔

خالق نے اپنے پیغمبر ﷺ کی دلی خواہش کو دیکھتے ہوئے یثرب والوں کے دلوں کو ایمان کی طرف مائل کردیا۔

حج کے زمانے میں حضور اکرم ﷺ مختلف علاقوں سے آنے والے لوگوں سے ملتے اور ان کو دعوت ایمان دیتے، ایک رات آپ ﷺ اس مقصد کیلئے نکلے تو منیٰ کے پہاڑوں میں ایک گھاٹی کے پاس انصار کے کچھ لوگ مل گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں قرآن سنایا اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے کھول دیئے اور وہ مشرف بہ اسلام ہوئے، اگلے سال حج کے موقع پر اسی گھاٹی کے پاس بارہ آدمیوں نے آپ ﷺ کی بیعت کی، جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آپ ﷺ نے حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ روانہ فرمادیا۔

حضور ﷺ کے جانثار حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کی سعی جمیلہ سے

تھوڑے ہی عرصہ میں انصار کے ہر گھر میں، اور مدینہ کے گلی کوچوں میں اسلام کی روشنی پہنچی، اور انصار مدینہ نے مسلمانوں کی نصرت کا وعدہ کر لیا، تو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنا ایمان بچانے کے لئے اور دعوت اسلامی کا مرکز بنانے کیلئے ہجرت مدینہ کی اجازت دے دی۔

☆☆☆☆☆

﴿ہجرت سے غزوات تک﴾

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ہجرت مدینہ:

مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ستایا گیا، گلیوں میں گھسیٹا گیا، انگاروں پر لٹایا گیا، بھوک پیاس میں تڑپایا گیا اور مسلسل تیرہ سال تک ظلم وستم کا سلسلہ جاری رہا۔ تیرہ سال تک ظلم کی آگ جلتی رہی اور اس آگ میں جلنے والے کندن بنتے رہے اور آگ جلانے والے وحشیانہ قہقہے لگاتے رہے۔ جب ظلم وستم ختم نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعتیں ہجرت کر کے مدینہ شریف تشریف لے گئیں۔

آقا سب سے آخر میں:

آقا ﷺ خود تو ظالموں کے جھرمٹ میں گھرے رہے، مگر اپنے رفقاء کو دارالامن میں جانے کی اجازت دے دی۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلے گئے تو حضور ﷺ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا۔ ادھر کفار مکہ نے شمع رسالت کو گل کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ مگر میرا اللہ تعالیٰ جسے بچانا چاہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کفر کے انیس سردار قصر نبوت کا محاصرہ کئے ہوئے باہر کھڑے ہیں۔

حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور بحکم خداوندی تھوڑی سی مٹی لے کر ان کے سروں پر پھینکی اور خلاق عالم نے ان کی آنکھوں کی بصارت سلب کر لی، وہ نبوت کو دیکھ نہ سکے۔ حضور ﷺ سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے، حضرت

علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر سلا دیا اور حکم فرمایا کہ کفار کی امانتیں ان کو ادا کر کے مدینہ شریف چلے آنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پیغمبر ﷺ کی روانگی کے بعد اہل مکہ کی امانتیں پہنچائیں، تین دن مکہ میں قیام پذیر رہے۔ اور اس کام سے فراغت کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ (سیرت ابن ہشام)

حضور ﷺ اپنے قابل فخر رفیق امام الصحابہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں ہجرت کرنے اور انہیں رفیق ہجرت بننے کی خوشخبری سنائی اور سفر شروع ہوا۔

ہجرت رسول ﷺ:

۲۷ صفر ۱۳ نبوت شب پنج شنبہ کو نبی ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ حضور ﷺ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ ان کو ساتھ لے کر تاریکی شب میں مکہ سے جانب جنوب کوہ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ سنگلاخ اور دشوار گزار تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو کندھے پر اٹھالیا تاکہ حضور ﷺ کے پاؤں مبارک نکیلے پتھروں سے زخمی نہ ہونے پائیں۔ آخر ایک غار پر پہنچ کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو باہر ٹھہرایا اور خود اندر گئے۔ غار کو صاف کیا۔ بدن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر تمام روزن بند کیئے۔ پھر نبی ﷺ سے اندر تشریف لانے کے لئے عرض کی۔

صبح کو قریش سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر نکلیں۔ ابوجہل نے کہا لڑکی تیرا باپ کہاں ہے، کہا مجھے کیا خبر، اس پر ابوجہل جھنجھلایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ایک طمانچہ ایسا کھینچ مارا کہ ان کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔

اب قریش حضور ﷺ کی تلاش میں نکلے اور چلتے چلتے غار کے دہانہ پر آگئے،

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آہٹ پائی تو عرض کی، دشمن بالکل قریب آ گیا ہے۔ اگر انہوں نے اپنے قدموں کی طرف دیکھا، تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ فرمایا:

لاتحزن ان اللّٰہ معنا (پارہ ۱۰ رکوع ۱۲)

"گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔"

"اللہ اکبر!" یہ کمال فضل و شرف ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس محبت میں جس میں نبی ﷺ کو لے لیا تھا۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی شامل فرما دیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابا تو تمام زر نقد جو پانچ چھ ہزار درہم تھا۔ اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ ان کے چلے جانے کے بعد میرے دادا نے کہا۔ لڑکی معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تمہیں بھوکا پیاسا چھوڑ گیا ہے اور تمہارے لئے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ (وہ نابینا تھے) میں نے کہا، دادا جان! وہ ہمارے لئے کافی مال چھوڑ گئے ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک پتھر لیا اسے کپڑے میں لپیٹ کر اس گڑھے میں رکھ دیا جس میں مال رکھا رہتا تھا۔ پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئیں، کہا ہاتھ لگا کر دیکھئے سب مال موجود ہے۔ ابی قحافہ نے ٹٹول کر کہا خیر اب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کا زیادہ افسوس نہیں۔

اللہ اکبر! یہ قوت ایمانیہ بیشک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کی بیٹی کی ہو سکتی ہے۔ آج بڑے بڑے مشہور مدعیان علم و فضل اور صاحبان زہد و ورع اور سخی و جواد ترین لوگ بھی ایسے وسیع الظرف اور عالی حوصلہ نہیں پائے جاتے وہ بھی آزمائش کے مقامات میں اکثر ڈگمگا جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب اہل ایمان پر رحم فرمائے اور ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف عظام کے اسوہ نیک پر پیروی کی توفیق خیر سے بہرہ ور فرمائے۔ (آمین)

الغرض نبی ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس غار میں تین دن رہے۔ رات کے اندھیرے میں اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا گھر سے روٹی دے جایا کرتیں۔ عبداللہ بن

ابوبکر رضی اللہ عنہ اہل مکہ کی باتیں سنا جاتے۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بکریوں کے چرواہے تھے۔ شب کو ریوڑ لا کر بقدر ضرورت دودھ دے جاتے نیز ریوڑ سے وہاں آنے والوں کے آثار قدم کو بھی مٹا جاتے۔

تین روز کے بعد لوگوں میں یہ چرچا دب گیا۔

چوتھی شب عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ مکہ سے دو اونٹنیاں جن کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ پہلے ہجرت کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ لے کر حاضر ہوئے، حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا گھر سے راستہ کے لئے خوراک لائیں، اسے اونٹ پر باندھ کر لٹکانے کے لئے رسی درکار تھی۔ رسی تو وہاں نہ ملی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنا نطاق کو دو حصوں میں پھاڑا اور اس کے ایک حصہ سے زادراہ کو کجاوہ سے باندھ دیا اور دوسرے حصہ سے اپنی کمر کو باندھا اس موقع پر نبی ﷺ نے ذات النطاقین سے انہیں ملقب فرمایا۔

نطاق اس کپڑے کو کہتے ہیں۔ جو پٹکے کی مانند عرب کی عورتیں کمر سے باندھا کرتی تھیں۔ اس کا ایک سرا گھٹنے تک اور دوسرا ذرا نیچے تک لٹکتا تھا۔

اس سفر مبارک کا بیان بہ زبان صدیق:

''ایک اونٹنی پر نبی ﷺ اور دوسری پر عامر بن فہیرہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام) اور عبداللہ بن اریقط (جسے راہبری کے لئے نوکر رکھ لیا تھا) سوار ہوئے اور صبح سویرے ہی شب کی تاریکی میں یہاں سے جانب مدینہ روانہ ہوئے۔ سارا دن اور ساری رات سفر مسلسل جاری رہا۔ دوسرے دن دوپہر کو جب دھوپ سخت ہوگئی تب ذرا ٹھہرے۔ میں نے نظر دوڑائی ایک چٹان دکھائی دی اس کے سایہ میں نبی ﷺ کے لئے جگہ صاف کر کے ایک کپڑا بچھایا۔ نبی ﷺ لیٹ گئے اور میں دودھ کی تلاش میں نکلا۔

اسی اثناء میں ایک چرواہا بکریاں چراتے ہوئے نظر آیا۔ میں نے اس سے

دریافت کیا کہ ان بکریوں میں دودھ ہے؟ کہا ہاں ہے۔

تب میں نے اسے دودھ دوہنے کے لئے کہا۔ اور اوّل اس کے ہاتھ صاف کرائے۔ پھر برتن کے منہ پر کپڑا باندھ کر اس کو دیا۔ وہ دودھ لے آیا تو میں نے اسے خوب ٹھنڈا کیا اور اس میں قدرے پانی ملا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں لایا۔ حضور ﷺ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے دودھ پیش کیا۔

آنحضرت ﷺ نے اسے نوش فرمایا میں بہت شادماں تھا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ پھر میں نے عرض کی کہ چلنے کا وقت ہوگیا ہے۔ پھر ہم وہاں سے سوار ہوگئے۔ راہ میں سراقہ بن مالک ملا یہ اس وقت تک اسلام سے مشرف نہ ہوا تھا اور کفار سے ایک سو اونٹ کے انعام کا وعدہ لے کر حضور ﷺ کی گرفتاری کے ارادہ سے تلاش میں چلا آ رہا تھا۔

جب بہت نزدیک آ پہنچا، تب نبی ﷺ نے زبان مبارک سے فرمایا اے اللہ جس طرح تجھے منظور ہو اسے روک لے، زمین اگرچہ بہت سخت تھی، مگر سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نیچے اتر پڑا اور حضور ﷺ کی دعا سے اس کا گھوڑا نکل آیا اور واپس لوٹ گیا۔

الغرض ۱۲ ربیع الاول، بروز جمعہ سنہ ایک ہجری وقت سہ پہر یہ دشوار گزار سفر ختم ہوا۔ اور آنحضرت ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے۔

مدینہ منورہ میں خیر مقدم:

حضور اکرم علیہ السلام اپنے ردیف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے ہر شخص کی شادمانی قابل دید تھی چھوٹی چھوٹی بچیاں دف بجا کر یہ ترانہ گا رہی تھیں!

نحن جوار من بنی نجار
یا حبذا محمد من جار

''ہم بونجار کی لڑکیاں ہیں محمد ﷺ کیسے اچھے ہمسایہ ہیں''

بعض روایات میں ان اشعار کا گایا جانا بھی مذکور ہے۔

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
مادعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

ترجمہ: ''ہم پر ثنیات الوداع کی طرف سے چاند نکل آیا ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے آپ ﷺ ایسے امر کیساتھ آئے ہیں۔ متابعت فرض ہے''۔ (بخاری شریف جلد ا)

مسلمانوں کی کش مکش:

ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضور اکرم ﷺ مجھے میزبانی کا شرف بخشیں لیکن یہ شرف ازل سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قسمت میں لکھا تھا۔ اس لیۓ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمادیا کہ جس گھر کے سامنے اونٹنی بیٹھ جائے گی وہیں نبوت کا قیام ہوگا، آپ ﷺ کی اونٹنی چلتی چلتی وہاں آ کر ٹھہر گئی جہاں آج مسجد نبوی کا دروازہ ہے، لیکن اس وقت یہ جگہ دو لڑکوں کی تھی اور یہاں کھجور کا کھلیان تھا اور اسی جگہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان بھی، آپ ﷺ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔ (فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۲۰۱)

یتیموں کی قسمت:

جس جگہ مسجد نبوی کی تعمیر کا فیصلہ ہوا وہ جگہ دو یتیم بچوں کی تھی، جب نبی علیہ السلام نے اس جگہ کو خریدنے کی بات کی تو وہ بلا معاوضہ دینے کیلئے تیار ہوگئے۔ لیکن میرے آقا ﷺ نے قیمت دے کر زمین خریدی اور پھر اس کی تعمیر میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ (فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۱۹۳)

رشتہ مواخات:

حضور اکرم علیہ السلام نے مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا۔ پھر انہیں نفوس قدسیہ نے مہاجرین میں اپنے اموال باغات زمین سب تقسیم کر دیں۔ (عیون الاثر جلد ۱، صفحہ ۳۲۴۔ فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۲۱۰)

چاہ رومہ کی خریداری:

حضور اکرم علیہ السلام جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو پینے کیلئے پانی کا ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا، اور وہ مہنگے داموں پانی فروخت کرتا تھا، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اتنی استطاعت ہے کہ وہ چاہ رومہ کو خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کرے اور اس کے عوض جنت حاصل کرے، یہ کنواں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ۳۵ ہزار درھم میں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کیا۔

(دار قطنی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

ماہ رجب ۲ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آنجناب ﷺ نے کر دیا تھا اور نکاح کا مہر چار صد مثقال مقرر کیا گیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس (۲۱) یا چوبیس

برس کی تھی اور حضرت زہراء رضی اللہ عنہا کی عمر علی الاختلاف اقوال پندرہ، اٹھارہ یا نو سال کے قریب تھی۔ (شرح مواہب الدینہ ج ۲ صفحہ ۳)

مجلس نکاح:

انعقاد نکاح کے لئے یہ بابرکت اجتماع بالکل سادہ، تکلفات زمانہ سے مبراء اور رسومات مروجہ سے خالی تھا۔ اس مبارک نکاح کی تقریب میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے اور شاہد نکاح تھے۔

اہل سنت وشیعہ علماء دونوں نے ان بزرگوں کی شمولیت وشہادت نکاح کو درج کیا ہے۔ اور خطبہ نکاح نبی اکرم ﷺ نے پڑھا۔
(ذخائر العقبیٰ المحب الطبری ص ۳۰ باب ذکر تزویج فاطمہؓ)

جہیز:

طبقات ابن سعد اور مسند احمد کی روایات کی روشنی میں رخصتی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے موقع پر آپ کو جو جہیز دیا گیا وہ ایک چار پائی، ایک بڑی چادر، چمڑے کا تکیہ (جو کھجور کی چھال یا خوشبودار گھاس اذخر سے بھرا ہوا تھا) ایک مشکیزہ، دو کوزے اور ایک آٹا پیسنے کی چکی پر مشتمل تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خانہ مبارک میں شادی کے موقع پر یہ مختصر سامان زاہدانہ معیشت کے لئے کافی اور مکتفی تھا، جہانداری کی زیب وزینت کا کوئی نشان تک نہ تھا، اور اہل ثروت کا سامان تعیش مفقود تھا، اور متمولین جیسی آرائش معدوم تھی۔ (مسند احمد ج ۱ صفحہ ۱۰۴ تحت مسندات علوی)

حصول مکان اور رخصتی:

نبی اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سکونتی مکان کے لئے اپنے ایک صحابی

حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا ذکر فرمایا۔ حارثہ پہلے بھی آنجناب ﷺ کی خاطر ایک مکان پیش کر چکے تھے۔

اس دفعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے خود آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض داشت پیش کی کہ:

"یا رسول اللہ ﷺ میں اور میرا مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے حاضر ہے۔ جو مکان آپ ﷺ مجھ سے حاصل فرمائیں گے، وہ میرے لئے اس مکان سے زیادہ پسندیدہ ہوگا جو آپ ﷺ میرے لئے چھوڑیں گے۔"

تو آنحضرت ﷺ نے ان کا مکان حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے قبول فرمایا اور دعائے خیر کے کلمات کہتے ہوئے فرمایا:

بارك الله عليك ...... یا فرمایا ...... بارك الله فيك

اس کے بعد اس نکاح میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا انتظام کیا گیا اور مکان کی تیاری کے سلسلہ میں صفائی اور دیگر ضرورت انتظامات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی معاونت سے مکمل فرمائے۔

مکان کی تیاری کے بعد ذوالحجہ ۲ ہجری میں سردار دو جہان نے اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس مکان کی طرف اپنی خادمہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی معیت میں پیادہ پا روانہ فرمایا۔

اور اس طرح خاتون جنت کی رخصتی اس سادہ سی تقریب کی صورت میں مکمل ہوئی، جس میں مروجہ رسومات کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ اور یہ عمل امت کے لئے تعلیم کا بے مثل نمونہ تھا۔ اس موقعہ کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

وما ارينا عرسا احسن من عرس فاطمة

''یعنی فاطمہ کی شادی سے بہتر اور عمدہ ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی۔''

دعوت ولیمہ:

رخصتی کی اس مبارک تقریب کے بعد دعوت ولیمہ کا مختصر سا انتظام کیا گیا جس میں جو کی روٹی، کچھ کھجور اور پنیر سے اپنے احباب کے لیے دعوت طعام ترتیب دی گئی۔ یہ اس بابرکت شادی کا متبرک ولیمہ تھا، جس میں نہ تکلف تھا نہ تصنع اور نہ ہی قبائلی تفاخر مدنظر تھا، دعوت ولیمہ ایک سنت طریقہ ہے، اس سنت کو نمود ونمائش کے بغیر نہایت سادگی سے ادا کیا گیا اور اہل سلام کے لئے اس میں عملی نمونہ پیش کیا گیا۔ (تاریخ الخمیس ج ا صفحہ ۴۱۱ تحت بناء علی رضی اللہ عنہ بہ فاطمہ رضی اللہ عنہا)

دعائیہ کلمات:

جب انتظامی مراحل مکمل ہو گئے اور رخصتی بھی ہو چکی تو آنحضرت ﷺ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر مناسب حال نصائح وہدایات ارشاد فرمائیں اور زوجین کے لئے یہ دعائیہ کلمات کہے:

اللّٰھم بارك فيهما وبارك عليهما وبارك لهما والنسلهما

''یعنی اے اللہ! زوجین کے مال وجان میں برکت عطا فرما اور ان کی اولاد کے حق میں بھی برکت فرما۔''

(الاصابہ لابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ صفحہ ۳۶۶ تحت فاطمۃ الزہرا بحوالہ کتاب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ۳۰ از مولانا محمد نافع مدظلہ)

یہود اور منافقین:

مسلمانوں کی آباد کاری سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سرکار دو عالم ﷺ نے مدینے کی سیاسی حالت کی طرف توجہ فرمائی، مدینہ منورہ میں اسلام کے ازلی دشمن یہود اور منافقین بھی آباد تھے، جن کی فطرت میں خباثت، رذالت، حسد اور تنگ دلی پائی جاتی تھی، عبداللہ بن ابی سلول جو رئیس المنافقین تھا، اس نے کفار مکہ کے ساتھ تعلقات استوار کیے اور نقش اسلام مٹانے میں اپنا پسینہ ایک کر دیا مگر بقول شاعر!

شعلہ شمع خدائی بھی کہیں بجھتا ہے
رہ گئے اپنا سامنہ لے کے بجھانے والے
نقش اسلام نہ اعداء کے مٹانے سے مٹا
مٹ گئے آپ ہی جتنے تھے مٹانے والے

مسلمانوں کو قتال کی اجازت:

مدینہ کے یہود اور منافقین مکہ کی مشرکین سے مسلسل رابطے میں رہے اور تینوں گروہ اسلام کی دن دوگنی رات چوگنی ترقی کو دیکھ کر پیچ پا تھے مگر حضرت خیرالانام ﷺ کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبر کی تلقین ہوتی کہ معاندین ملت کی جفا کاریوں کا جواب دینے کی بجائے صبر کا دامن تھامنے کا درس ملتا۔ مسلمان قلیل تعداد میں تھے اور کفار کثیر اور قوی تھے، لیکن خالق ارض و سموات کبھی کبھی تنکوں کو بھی شہتیر کر دیتا ہے۔

جب ان نفوس قدسیہ نے اپنا تزکیہ نفس کر لیا، ایثار و قربانی کو اپنا شعار بنا لیا، نفس پر حکمرانی سیکھ لی تو خالق نے فرمایا:

''اذن للذین یقاتلون بأنهم ظلموا''

لڑائی کی باقی ہے، ان کو بھی اجازت ہے کہ وہ بھی
جن مسلمانوں سے
لڑیں۔ (زرقانی جلد ۱، صفحہ ۳۸۷)
یہ قتال کیسے ہوا اور اللہ تعالیٰ کے شیروں نے کفار و مشرکین کو کیسی کیسی ذلت
آمیز شکستوں سے دوچار کیا یہ تاریخ اسلام کا زریں باب ہے۔

☆☆☆☆

غزوات سید المرسلین

غزوہ اور سرایہ:

غزوہ اور سریہ دو لفظ ہیں۔ جس جنگ میں حضور ﷺ نے بہ نفس نفیس خود شرکت فرمائی ہو اسے غزوہ کہتے ہیں۔ اور جس جنگ میں حضور ﷺ نے خود شرکت نہیں فرمائی بلکہ کسی صحابی کو سپہ سالار بنا کر اس کی قیادت وسیادت میں جنگ پر روانہ کیا ہو اسے سریہ کہتے ہیں۔

حضور ﷺ کے غزوات کی تعداد ۲۸ ہے۔ اور آپ ﷺ کے سرایا ۴۷ ہیں۔ قارئین ہم آنحضرت ﷺ کے غزوات کے نام تحریر کرتے ہیں اور چند مشہور غزوات کو تفصیلاً آپ کے گوش گزار کرتے ہیں:

(۱) غزوہ ابواء......۲صفر ۲ھ اگست ۶۲۳ء

(۲) غزوہ بواط......ربیع الثانی ۲ھ اواخر اکتوبر ۶۲۳ء

(۳) غزوہ عشیرہ......جمادی الاولی نومبر ۶۲۳ء

(۴) غزوہ بن صفوان یا بدر الاولی......۶۲۳ء

(۵) غزوہ بدر......۲ھ مارچ ۶۲۴ء

(۶) غزوہ قرقرۃ الکدر......۲ھ ۶۲۴ء

(۷) غزوہ قینقاع......۲ھ ۶۲۴ء

(۸) غزوہ السویق......ذی الحجہ ۲ھ

(۹) غزوہ عطفان......محرم ۳ھ

(۱۰) غزوہ بنی سلیم یا غزوہ نجران......۳ھ

(۱۱) غزوہ احد......۱۱شوال ۳ھ ۲۳ مارچ ۶۲۴ء

(۱۲) غزوہ حمراء الاسد......۳ھ

(۱۳) غزوہ بنی نضیر......ربیع الاول ۴ھ اگست ۶۲۵ء

(۱۴) غزوہ ذات الرقاع......۵ھ

(۱۵) غزوہ بدر موعد......شعبان ۴ھ ۶۲۶ء

(۱۶) غزوہ دومۃ الجندل......۲۵ ربیع الاول ۵ھ

(۱۷) غزوہ بنی مصطلق......۵ھ

(۱۸) غزوہ خندق......ذی قعد ۵ھ

(۱۹) غزوہ بنی قریظہ......ذی قعدہ ۵ھ

(۲۰) غزوہ بنی لحیان......ربیع الاول ۶ھ

(۲۱) غزوہ ذی قرد......۷ھ

(۲۲) غزوہ صلح حدیبیہ......۶ھ

(۲۳) غزوہ خیبر......محرم ۷ھ

(۲۴) فتح مکہ......رمضان ۸ھ

(۲۵) غزوہ حنین......شوال ۸ھ

(۲۶) غزوہ طائف......۱۳ شوال ۸ھ

(۲۷) غزوہ تبوک......رجب ۹ھ

(ماخوذ از رہبر و رہنما، مؤلف علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی)

اسلام کا پہلا معرکہ......غزوہ بدر:

میں آپ کے سامنے ایک ایسی دستاویز......ایک ایسی تاریخ......ایک ایسا

داستان حیات کا ذکر کرتا ہوں کہ چشم فلک نے ایسے لوگ کبھی نہیں دیکھے تھے چشم فلک نے ایسی جماعت کا نظارہ کبھی نہیں کیا تھا۔ چشم فلک نے ایسی تابندہ اور درخشندہ کہانی کبھی تاریخ کے افق پر ثبت ہوتے نہیں دیکھی تھی۔ جس طرح اس اسلامی کہانی کو رسول اللہ ﷺ کے رفقاء نے پیغمبر ﷺ کے دوستوں نے، ... نبی ﷺ کے معتمد لوگوں نے اپنے خون سے رقم کر کے اسلام کی کشتی کو سہارا دیا اور اسلام کی تاریخ کو درخشندہ کر دیا۔

ایک تو یہ ہے کہ پہلے کوئی مثال موجود ہوتی...... پہلے کوئی کسوٹی ہوتی ...... پہلے کوئی معیار نظر آتا...... پہلے کوئی اندازہ ہوتا...... کہ کھجور کی چھڑی مارنے سے گردن کٹ جائے گی، تین سو تیرہ سپاہیوں کے ساتھ ایک ہزار کو شکست دی جائے گی ...... پہلے اگر کوئی مثال موجود ہوتی تو پھر ہم سمجھتے کہ ان کو پتہ تھا کہ ایک آدمی تین کا مقابلہ کر گزرے گا ایک آدمی کئی تلواروں سے ٹکرا جائے گا...... ایک آدمی دشمن کی صفوں کو الٹ دے گا، اگر کوئی مثال ہوتی تو ہم کہہ سکتے تھے...... لیکن یہاں تو پہلے کوئی مشکل آئی ...... رسول اللہ ﷺ پر پریشانی آئی...... نبی ﷺ پر دُکھ آیا ...... پیغمبر علیہ السلام کو پریشانی آئی، ایسے وقت میں میں نے تو رسول اللہ ﷺ کا جا کر ساتھ نہیں دیا...... آپ نے تو ساتھ جا کر نہیں دیا...... ایسے وقت میں میں اور آپ تو پیغمبر کے پاس نہیں پہنچے، ایسے وقت میں جو جماعت نبی ﷺ کے پاس پہنچی ...... جو لوگ نبی ﷺ کے پاس پہنچے وہ غریب تھے، وہ پریشان حال تھے...... وہ خود لٹے پٹے تھے...... وہ خود بے یار و مددگار تھے، لیکن جب پیغمبر ﷺ نے بلایا...... جب کملی والے نے بلایا...... جب تاجدار رسالت نے بلایا...... تو انہوں نے یہ عذر نہیں کیا ہمارے بچوں کا کیا ہوگا ...... ہماری بیویوں کا کیا ہوگا ...... ہماری حویلیوں کا کیا ہوگا...... ہمارے کاروبار کا کیا ہوگا!!...... سات سال کا بچہ تھا وہ بھی چل پڑا...... بیس سال کا لڑکا تھا وہ بھی چل پڑا...... ستر سال کا بوڑھا تھا وہ بھی چل پڑا...... تلواروں کے خوف سے بے نیاز ہو کر تلواروں سے ٹکرانے کے لیے چل پڑا...... محمد ﷺ کی نبوت کو دنیا

میں آشکار کرنے کے لیے چل پڑا۔ سب کچھ لٹا دیا لیکن نہ قرآن چھوڑا۔ نہ مصطفیٰ ﷺ کا فرمان چھوڑا.....

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولین جماعت ہے، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اولین گروہ ہے۔ اس جماعت کو "صحابہ" کہتے ہیں، اور اس کے شرکاء کرام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کامیاب جماعت کہتے ہیں اور اس غزوہ کو اس جنگ کو جنگ بدر کہتے ہیں۔ یہ وہی جنگ ہے جس کے بارے میں حفیظ جالندھری نے کہا۔

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواج الٰہی کا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا
یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

السابقون الاولون کا ایثار:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن نے بڑے خوبصورت لفظوں میں یاد کیا قرآن پاک کی سات سو آیات کریمہ ایسی ہیں کہ جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اللہ تعالیٰ نے شان بیان کی۔ قرآن کہتا ہے!

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار

وہ لوگ جنہوں نے محمد ﷺ کے قدموں میں اپنی جانیں دے دیں، وہ لوگ جنہوں نے باپ چھوڑ دیئے۔ مائیں چھوڑ دیں۔ رشتے دار چھوڑ دیئے علاقے چھوڑ دیئے۔ بستیاں چھوڑ دیں۔ حویلیاں چھوڑ دیں۔ کاروبار چھوڑ دیئے۔ قبیلے چھوڑ دیئے۔ برادریاں چھوڑ دیں۔ لیکن محمد ﷺ کو سینے سے لگایا

مشرکوں نے پیغمبر ﷺ کو گالیاں دیں۔ انہوں نے نبی ﷺ کی تصدیق کی۔
مشرکوں نے پیغمبر ﷺ کو دھکے دیئے۔ انہوں نے محمد ﷺ کو سینے سے

لگایا۔

مشرکوں نے نبی ﷺ کو نکال دیا انہوں نے شعب [illegible]
بچھائیں۔

مشرکوں نے پیغمبر ﷺ کا راستہ روکا ... انہوں نے محمد ﷺ [illegible] کھڑے ہو کر تیر کھائے تلواریں کھائیں لیکن پیغمبر ﷺ [illegible] دیا۔ یہ دکھوں میں نبی ﷺ کے ساتھ ہیں۔

نبی ﷺ بازار میں چلتے ہیں... لوگوں نے کانٹے بچھائے

نبی ﷺ گلی میں چلتے ہیں عورتوں نے پیغمبر ﷺ کے چہرہ اقدس پر غلاظت کے ڈھیر ڈالے۔ نبی ﷺ کے ساتھ کوئی نہیں چچا ساتھ نہیں بھائی ساتھ نہیں...... رشتے دار ساتھ نہیں کوئی بھی ساتھ نہیں ہے وہ ساتھ ہے جس کو قرآن نے کہا!

والسابقون الا ولون ۔

وہ لوگوں جو اول محمد ﷺ کے پاس آئے جو پہلے محمد ﷺ کے پاس آئے...... جو پہلی مرتبہ ساتھ آئے۔ جنہوں نے آسمانوں سے جبرائیل کو اترتے نہیں دیکھا تھا...... آسمانوں کی فوجوں کا مشاہدہ نہیں کیا تھا جن کے سامنے کامیابی کا دریچہ ابھی نہیں کھلا تھا۔ جن کے سامنے ابھی کوئی مثال نہیں تھی۔ ابھی جنت سامنے نہیں...... کامیابی بھی نہیں

کہ نبی ﷺ نے بلایا...... چلے آئے

نبی ﷺ نے روکا ... رک گئے، نبی ﷺ نے کھڑا کیا کھڑے ہو گئے، نبی ﷺ نے بھیجا...... چلے گئے، نبی ﷺ نے حکم دیا کر گزرے ۔

پیغمبر ﷺ نے فرمایا آؤ میرے ساتھ آؤ کہاں چلنا ہے؟ فاران کی چوٹی پر چڑھنا ہے، چوٹی پر چڑھتے ہیں کہاں چلنا ہے کعبے کی دیواروں پر جانا ہے کعبے میں چلے گئے...... نبی ﷺ نے فرمایا بازار میں جانا ہے بازار میں چلے گئے

نبی ﷺ نے فرمایا آؤ ہجرت کرنی ہے... ہجرت کر گزرے... پیغمبر ﷺ نے فرمایا آج بدر میں چلنا ہے، کہا ہم بدر میں چلتے ہیں... نبی ﷺ نے فرمایا کہ آج احد میں چلنا ہے، احد میں چل دیئے...... نبی ﷺ نے فرمایا آج خندق میں اترنا ہے، خندق میں چلے گئے...... نبی ﷺ نے فرمایا آج مکے کو فتح کرنا ہے...... وہ فتح کرنے کے لیے چل پڑے...... وہ تین سو تیرہ تھے...... تھوڑے ہو کر انہوں نے عذر نہیں کیا......

اُحد میں سات سو تھے .... تھوڑے ہو کر عذر نہیں کیا

صلح حدیبیہ میں چودہ سو تھے .... تھوڑے ہو کر عذر نہیں کیا

فتح مکہ میں دس ہزار تھے .... تھوڑے ہو کر عذر نہیں کیا

اڑھائی لاکھ رومیوں کے مقابلے میں اترے ہیں...... یہ صرف تیس ہزار ہیں...... روٹی کھانے کے لیے نہیں...... پانی پینے کے لیے نہیں...... بچوں کے لئے خرچہ کوئی نہیں...... محمد ﷺ نے پکارا تو چلے آئے، اور یہ نہیں دیکھا بچوں کا کیا ہوگا...... صرف یہ دیکھا کہ ساری دنیا ناراض ہو جائے...... مصطفیٰ ﷺ ناراض نہ ہوں......

یہ ہیں...... **والسابقون الاولون**...... پہلی جماعت، پہلے لوگ...... پہلا قافلہ...... پہلا طائفہ...... نبی ﷺ کے پہلے دوست!!......

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار.

مہاجر کون ہیں؟...... جنہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی...... مہاجر وہ ہیں...... پیغمبر نے پکارا آؤ...... چل اٹھے...... مہاجر وہ تھے...... جنہوں نے نبی کا ساتھ دیا، ہجرت میں...... پیغمبر ﷺ نے مکہ چھوڑا...... انہوں نے بھی مکہ چھوڑا...... نبی نے مدینہ میں بستی جمائی...... انہوں نے بھی مدینے میں بستی جمائی...... نبی ﷺ نے راستے کے دکھ اٹھائے...... انہوں نے بھی راستے کے دکھ اٹھائے...... یہ وہی ہجرت ہے جس ہجرت کا ذکر قرآن میں ہے... اور جن لوگوں نے ہجرت کی ان کی تعداد کتنی

ہے؟......ان کی تعداد ہے ایک سو چودہ (۱۱۴)......

نبی اور رسول میں فرق:

ایک نبی ہوتا ہے......ایک رسول ہوتا ہے...... نبی کس کو کہتے ہیں؟...... رسول کس کو کہتے ہیں؟......ان دونوں میں فرق ہے، نبی کہتے ہیں پیغمبر کو جو پچھلے نبی کی شریعت کو آگے پہنچائے۔اور رسول اس کو کہتے ہیں ......جس پر علیحدہ شریعت آسمانوں سے اترے علیحدہ، کتاب اترے ......علیحدہ صحیفہ اترے ......اس کو رسول کہتے ہیں۔ (السامرہ صفحہ۷۳، ۸۶) نبیوں کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں رسولوں کی تعداد ۱۱۴ ہے، یعنی جن پر نئی شریعت اتری وہ ایک سو چودہ ہیں جو مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم آئے ان کی تعداد بھی ۱۱۴ چودہ۔ یہ آپس میں بڑی مماثلت ہے، یہ اسی طرح ہے......جس طرح بڑے فرشتے بھی چار ہیں ......آسمانی کتابیں بھی چار ہیں، خانہ کعبہ کی دیواریں چار ہیں ......اور محمد ﷺ کے بڑے دوست بھی چار ہیں۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ایثار:

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا۔''تم بڑے پریشان رہتے ہو!''

یہ پیغمبر ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں، عشرہ مبشرہ میں ان کا نام شامل ہے، ......**سابقون الاولون** ......میں شامل ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا سعد رضی اللہ عنہ! بڑے پریشان ہو، سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ مجھے دکھ ہے، مجھے پریشانی ہے......میں نے ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے ایک جگہ شادی کی تھی......اس شادی سے میرے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا، چھوٹا سا معصوم بچہ تھا......جس دن ہجرت کا ارادہ کیا......میں ہجرت کر کے باہر نکلنے لگا......میری بیوی اور بچہ ساتھ ہے...... ابوجہل نے میری بیوی کا بازو پکڑ لیا...... اور کہا کہ سعد یہ لڑکی مکے کی ہے تو ان کو نہیں

میرا بچہ بھی چھین لیا، میں ابو جہل نے میری بیوی بھی چھین لی لے جا سکتا
حکم رسالت مآب کا تھا لیکن حکم آپ ﷺ کا تھا چاہتا تو مکے میں رہ جاتا

میں چلا آیا ہوں، آج مجھے بچے کا دکھ ہے۔

لوگو! کائنات میں کوئی ایسا عاشق نہیں پیدا ہوا ہوگا، چھوٹا سا معصوم سا بچہ ہے، یہ صحابی نے سوچا، یہ کھائے گا کیسے؟...... یہ پیئے گا کیسے؟...... یہ چلے گا کیسے؟ اس کا کیا بنے گا، لیکن حکم رسول اللہ ﷺ کا تھا...... بیوی بھی چھوڑ دی...... بچہ بھی چھوڑ دیا...... حضور ﷺ نے فرمایا سعد! اگر تو نے بیوی اور بچے کو چھوڑا اور اپنے پیغمبر کو نہیں چھوڑا تو تو سمجھ لے کہ قیامت تک تجھے دنیا کی بھی دولت مل گئی...... آخرت کی بھی دولت مل گئی۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا ایثار:

اسی طرح ایک اور صحابی ہیں ...... صہیب رومی...... یہ کون تھے؟ روم کے ایک عیسائی تھے اس نے پیغمبر ﷺ کا آ کر مکے میں کلمہ پڑھا ہے...... غلامی میں زندگی بسر کی، نبی کا کلمہ پڑھا...... آزادی مل گئی، کچھ پیسے ملے، مکے میں مکان بنایا، مکے میں حویلی بنائی، بیچ کر مدینہ چلا جاؤں ...... لیکن ابو جہل نے کہا ...... یہ حویلی مکے والوں کی ہے ...... یہ پیسہ مکے کا ہے، یہ کمایا تو نے یہاں ہے ...... حویلی چھوڑ جاؤ ...... اگر تم جانا چاہتے ہو یہ حویلی یہیں رہے گی ...... ورنہ اسی حویلی میں رہو پیسے اور لے لو...... صہیب نے کہا میں حویلی چھوڑتا ہوں ...... مکان چھوڑتا ہوں ...... سب کچھ چھوڑتا ہوں ...... لیکن میں محمد ﷺ کو کبھی نہیں چھوڑتا...... سب کچھ چھوڑ دیا اور پیغمبر ﷺ کو نہیں چھوڑا۔

انصار کا ایثار:

والانصار مدد کرنے والے...... نصرت کرنے والے...... کون تھے؟ وہ مدینہ کے جو لوگ تھے، ایک سو چودہ آدمی، جب ہجرت کر کے مکے سے مدینے چلے

گئے تو وہاں تقریباً دو سو آدمی تھے، جنہوں نے پیغمبر ﷺ کی مدد کی صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدد کی، جنہوں نے حویلیاں خالی کر دیں ...مکانات خالی کر دیئے ....اگر ان میں کسی کی دو بیویاں تھیں .. تو انہوں نے ایک بیوی کو طلاق دے کر آنے والے بھائی کا نکاح اس سے کر دیا.. ایسی اخوت کی مثال دنیا میں کوئی پیش نہیں ہو سکتی کہ مکان خالی کر دیئے .....رشتے داروں کو علیحدہ کر دیا.....لیکن محمد ﷺ کو نہیں چھوڑا......ان کو قرآن نے کہا انصار ....والا نصار یعنی پہلا درجہ قرآن میں مہاجرین کا ہے، دوسرا درجہ انصار کا ہے اور یہ انصار ہی تھے، جنہوں نے پیغمبر ﷺ کے راستے میں پلکیں بچھائی تھیں، نبی اکرم ﷺ کے راستے میں سب کچھ لٹایا تھا۔

جنگ بدر کا جب موقع آیا، پیغمبر نے فرمایا۔ لوگو دشمن نے مکے سے نبی کے خلاف محاذ کا اعلان کیا ہے۔ اور ایک ہزار کی تعداد میں دشمن مدینے پہ حملہ کرنا چاہتا ہے، ہے کوئی تم میں سے جو میرا ساتھ دے....میدان میں اترے......سارے مہاجر کھڑے ہو گئے ......حضور ﷺ کا ارشارہ یہ تھا کہ یہ مہاجر تو ہیں میرے ساتھ ہی......انصار بھی میرے ساتھ ہوں گے......تو انصاری قبیلے کے سردار......حضرت سعد رضی اللہ عنہ......حضور ﷺ کی گفتگو سننے کے بعد کھڑے ہو گئے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی نگاہیں مہاجرین کے بعد انصار پر ہیں آپ حکم کریں......سمندر میں چھلانگ لگانی ہے......ہم اف نہیں کریں گے۔

آپ حکم کریں.....ہم دھکتے ہوئے انگاروں پر لیٹ جائیں......ہم اف نہیں کریں گی۔ آپ حکم کریں... نیزے کی انیوں پر ہمارے سر لٹک جائیں ہم حکم کی سرتابی نہیں کریں گے۔ (زرقانی صفحہ ۴۱۴۔ سیرت حلبیہ جلد ۳، صفحہ ۱۶۷۔ البدایہ والنہایہ جلد ۳، صفحہ ۳۱۹)

اے کملی والے تو حکم کر مہاجر تیرے قدموں پر قربان ہوں گے......مہاجر تیری نبوت پر جان دے دیں گے . تیرے اشارے پر سب کچھ لٹا دیں گے، اس وقت میرے پیغمبر ﷺ نے فرمایا اے مہاجرین تم بھی سچے ہو......اے انصار! تم بھی

سچے ہو!

یہ وہ ولولہ ہے، یہ وہ جذبہ ہے، یہ وہ داستان ہے، یہ وہ تاریخ ہے، یہ وہ درخشندہ کہانی ہے۔جس کی مثال کائنات کی کوئی جماعت پیش نہیں کر سکتی۔ایسا عشق ......ایسی محبت، اور پھر یہ بات صرف مہاجرین پر ختم نہیں ہوگئی ......انصار پر بات ختم نہیں ہوگئی بلکہ آگے قرآن کہتا ہے......

والذین اتبعوھم باحسان .

جن لوگوں نے مہاجرین کی پیروی کی ......جنہوں نے انصار کی پیروی کی ......یعنی صرف مہاجرین جنت میں نہیں جائیں گے......صرف انصار جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ فرمایا۔

والذین اتبعوھم .

جنہوں نے ان کی اتباع کی ......وہ بھی جنت میں جائیں گے ......کن کی اتباع کرنے والے......صدیق رضی اللہ عنہ کی اتباع کی عمر رضی اللہ عنہ اتباع کی ......عثمان رضی اللہ عنہ کی اتباع کی ......علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کی، حبشہ کے بلال رضی اللہ عنہ کی اتباع کی ......عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ......سعد رضی اللہ عنہ کی اتباع کی ......طلحہ رضی اللہ عنہ کی اتباع کی ...... وہ جنت میں جائیں گے۔

جنہوں نے ہر اچھے کام میں صحابہ رضی اللہ عنہم اتباع کی ......مہاجرین کی اتباع کی ......یا جنہوں نے مہاجر اور انصار کی، بعد میں نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا......قرآن نے ان کے لیے اعلان کر دیا......ان کی پوزیشن واضح کر دی ......ان کی آئینی حیثیت کو قیامت کی صبح تک آنے والی نسلوں کے سامنے کھول دیا......ان کی حیثیت یہ ہے کہ

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ .

خدا ان سے راضی ہوگیا......وہ خدا سے راضی ہو گئے

بدر......مدینہ منورہ سے ۸۰ میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے......ایک علاقہ ہے......جہاں پر بیضوی رنگ کا ایک میدان بنا ہوا ہے......اس کے قریب ایک بہت

بڑا ریت کا تودا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو خبر ملی کہ مکے کے مشرکوں نے پیغمبر ﷺ پر مدینے میں حملے کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے پیغمبر!

تیرے راستے میں مکے میں کانٹے بچھائے گئے۔ تجھے جہاد کی اجازت نہیں تھی تجھے دکھ دیا گیا تجھے جہاد کی اجازت نہیں تھی۔

تیرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اذیت دی گئی۔ تجھے جہاد کی اجازت نہیں تھی۔

سمیہ رضی اللہ عنہا کے ٹکڑے ہوئے۔۔۔۔ جہاد کی اجازت نہیں تھی۔

بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پہ لٹایا گیا۔۔۔۔۔ جہاد کی اجازت نہیں تھی۔

لیکن آج مدینے میں آنے کے بعد اللہ نے اجازت دے دی

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا.

اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔۔۔۔ اے صحابیو! میدان میں اترو۔۔۔۔۔اے صحابیو! سب کچھ لے کر میدان میں آ جاؤ۔۔۔۔۔صحابہ رضی اللہ عنہم میدان میں آئے۔۔۔۔۔کتنا سامان لے کر؟۔۔۔۔۔ چھ تلواریں لے کر۔۔۔۔ آٹھ زرہیں لے کر۔۔۔۔۔ چند سواریاں لے کر۔۔۔۔۔میدان میں اترے ہیں۔۔۔۔ ہزار کی فوج مقابلے میں ہے۔۔۔۔۔کسی نے نہیں کہا اے کملی والے موت کے منہ میں ہم چلے جائیں گے۔۔۔ حکم پیغمبر کا تھا قرآن کا حکم تھا۔۔۔۔۔قرآن کی اجازت تھی۔۔۔۔۔

اسی لیے کہ تم پر ظلم کیا گیا ہے۔۔۔۔۔تم پر زیادتی کی گئی ہے۔تمہیں برا کہا گیا ہے۔۔۔۔۔تمہارے راستے میں کانٹے بچھائے گئے ہیں۔۔۔۔۔ تمہیں دھکے دے کر مکے سے نکال دیا گیا ہے۔۔۔۔۔آج پھر کافر تمہارے اوپر چڑھ دوڑا ہے، اس لیے اے کملی والے

ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر تم میدان میں اتر آؤ۔

ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر کارزار میں اتر آؤ۔

ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر بدر کے میدان میں آجاؤ۔

پیغمبر ﷺ اللہ کا حکم پا کر بدر کے میدان میں پہنچتے ہیں۔ دشمن کی فوجیں

ابھی نہیں پہنچی تھیں.....راستہ وہی تھا.....پیغمبر ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے پڑاؤ ڈالا .....رات کو قیام کیا.....صبح کو جنگ کا معرکہ گرم ہونے والا ہے..... پیغمبر ﷺ کے جاسوسوں نے خبر دے رکھی ہے کہ دشمن قریب آچکا ہے.....رسول اللہ ﷺ میدان میں ہیں، سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ! میرا جی چاہتا ہے کہ آپ ﷺ اس ٹیلے پر آرام کریں.....پیغمبر کے لیے ایک خیمہ لگا دیا گیا.....اور وہ خیمہ جس کی چھت کوئی نہ تھی، صرف کچھ درختوں کے پتے اور ٹہنیوں کے ساتھ اوپر چھت لگا دی گئی اور اندر کوئی چٹائی نہ تھی.....کوئی قالین نہ تھا.....سنگریزے تھے.....پتھر تھے.....تاجدار رسالت.....ساری دنیا کا سردار ان سنگریزوں پہ ہے.....رسول اللہ ﷺ نے وہاں نماز پڑھی اور فرمایا اے سعد رضی اللہ عنہ! میری اس عریش کے دروازے پر تو چوکیدار ہے.....میرے اس عریش میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا سوائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے، صدیق رضی اللہ عنہ بغیر اجازت کے اس عریش میں داخل ہوسکتا ہے۔

عشاء کی نماز کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آیا کہ دیکھوں پیغمبر ﷺ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں.....فرمایا میں نے دیکھا پیغمبر ﷺ نماز میں ہیں.....فرمایا میں پھر آیا میں نے دیکھا پیغمبر ﷺ نماز میں ہیں.....فرمایا آدھی رات کے وقت آیا تو میں نے دیکھا پیغمبر ﷺ سجدے میں ہیں، مجھے حیرانی ہوئی کہ اتنی لمبی پیغمبر ﷺ نے نماز پڑھی ہے، تھوڑی دیر کے بعد میں پھر آیا میں نے دیکھا نبی ﷺ سجدے میں ہیں.....آسمان کا چاند چمک رہا ہے.....روشنی میں پیغمبر ﷺ نظر آئے ہیں کہ سجدے میں ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حیران ہو گئے ..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی.....میں نے سمجھا کہ کہیں روح قفس عنصری سے پرواز نہ کر گئی ہو.....میرے پیغمبر ﷺ دنیا سے رخصت نہ ہو گئے ہوں .....نبی ﷺ آج سجدے میں ہیں.....اتنا لمبا سجدہ تو پیغمبر ﷺ نے کبھی نہیں فرمایا.....صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیغمبر ﷺ کے قریب گئے.....صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جیسے

ہی میں نبی ﷺ کے قریب آیا...... میں نے دیکھا کہ...... پگڑی مبارک اتر کر زمین پر گر چکی ہے...... اور وہ اللہ کے دروازے پر اسی طرح روتے ہیں جس طرح بچہ باپ کے سامنے روتا ہے...... نبی ﷺ کا سر سنگریزوں پر ہے...... نبی ﷺ کا سر پتھروں کے اوپر ہے...... نبی ﷺ کی آنکھوں کے آنسوؤں سے سارے پتھر تر ہو چکے ہیں ...... میں قریب ہوا...... میں نے کہا دیکھوں تو سہی آج اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے کیا باتیں کرتا ہے...... آج آمنہ کا لعل خدا سے کیا کہتا ہے صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں قریب ہوا تو میں حیران ہوگیا کہ پیغمبر ﷺ سجدے میں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر روتے ہیں ......اور رو رو کر ایک جملہ بار بار دہراتے ہیں جملہ کیا ہے؟...... جملہ یہ ہے کہ

اللھم ان تھلك ھذہ العصابة من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض

اے اللہ میں اپنی ساری زندگی کی کمائی لے کر...... آج تیرے دروازے پر آ گیا ہوں، جو میری کمائی تھی وہ میں تیرے دروازے پہ لایا ہوں۔

لوگوں نے مجھے برا کہا ......انہوں نے سینے سے لگایا۔
لوگوں نے کانٹے بچھائے انہوں نے میرے لیے بستر بچھائے
لوگوں نے مجھے دھکے دیئے ...... انہوں نے بچے قربان کرا دیے
میں فاران کی چوٹی پر کھڑا ہوا ...... مجھے پتھر مارے گئے
میں غار میں گیا ......میرے راستے روک دیئے گئے
میں گلیوں میں گیا ...... میرے راستے میں کانٹے بچھائے گئے
میرے بھائیوں نے ساتھ چھوڑ دیا......میرے راشتہ داروں نے دھکے دیئے۔

لیکن یہ حبشہ کا بلال میرا تھا ...... جس نے محمد ﷺ کو نہیں چھوڑا
یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھا .... جس نے مجھے نہیں چھوڑا

یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھا، یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھا۔ اے اللہ! آج میں ساری زندگی کی کمائی لے کر اس بدر کے میدان میں آ گیا ہوں، میرے پاس کوئی تلواریں نہیں میری تلوار بھی تو ہے... میرا اسلحہ بھی تو ہے میرا ساز و سامان بھی تو ہے، اے اللہ! اگر آج تو نے اس جماعت کو ختم کر دیا یہ تین سو تیرہ آج ان پہاڑوں پر ذبح کر دیے گئے۔ یہ سارے شہید کر دیے گئے آج اس مٹی نے ان کا خون اگر جذب کر لیا......اے بارالٰہ! میں آج تیرے دروازے پر اعلان کرتا ہوں۔

اور یہ وہ دروازہ ہے ......جس دروازے پر حضرت آدم علیہ السلام آئے..... خالی نہیں گئے۔

ابراہیم علیہ السلام آتش نمرود میں رہے ......خالی نہیں گئے۔

اسماعیل علیہ السلام چھری کے نیچے آئے......خالی نہیں گئے۔

عیسیٰ علیہ السلام جیل میں رہے ......خالی نہیں گئے۔

آج سارے نبیوں کا سردار ......ان پتھروں پہ اپنا نبوت والا سر رکھ کر روتا ہے، اور وہ سر آج ان پتھروں پہ پڑا جو معراج کی رات تیرے عرش پہ پہنچا تھا۔ آج اس سر کو لے کر میں تیری چوکھٹ پر بیٹھا ہوں ......اور ایک بات کہتا ہوں کہ

اللّٰھم ان تھلك ھذہ العصابة من اھل الاسلام الا تعبد فی الارض

آج اگر یہ مٹ گئے ......یہ ختم گئے ......یہ ذبح ہو گئے۔

اس زمین پر تیری پوجا نہیں ہوگی...... اس زمین پر تیری توحید نہیں ہوگی، اس زمین پر تیرے قرآن کی حکومت نہیں ہوگی۔

(زرقانی جلد ۱، صفحہ ۴۱۹ ۔ فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۲۱۵)

اگر تو نے اپنا ذکر دنیا سے کرانا ہے... تو اس جماعت کو باقی رکھ۔

اگر تو نے اس دنیا میں اپنے نام کو اونچا کرنا ہے..... اس جماعت کو باقی رکھ۔

جنہوں نے نیزوں کی انیوں پر چڑھ کر بھی تیری توحید کا کلمہ نہیں چھوڑا۔

پیغمبر علیہ السلام یہ بھی فرما سکتے تھے کہ

اللّٰهم ان تهلك لي عَلَيّ

اے اللہ! آج اگر تو نے مجھے ہلاک کر دیا..... تیرا نام نہیں رہے گا..... تیرا دین نہیں رہے گا..... تیری شریعت نہیں رہے گی۔

پیغمبر ﷺ کی دعا نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عرش عظمت پہ بٹھا دیا۔ پیغمبر ﷺ اگر یہ فرماتے کہ اگر میں چلا گیا، تیرا دین چلا جائے گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا، کہ دین کی عظمت صرف نبی ﷺ کی وجہ سے ہے۔ لیکن پیغمبر ﷺ نے، ان پتھروں پہ اپنے آنسو بہا کر..... ایک حقیقت قیامت تک روشن کر دی ہے کہ اگر یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مٹ گئے، اے اللہ! تیرا دین بھی مٹ جائے گا۔

معلوم یہ ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم باقی ہیں..... تو اے اللہ! تیری توحید باقی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باقی ہیں..... تیرے نبی ﷺ کی رسالت باقی ہے۔

اس لئے کہ تیری توحید کی گواہی انہوں نے پتھروں پہ لیٹ کر دی..... آگ کے انگاروں پہ لیٹ کر دی..... تیری توحید کی گواہی دکھ اٹھا کر دی..... اس لئے ان جوانوں کو اس دھرتی پر باقی رکھ، تاکہ پوری دنیا کے ایک ایک کونے میں تیری توحید کا، اور میری رسالت کا اعلان کر کے رہیں۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے۔ پیغمبر ﷺ کی اس دعا کا کیا رزلٹ اور نتیجہ نکلا؟ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر آج تو نے ان کو مٹا دیا..... تیرا نام مٹ جائے گا..... تیرا دین مٹ جائے گا..... صحابہ رضی اللہ عنہم کو معیار بنا کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

دین کی بقاء کا معیار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

دین کی عظمت کا معیار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

دین کی بلندی کا معیار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

ان کو درمیان سے نکال دو...... نہ خدا کی توحید کا کوئی گواہ رہتا ہے۔ نہ رسالت ﷺ کا کوئی گواہ رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں...... اور مصطفےٰ ﷺ کی رسالت کے گواہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم دشمن کے مقابلے میں تھے...... چو تلواریں تھیں...... تلواریں ٹوٹ گئیں...... ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! تلواریں ٹوٹ گئی ہیں، کیا کریں؟

حضور ﷺ نے فرمایا اگر تلواریں ٹوٹ گئی ہیں، کوئی فکر نہ کرو، کھجور کی چھڑیاں اٹھالو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں ہم نے کھجور کی چھڑیاں اٹھائیں...... کھجور کی چھڑی دشمن کی گردن پہ بعد میں مارتے تھے...... گردن پہلے زمین پر آجاتی تھی۔

اور قرآن نے اس حقیقت کو قیامت تک آنے والی دنیا کے سامنے واضح کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے!

ولقد نصر کم اللہ ببدر وانتم اذلة

اے صحابیو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس وقت مدد کی، کہ بدر میں تم تھوڑے تھے...... اور تمہارے لوگوں نے کہا تھا، ہماری تو تعداد بڑی تھوڑی ہے، تو قرآن کہتا ہے!

فاتقوا اللہ لعلکم تشکرونo

اللہ تعالیٰ سے ڈرو، شکر کرو، مدد آجائے گی۔ اور پھر مدد کیسے آئی؟

اذتقول للمؤمنین الن یکفیکمo

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا یہ تین سو تیرہ کس طرح کافی ہوں گے، تو اتنی بات کہنے کی دیر تھی۔ خدا تمہاری باتوں کو سن رہا تھا...... اس نے سنتے ہی جبرائیل کو

[illegible]

[illegible] اے جبرائیل [illegible] جلدی [illegible]

ان یمدد کم ربکم بثلثۃ الف من الملئکۃ

تین ہزار فرشتے بدر کے میدان میں بھیج کر ان کی شکست کو فتح میں تبدیل کر دیا۔

بلی ان تصبروا و تتقوا

خبردار! صبر کرو، اللہ سے ڈرو۔

یاتو کم من فورھم

اگر اس کے بعد بھی تم کہتے کہ ہماری تعداد تھوڑی ہے، اگر اس کے بعد بھی تمہارا پانسہ بھاری نہ ہوتا۔ اگر اس کے بعد بھی تم بلندی پر نہ آئے، تو قرآن کہتا ہے کہ اس کے بعد حفاظت کے لئے اللہ نے پھر اور فرشتوں کی جماعت بھیجی، اور وہ جماعت جو ہے۔

ھذا یمدد کم ربکم بخمسۃ الف من الملئکۃ

رب نے تمہاری مدد کی...... پانچ ہزار فرشتوں کی ایک اور جماعت عرش سے اتاری۔

اور اسی جنگ میں صرف یہ نہیں تھا کہ بڑے بڑے لوگ آئے تھے...... بلکہ سات سال کا ایک بچہ تھا...... نو سال کا ایک بچہ تھا...... ایک کا نام معوذ تھا...... ایک کا نام معاذ تھا...... رخصت ہوتے ہوئے پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا بیٹو! تم چھوٹے ہو...... یہ جو نو سال کا بچہ ہے یہ ذرا بڑا ہے...... چلو میں اس کو ساتھ لے جاتا ہوں...... میں قربان جاؤں اس معوذ کی عظمت پر...... اس نے تاجدار رسالت کے کانوں میں کہہ دیا، یا رسول اللہ! تم بڑے بھائی کو لے جاتے ہو...... مجھے چھوڑتے ہو...... اگر تم میری بھائی سے کشتی کراؤ...... تو طاقت میں میں زیادہ ہوں ...... اگر میں اس کو پچھاڑ دوں...... تو پھر مجھے لے جاؤ۔

اور معوذ نے معاذ کے کان میں کہا تھا کہ تو تو منتخب ہو گیا ہے۔ اگر تو نیچے گر

جائے گا.....تو میرا بھی کام بن جائے گا..... کشتی میں معوذ نے معاذ کو نیچے گرا دیا اور دونوں بچے جنگ بدر میں نبوت کے ساتھ چلے۔

وہ معاذ اور معوذ میدان جنگ میں عبدالرحمٰن بن عوف کو کہنے لگے..... چچا ابوجہل کون ہے؟..... جو میرے پیغمبر ﷺ کو گالیاں دیتا ہے.....

یہ کر اس بچے نے کہا۔

حفیظ نے کیا خوب لکھا ہے،

قسم کھائی ہے، مر جائیں گے، یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے، وہ محبوب باری کو

تو چچا نے کہا بیٹا! تو تو بڑا چھوٹا ہے، وہ تو سردار ہے..... وہ گھوڑے پہ سوار ہے..... تو اس کو کیسے قتل کرے گا، اس نے کہا، نہیں! آج محمد ﷺ کے اس عاشق کو دیکھو کس طرح لپکتا ہے. جھپٹتا ہے..... کہنے کی دیر تھی..... چند لحوں میں پیغمبر ﷺ کے اس عاشق صادق. ... اس بچے نے جھپٹ کر ابوجہل پہ حملہ کیا، ابو جہل زمین پہ گر گیا، ایک بچہ اس کے سینے پر بیٹھ گیا..... دوسرا اس کی گردن کو کاٹنے لگتا ہے..... اتنے میں پیچھے سے ایک آدمی نے تلوار ماری۔ معاذ کا بازو کٹ گیا ..... اور اس کے بعد جس وقت وہ ابوجہل کے قریب ہوا..... تو آگے بازو آ جاتا ہے..... اس نے اپنے بازو کو اپنے پاؤں کے نیچے دے کر کاٹ کر پھینک دیا..... اور کہا کہ جو بازو خدا کے راستے میں تلوار چلانے سے روکتا ہے، مجھے ایسے بازو کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا عاشق تو بتاؤ..... ایسی محبت تو بتاؤ..... ابوجہل کے سینے پر بیٹھ کر اس نے دنیا کو کیا سبق دیا؟..... کہ جب پیغمبر ﷺ کی ناموس کا مسئلہ آتا ہے، نبی ﷺ کی عظمت کا سوال آتا ہے..... اس کے بعد مصلحت نہیں دیکھی جاتی ..... بچہ نبی ﷺ کے دشمن پر پل پڑا..... اللہ اکبر! جو کام اس بچے نے کیا..... اور کسی نے نہیں کیا..... لیکن اس بچے نے عشق کی ایک آگ جلا دی ..... جو چنگاری چودہ سو سال سے دھک رہی ہے۔ اور اس جنگ میں ابوجہل بچوں کے ہاتھوں قتل ہوا اور

جہنم میں گیا، اس کے علاوہ ستر کفار مارے گئے۔ اور ستر قیدی ہوئے۔

(فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۲۳)

اسلام کا دوسرا بڑا معرکہ، غزوہ احد:

جنگ احد...... اسلام کی دوسری بڑی جنگ ہے۔ جو سترہ شوال ۳ھ کو پیش آئی۔ یہ جنگ مشرکین مکہ کے ساتھ تھی...... مشرکین مکہ جنگ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کی تیاری کر رہے تھے...... انہوں نے بہت کوشش کی، کہ کسی نہ کسی طریقے سے جنگ بدر کی شکست کا بدلہ لیں، چونکہ بدر کی جنگ میں نبی ﷺ کے بڑے بڑے دشمن ستر سردار قریش مارے گئے۔ کوئی رات نہیں گزرتی تھی کہ جب عرب کے مشرک اور کافر اس جنگ کا بدلہ لینے کی تیاری نہ کریں۔ ساری ساری رات عورتیں روتی رہتی تھیں، کہ ہائے کاش! کوئی بدر کا مقابلہ لینے کے لئے پیدا ہو......

ابتدائی معلومات:

جنگ اُحد کے کئی پہلو ہیں...... مدینہ منورہ سے چار پانچ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ...... جس کا نام ہے ''اُحد''!...... یہ جنگ اسی جگہ پر لڑی گئی، اس لئے اس جنگ کو جنگ اُحد کہتے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پندرہ شوال جمعہ کے دن مدینہ منورہ سے چلے...... نماز جمعہ ''مسجد جمعہ'' میں پڑھی۔

اس مسجد کو ''مسجد جمعہ'' اس لئے کہتے ہیں، کہ حضور علیہ السلام نے وہاں نماز جمعہ ادا کی تھی اس دن، جس دن جمعہ فرض ہوا تھا۔ اس دن آپ ﷺ نے وہاں پر نماز پڑھی، تو حضور علیہ السلام جب جنگ احد میں جانے لگے تو اس مسجد میں جمعہ پڑھا...... اور یہاں سے احد کے پہاڑ تک چار میل کا فاصلہ ہے۔

حضور ﷺ کی روانگی اور ابتدائی واقعات:

راستے میں آپ ﷺ نے ایک جگہ قیام کیا، سولہ تاریخ کو بھی راستے میں

ٹھہرے، اور سولہ کی شام ہی کو آپ ﷺ میدان احد میں پہنچ گئے۔ اور دشمن کا لشکر کتنا تھا؟ حضور علیہ السلام کو وہاں پتہ چلا۔

جب مدینہ منورہ سے حضور علیہ السلام باہر نکلے تو سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور بلا کر پوچھا کہ اللہ کا حکم آ چکا ہے۔ لڑائی کیسے کرنی ہے؟ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر لڑائی لڑنی ہے، یا مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھود کر لڑائی کرنی ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے اردگرد ہم بڑی بڑی خندق کھودیں...... اور دشمن کا مقابلہ وہاں خندق میں بیٹھ کر کریں۔

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت کی رائے یہ تھی کہ یہ جو اندر بیٹھ کر لڑائی لڑنا ہے، میدان جنگ اس سے قائم نہیں ہوگا۔ کچھ لوگ بدر میں جانے سے رہ گئے تھے...... ان کو بڑا جوش تھا کہ ہم میدان میں اتریں...... تلوار چلائیں...... لوگ ہمیں ماریں...... ہم ان کو ماریں...... خندقوں میں تو ایسا نہیں ہوسکتا۔ تو ان کا جذبہ جہاد ایسا تھا۔ انہوں نے کہا نہیں جی! یارسول اللہ ﷺ! میدان میں لڑیں گے...... تو حضور علیہ السلام نے ان کی رائے کو ترجیح دی، اب جو وہ چلنے لگے تو دو صحابہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ کی رائے پر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا پیغمبر ﷺ ہتھیار باندھ کر اتارا نہیں کرتا۔ تمہاری رائے تھی کہ باہر جانا ہے تو باہر جانے کے لیے میں نے زرہ پہن لی ہے۔ میں نے ہتھیار اٹھا لیے ہیں۔ تو اب اگر خندق میں لڑنا ہے تو مجھے ہتھیار نہیں اٹھانے پڑیں گے...... اور زرہ بھی نہیں پہننی پڑے گی...... اور پیغمبر ﷺ کے لیے حکم ہوتا ہے کہ وہ جب کسی جنگ میں تیاری کے لیے چل پڑتا ہے تو واپس آنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

چنانچہ اب نبی ﷺ چل پڑا ہے۔ اب نبی ﷺ اسی طرح آگے بڑھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر راستے میں پڑاؤ ڈالتے ہوئے آپ احد کے پہاڑ پر

پہنچ گئے۔ اور آپ ﷺ نے اُحد پہاڑ پر قبضہ کر لیا پہاڑ کے ارد گرد لشکر کو متعین کر دیا یہ بہت بڑا لشکر تھا۔

جب مدینہ منورہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلے تو اس وقت تعداد تھی ایک ہزار پچاس، جن میں منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی بھی تھا چند قدم آگے چل کر وہ اپنے آدمیوں کو تین سو سپاہی اس کے تھے واپس آیا...... کہنے لگا چونکہ میری بات نہیں مانی گئی اس نے بھی کچھ مشورہ دیا تھا، اس لیے میں ساتھ نہیں چل سکتا۔ اس لیے آدھے راستے میں آ کر اس منافق نے پیغمبر ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا...... اب ساڑھے سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہ گئے، اور مقابلہ تھا تین ہزار آدمیوں سے۔

مشرکین کی آمد:

لشکر وہاں پہنچا تو دو تین دنوں کے بعد دشمن کا لشکر بھی وہاں آ گیا...... جس کا سپہ سالار ابوسفیان تھا، اس لیے ابو جہل بدر میں قتل ہو چکا تھا اور ابو جہل کے بعد سپہ سالار مشرکین مکہ نے بنایا ابوسفیان کو...... یہ وہی ابوسفیان ہیں جو بعد میں جنگ حنین میں جا کر مسلمان ہوئے ...... یہ وہی ابوسفیان ہیں جو سردار قریش اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد مکرم ہیں۔

ابوسفیان نے آخر میں جا کر حضور ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا...... اور ابوسفیان کی لڑکی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (رملہ) بنت ابی سفیان یہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی تھیں ...... اور پیغمبر علیہ اسلام کی جو بیوی ہوتی ہے ..... وہ امت کی ماں ہوتی ہے ...... گویا کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ اس کی ایک لڑکی پوری امت کی ماں بنی۔ اور ان کے لڑکے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پوری مسلمانوں کے ماموں اور خلیفہ بنے ...... یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔

ابوسفیان نے جنگ حنین میں حضور ﷺ کے ساتھ مل کر اور اپنے بیٹے معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کے ساتھ مل کر دشمنوں کا مقابلہ کیا، اس جنگ میں جنگ

حنین میں ابوسفیان کی آنکھ میں تیر لگا اور آنکھ باہر آ گئی، ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھ کا ڈیلا اپنے ہاتھ پر رکھا اور حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔ جنگ کے بعد کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ یہ جو ڈیلا میرے ہاتھ میں ہے اپنے نبوت والے ہاتھوں سے یہ ڈیلا اٹھا کر میری آنکھ میں دوبارہ لگا دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابوسفیان آنکھ کا ڈیلا چاہتا ہے یا جنت چاہتا ہے؟

تو ابوسفیان نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ ڈیلا نہیں چاہیے مجھے جنت چاہیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ڈیلے کو زمین میں دفن کر دے اس کے بدلے میں تجھے اللہ جنت عطا فرمائے گا۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا جو اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابوسفیان کو عطا فرمایا۔

ایک ایسا وقت بھی تھا کہ یہی ابوسفیان جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں آئے تھے۔ اور پیغمبر کا مقابلہ کر رہے تھے...... اور پھر یہی ابوسفیان تھا کہ فتح مکہ میں جب اس نے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا...... تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا!

من دخل فی دار ابو سفیان فھوا من ۔

جو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر آج داخل ہو گا...... اس کو بھی محمد مصطفےٰ ﷺ امن عطا فرمائیں گے...... یہ پیغمبر علیہ السلام کی عظمت ہے...... یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اعزاز تھا۔ سردار قریش تھے، فوج کے سپہ سالار تھے، کفار کا تین ہزار کا لشکر تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ساڑھے سات سو تھی۔ حضور علیہ السلام خود جنگ میں قیادت فرما رہے تھے۔

جنگ کے واقعات:

عرب میں رواج تھا کہ جنگ شروع ہوتی...... تو پہلے دشمن کی طرف سے آنے والا جو لشکر ہے اس میں سے ایک سورما اعلان کرتا...... ھل من مبارز؟...... ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟ تو ابوسفیان نے اعلان کیا۔

هل من مبارز

ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟

سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میدان میں اترے اور فرمایا وہاں میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف سے مقابلہ کر رہا ہوں چنانچہ کافروں کا ایک نمائندہ آگے بڑھا اس کا نام تھا عتبہ بن ورقہ... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میدان میں مقابلہ کیا، پہلے ہی وار میں عتبہ کا سر قلم کر دیا اور عتبہ کو زمین پر گرا دیا۔

پھر ایک دوسرا آدمی آیا اس نے کہا۔ ''ھل من مبارز'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا بھی سر قلم کر دیا۔

پھر تیسرا آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا بھی سر قلم کر دیا اور اسلام کی فوجوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اس جنگ میں ساڑھے سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ستر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اس جنگ میں شہید ہوئے۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گرفتار ہوئے......یہی وہ جنگ ہے کہ جس جنگ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور جب لوگ لاشوں کو جمع کر رہے تھے تو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی لاش پڑی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ مصعب کی لاش پڑی ہے ہمارے پاس کفن کے لیے کپڑا پورا نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کتنا کپڑا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا سر ڈھانپتے ہیں تو پاؤں ننگا ہو جاتا ہے اور پاؤں ڈھانپتے ہیں تو سر ننگا ہو جاتا ہے......حضور ﷺ نے فرمایا اس کے سر کو ڈھانپ دو اور اس کے پاؤں پر گھاس ڈال دو قیامت کے دن یہ گھاس بھی اللہ کی عدالت میں اس کی شہادت کی گواہی دے گا۔

حضور ﷺ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا نام لے کر دعا کرتے تھے کہ

اے اللہ میں مصعب پہ راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا، آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ روتے ہیں؟

فرمایا میں اس لیے روتا ہوں کہ یہ وہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھا، جب میرا کلمہ نہیں پڑھا تھا ایک ایک دن میں دو دو جوڑے کپڑوں کے بدلا کرتا تھا، لیکن میرا کلمہ پڑھنے کے جرم میں اس کے تن سے اسکے باپ نے کپڑے اتار لیے اور یہ دو کپڑے لے کر میرے پاس آیا تھا آج اس کی لاش پہاڑوں پر پڑی ہے، اور اس کے لیے کفن پورا نہیں آتا۔ اے اللہ! یہ سب کچھ کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ہے۔

(صحیح بخاری غزوہ اُحد)

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ :

جنگ احد میں بڑے ایمان افروز واقعات ہیں۔ جتنے ایمان افروز واقعات جنگ احد کے ہیں کسی جنگ کے نہیں۔ ایسی ایسی شہادتیں ہوئیں ایسے ایسے لوگوں نے جان قربان کی کہ انسان ورطہ حیرت میں رہ جاتا ہے، کچھ نہیں سوجھا......رسول اللہ ﷺ کا عشق سوجھا...... نبی ﷺ کی محبت سوجھی، پیغمبر ﷺ کا دین سوجھا......سب کچھ چھوڑ دیا لیکن رسول اللہ ﷺ کی محبت کو نہیں چھوڑا۔

! حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بھی اس غزوہ کے ایک شہید ہیں ......جنگ کے بعد جب ان کی لاش سامنے آئی۔ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ پاؤں سے معذور تھے۔ حضور ﷺ نے عمرو بن جموح کے لڑکوں سے کہا کہ اپنے باپ کی لاش کو اٹھا کر اونٹ پہ رکھو، اور لاش مدینہ لے جاؤ۔ معذور ہیں۔ گھر والے یہاں آ کر منہ نہیں دیکھ سکتے، یہاں آ کر جنازہ نہیں پڑھ سکتے۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی لاش کو اٹھا کر جب اونٹ پہ رکھا گیا......اونٹ اٹھتا نہیں تھا، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے زور لگالیا کہ اونٹ اٹھے ......اونٹ نہیں اٹھتا حضور ﷺ کے پاس بیٹوں نے جا کر کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے والد کی جس کچادے

پر لاش ہے وہ اونٹ نہیں اٹھتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اچھا ٹھہر واونٹ کو نہ اٹھاؤ۔ لاش کو نہ لے جاؤ اور بیٹے سے پوچھا بتاؤ بیٹا تمہارے والد نے گھر سے نکلنے سے پہلے کوئی دعا بھی مانگی تھی؟ تو بیٹے نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے چلتے ہوئے میرے والد نے یہ دعا مانگی تھی:

اللّٰھم ارزقنی الشھادۃ و لا تردنی الی اھلی

''اے اللہ مجھے شہادت نصیب فرما اور مجھے اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہ لوٹانا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا بیٹو! تمہارے والد کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے اس لیے اللہ نے اونٹ کو کہہ دیا ہے کہ اس لاش کو لے جانے کی اجازت نہیں ......اس لیے عمر وبن جموح کی لاش کو احد کے شہداء میں دفن کر دو۔ (ابن ہشام جلد۲، صفحہ ۸۸۔ البدایہ والنہایہ جلد۴، صفحہ ۳۷۔ زرقانی جلد۲، صفحہ ۵۰۔ روض الانف جلد۲، صفحہ ۱۳۹)

چنانچہ ایک ہی جگہ پر ستر شہداء کی لاشوں کو رکھا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز جنازہ بیک وقت ادا کی۔

اسی واقعہ سے علماء مسئلہ نکالتے ہیں کہ اگر دس آدمی بھی مرے ہوئے ہوں تو بیک وقت ایک ہی مرتبہ دس آدمیوں کا جنازہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اُحد کے شہداء کا جنازہ پیغمبر ﷺ نے ستر آدمیوں کا جنازہ تنہا سامنے رکھ کر ایک ہی مرتبہ ادا فرمایا۔

اور شہیدوں کو غسل نہیں دیا جاتا..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی شہید کو غسل نہیں دیا گیا سوائے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل الملائکہ:

ایک صحابی جن کا نام تھا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ..... ان کو غسل کیوں دیا گیا کہ

جب جنگ اُحد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشکل آئی...... دشمن کی یلغار زیادہ تیز ہوئی...... تو حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں پیغام بھیجا کہ مدینہ کے لوگو! جو آدمی مدینہ میں رہ گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا اعلان ہے کہ سارے کام چھوڑ کر احد کے میدان میں پہنچیں۔

یہ اعلان ہوا۔ تہجد کے وقت ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک رات گزاری تھی۔ ایک دن پہلے نکاح ہوا اور وہ رات ان کی شب زفاف تھی...... حجلہ عروسی میں تھے...... بیوی کے ساتھ ایک رات گزاری۔ ایمان دیکھو، بستر سے اٹھے غسل کرنے کے لیے غسل خانے میں آئے...... کپڑے اتار دیے، کپڑا کوئی نہیں تن پہ...... پانی رکھا ہوا ہے......اور غسل کرنے کے لیے پانی ڈالنے لگے تو کان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی آواز آئی کہ رسول اللہ ﷺ کا پیغام ہے کہ جو آدمی جس حالت میں ہے وہ اپنے آپ کو اسی وقت تیار کر کے اُحد کے میدان میں پہنچیں۔ اور گھر میں کوئی آدمی بیٹھا نہ رہے، اب دیکھو غسل بھی تو کر سکتے تھے۔ اسی وقت پانی ڈال کر غسل کر لیتے، لیکن حکم پیغمبر ﷺ کا کان میں آیا...... غسل نہیں کیا کپڑے اتارے ہوئے دوبارہ پہن کر باہر آ گئے...... فوراً میدان جنگ میں پہنچے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ (خصائص کبریٰ جلد ا، صفحہ ۲۱۶۔ روض الانف جلد ۲، صفحہ ۱۳۳۔ زاد المعاد جلد ۲، صفحہ ۹۴)

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق ہے...... یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت ہے...... یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پیار ہے۔

جان کا نذرانہ دے کر پیغمبر ﷺ کے قدموں پہ قربان ہو گئے۔

حضور ﷺ کے دندان مبارک:

اسی جنگ احد میں حضور علیہ السلام کے ماتھے پہ خود چبھ گیا...... حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے...... خود نکلتا نہیں......اور ایک پانی کی جگہ پر آپ کے دندان اور آپ کے خون کو صاف کیا جا رہا تھا...... تو ایسے وقت میں حضور ﷺ کی زبان سے یہ لفظ نکلا۔

کیف یفلح قوما شجوا نبیھا

وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی؟ جس نے اپنے پیغمبر ﷺ کا چہرہ زخمی کر دیا۔۔

(فتح الباری جلد۷، صفحہ ۲۸۱۔ زرقانی جلد۲، صفحہ ۴۷) حضرت فاطمہ ؓ حضور ﷺ کے سر اقدس پر پانی ڈالتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں، یہ واقعہ بھی چشم فلک نے دیکھا۔

جب پتہ چلا کہ دشمن نے کچھ صحابہ کرام ؓ کی لاشوں کا مثلہ کیا.....تو حضور ﷺ نے فرمایا ایک ایک صحابی کے بدلے میں دس دس آدمیوں کی لاشوں کا مثلہ کروں گا" تو اللہ نے قرآن کی آیت اتاری۔

لیس لک من الا مرشئ .

اے پیغمبر آپ کو تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے، ایک کے بدلے میں آپ دس کیسے کریں گے؟ آپ ﷺ کو کہنے کی اجازت نہیں ہے کہ میں اتنا بدلہ لوں گا۔

ستر صحابہ کرام ؓ شہید ہوئے۔ چھوٹے چھوٹے بچے قربان ہوگئے، چھوٹے چھوٹے بچوں نے جان کے نذرانے دے دیئے.....اُحد کا پہاڑ خون آلود ہوگیا..... لاشیں تڑپتی رہیں۔ کسی کا ہاتھ نہیں ..... کسی کا پاؤں نہیں..... کسی کا بچہ یتیم ہوگیا۔

اس جنگ میں ایک اور واقعہ پیش آیا کہ احد پہاڑ کی پچھلی طرف حضور ﷺ نے پچاس سواروں کا ایک دستہ مقرر کیا.....اور ان پچاس آدمیوں سے کہا کہ تم نے یہاں سے حرکت نہیں کرنی۔ لیکن جب جنگ ختم ہوگئی صحابہ ؓ کو فتح مل گئی تو ان آدمیوں نے کہا جنگ ختم ہوگئی مال غنیمت تقسیم ہوگیا اب ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔

چنانچہ وہاں سے پچاس آدمیوں میں سے تقریباً سینتیس آدمی چلے گئے۔ تیرہ آدمیوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہاں سے ہلنا نہیں، یہ نہیں کہا

تھا کہ جنگ کے بعد آ جانا، بلکہ یہ فرمایا تھا کہ تم نے یہاں سے جانا نہیں، اب ہم یہاں کھڑے ہیں جب تک حضور ﷺ نہیں آ کر کہتے کہ چلو ہم نہیں جاتے۔ وہ تیرہ آدمی وہاں رہے۔

دشمن کے کمانڈر اور جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہوں نے احد کی جنگ میں دشمن کا ساتھ دیا تھا اور بعد میں آ کر کلمہ پڑھا۔ اس جنگ میں مقابلے پر وہ تھے..... جب جنگ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح ہو گئی..... دشمن نے سوچا کہ ہمیں پیچھے سے حملہ کرنا چاہیے، چنانچہ خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے حملہ کیا تو جن پچاس آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ نے کھڑا کیا تھا وہ سینتیس تو چلے گئے تھے۔ یہ تیرہ آدمی کھڑے تھے، تو خالد ابن ولید کے فوجیوں نے ان تیرہ آدمیوں کو یہاں شہید کر ڈالا، تیرہ آدمی شہید ہو گئے تو راستہ صاف ہو گیا، اب پیچھے سے آ کر حملہ کیا جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فتح شکست میں بدل گئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی:

کچھ دیر کے بعد حضور علیہ السلام میدان میں خود اترے، آپ ﷺ نے خود تلوار چلائی۔

ایک آدمی نے حضور علیہ السلام سے پوچھا..... یا رسول اللہ ﷺ روئے زمین کا سب سے برا آدمی کون ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا دنیا کا سب سے برا آدمی وہ ہوتا ہے جس کو کوئی پیغمبر قتل کرے، اور اس سے برا کون ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا جو کسی نبی کو قتل کرے۔

جس کو نبی قتل کرے وہ بھی بہت برا ہے.....اور جو نبی کو قتل کرے..... وہ بھی بہت برا ہے۔ (بخاری جلد۲، صفحہ ۵۸۳)

اس جنگ میں حضور علیہ السلام پر وار ہوا اور پیغمبر علیہ السلام کے دندان مبارک شہید ہو گئے..... حضور ﷺ پر وار کرنے والا..... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاتح ایران کا

بھائی تھا عتبہ بن ابی وقاص۔ اس نے حضور ﷺ پر وار کیا اور اس وار سے رسول اللہ ﷺ کے ماتھے میں لوہے کا خود کھب گیا۔ اور آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے تھے۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ میرے بھائی نے پیغمبر ﷺ پر حملہ کیا ہے تو وہ تلوار لے کر جذبات سے کہتے تھے میری تلوار آج اپنے بھائی کے خون کی پیاسی ہے اگر میرا بھائی مجھے مل جائے تو میں اس کے ٹکڑے کر کے پہاڑ پہ بکھیر دوں ...... کہ جو پیغمبر پر حملہ کرتا ہے ...... وہ روئے زمین کا سب سے برا آدمی ہے۔ (فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۳۸۱)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا کردار:

اس جنگ میں وہ جو پیچھے سے دستہ آیا...... اس نے آ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پہ وار کیا...... اس حملے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ...... اور حملہ کرنے والوں میں ایک آدمی جبیر بن مطعم تھا۔ جنگ بدر میں جبیر کا چچا طعیمہ بن عدی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

ہند رضی اللہ عنہا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے ...... اور بعد میں ہند رضی اللہ عنہا کو بھی رسول اللہ ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی ...... حضرت ہند رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھی، لیکن اس ہند کا باپ جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، تو اس ہند رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ میں حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر چباؤں گی ...... اور اس نے وحشی بن حرب سے کہا تھا کہ اگر تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر لائے تو میں تجھے انعام دوں گی۔ چنانچہ وحشی بن حرب نے آ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پہ حملہ کیا اور حضرت حمزہ شہید ہو گئے، ان کی لاش کو گھسیٹ کر پہاڑ کے نیچے لے گئے اور وہاں چیر کر جسم کے اوپر بیٹھ گیا اور سینہ چاک کیا ...... یہی تو وجہ تھی کہ جب بعد میں حضرت وحشی بن حرب مسلمان ہوئے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھنے کے لیے فتح مکہ کے موقع پر آئے ...... حضور ﷺ کے سامنے آئے ...... تو حضور ﷺ نے فرمایا وحشی رضی اللہ عنہ تیرا ایمان تو میں قبول کرتا

[illegible] تم اسلام [illegible] تو میرے سامنے نہ بیٹھا کر، کیونکہ جب تو
ہو، لیکن جب تو میری نگاہوں [illegible] تو میرے
[illegible] آ جاتے ہیں۔
[illegible] میرے چچا [illegible]
(فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۳۸۴۔ ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۷۳،۷۴)

وحشی بن حرب کہتے ہیں کہ مجھے ساری زندگی افسوس رہا کہ میں
پیغمبر ﷺ کے سامنے نہ بیٹھ سکا، پیچھے بیٹھتا تھا حضور ﷺ توجہ بھی فرماتے تھے
کیونکہ جب کلمہ آدمی پڑھ لیتا ہے، سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ
میں نے اسی لئے جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ٹکڑے کیے تھے جس طرح حضرت
حمزہ ؓ کی لاش کے ٹکڑے کیے تھے اسی طرح جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے
ٹکڑے کر کے فضاؤں میں بکھیر دیئے۔ علماء نے کہا اگر آج رسول اللہ ﷺ دنیا میں
موجود ہوتے تو تیری پچھلی ناراضگی ختم کر دیتے...... کہ تو نے آج نبوت کے دشمن
کو جہنم رسید کیا، اور اس کے ٹکڑے کر دیئے۔

یہی وحشی بن حرب تھے۔ لیکن آج ترس نہیں آیا غلامی سے آزادی کا لالچ
تھا، حضرت حمزہ ؓ کو ذبح کر دیا، ذبح کر کے ان کی لاش پہاڑ کے نیچے لے گئے اور
پہاڑ کے نیچے لے جا کر ان کی لاش پر چڑھ گئے، سینہ چاک کر کے پیغمبر ﷺ کے چچا کا
جگر نکالا اور ان کی آنکھیں علیحدہ کر دی ہاتھ علیحدہ کر دیئے زبان نکال
دی جسم کے ٹکڑے کر دیئے گردن کاٹ دی ٹانگیں کاٹ دیں یہ
رسول اللہ ﷺ کا چچا ہے، پیغمبر ﷺ کا وہ چچا کہ جب ابو جہل نے میرے رسول ﷺ
کا راستہ روکا تھا...... تو یہی حضرت حمزہ ؓ پیغمبر ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر خانے کعبہ میں
لے آئے تھے اور کہتے تھے بھتیجے میں تجھے یہیں بٹھاتا ہوں اور دیکھتا ہوں ابو جہل
تجھ پہ کیسے وار کرتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چچا میں تیری اس تسلی سے مطمئن
نہیں ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ آج تو اپنے بھتیجے کو کعبہ میں بٹھاتا ہے اور کل کو تیرا
جسم جہنم کی آگ میں جلے اے چچا تیرا بھتیجا تب خوش ہو گا جب تو بھتیجے کا
کلمہ پڑھ لے گا۔ تو چچا نے کہا کہ بھتیجے مجھ پر تیرے کلام کا اثر ہوا ہے اس وقت

کلمہ پڑھ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔

(سیرتِ مصطفیٰ ﷺ جلد ۲، صفحہ ۲۰۱، ۲۰۲)

سید الشہداء کون؟

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو پیغمبر ﷺ نے سید الشہداء کا لقب دیا اور فرمایا کہ "قیامت تک آنے والے شہیدوں کا سردار میرا یہ چچا ہے۔"

(مستدرک حاکم جلد ۳، فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۲۸۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اونٹ ذبح ہوئے تو؟

جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو کچھ ہی دنوں بعد ایک عجیب واقعہ پیش آیا، اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی، لوگ شراب پیتے تھے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شراب کے نشے میں پہاڑ پر آئے ...... وہاں دو اونٹ پھر رہے تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے دونوں اونٹوں کو شراب کے نشہ میں ذبح کر دیا۔ وہ اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تھے ...... اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں اونٹوں کو اپنی شادی کے ولیمے کے لیے رکھا ہوا تھا...... جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ میرے اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا ...... حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ...... اور آ کر کہا کہ چچا نے میرے دونوں اونٹوں کو ذبح کر دیا ہے اور یہ اونٹ تو میں نے شادی کے لیے رکھے ہوئے تھے، حضور ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، بلا کر کہا! حمزہ رضی اللہ عنہ تو نے اونٹ کیوں ذبح کیے؟ تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے ...... حضور ﷺ نے آگے سے کوئی بات نہیں کی ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ! چچا نے تو اونٹ ذبح کر دیئے ...... اور آپ ﷺ نے بلایا اور پھر کوئی بات بھی نہ کی۔

حضور ﷺ نے فرمایا میرا چچا نشے میں تھا...... میں کوئی بات کرتا اور وہ نشے

میں میرا انکار کر دیتا تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا..... اس لیے میں خاموش رہا۔
چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اسی واقعہ کی وجہ سے شراب کی حرمت کا اعلان
ہوا۔ قرآن پاک نے فرمایا!

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس
من عمل الشیطن

ان اونٹوں کو ذبح کرنے کی وجہ سے شراب کی حرمت کا اعلان ہو گیا۔ شراب
کی حرمت تو ہو گئی ..... لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ جب اونٹ ذبح ہو گئے تو
حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے..... مشکل کشاء بھی رویا کرتا ہے؟

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے بارہ ٹکڑے پہاڑ پر بکھیر دیئے گئے .....
حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ..... حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کی
لاش لے آؤ..... جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ لاشیں جمع کرو۔ ان میں حمزہ رضی اللہ عنہ کی
لاش تو لاؤ۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حمزہ کی لاش تو لانے کے قابل
نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کیا ہوا؟

عرض کیا مثلہ ہو چکا ہے، لاش کے ٹکڑے ہو چکے ہیں، حضور ﷺ پہچان نہ
سکے، آپ ﷺ نے دیکھا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں علیحدہ پڑی ہیں .....
حضور ﷺ نے ان کے ماتھے پہ بوسہ دیا..... ماتھا ٹکڑے ہو چکا تھا..... خون بہہ رہا
تھا، آنکھیں علیحدہ پڑی تھیں ..... ہاتھ علیحدہ پڑے تھے ..... پیر علیحدہ پڑا تھا..... ٹانگیں
علیحدہ پڑی تھیں ..... دنیا کا سب سے بڑا سردار کس دکھ میں مبتلا تھا..... کس پریشانی
میں مبتلا تھا؟ لاش کے ٹکڑوں پہ رسول اللہ ﷺ موجود تھے۔

میرے پیغمبر ﷺ نے لاش کے ٹکڑوں پہ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے
ہاتھ اٹھائے۔

اے اللہ! حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس جرم میں مارا گیا کہ یہ تیرا کلمہ بلند کرتا تھا۔

اس پہ میں بھی راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا، حضور ﷺ نے فرمایا ظالموں کو ترس نہیں آیا۔ چلو کوئی آدمی شہید ہو جاتا ہے...... لاش کا ایک ٹکڑا ہو جاتا ہے۔ لیکن میں اس لاش کو کہاں لے جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا گوشت کو جمع کیا جائے۔ جس طرح قصائی بکرے کے گوشت کو جمع کرتا ہے، اسی طرح حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ٹکڑے کو ایک بوری میں ڈالا گیا۔

بہن...... بھائی کی لاش پر:

اس لاش کے ٹکڑوں کو لا کر جب لاشوں کے قریب رکھا گیا...... حضور کو اطلاع ملی کہ حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبد المطلب......وہ اپنے بھائی کی لاش کو دیکھنے آ رہی ہے...... بھائی کے ٹکڑوں کو دیکھنے آ رہی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری پھوپھی کو روکو کہ وہ لاش کے ٹکڑوں پر نہ آئے کہیں ایسا نہ ہو کہ بے ساختہ ہو جائے وارفتگی کا شکار ہو جائے، حفیظ جالندھری نے کہا!

ہوا حمزہ رضی اللہ عنہ کی میت پر گزر شانِ رسالت کا
تاثر دیدنی تھا مہر تاباں کی جلالت کا
صفیہ بنت عبدالمطلب ہمشیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی
بہت تھی جن کے دل میں عزت و توقیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی
کہا روکو میری پھوپھی کو میت پر نہ آنے دو
دل زخمی کو ان کے یہ نیا چرکہ نہ کھانے دو
الم انگیز ہے قطع و برید چہرہ حمزہ
بہن کو رنج دے شاید یہ دید چہرہ حمزہ
پسر نے جا کے مادر کو مگر جس وقت سمجھایا
تو قلب مسلمہ ہر حال میں صبر آشنا پایا

گئیں وہ میت حمزہ پہ روئیں اور نہ چلائیں
نظر چہرے پہ ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں

وہ منظر کیسا عجیب ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ سامنے تشریف فرما ہیں، پیغمبر ﷺ کی پھوپھی آئی ہیں، وہ صفیہ رضی اللہ عنہا جس نے کئی مشرکوں کو جہنم رسید کیا تھا، آج اُحد کے پہاڑ پر آتی ہے..... اور اپنے بھائی کی لاش کو دیکھتی ہے، فرمایا کپڑے کو ہٹاؤ..... کپڑا ہٹایا..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رو پڑے..... جب ہڈیوں کو دیکھا..... آنکھیں علیحدہ تھیں..... ہاتھ علیحدہ تھے..... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا..... اے اللہ! اگر تیرے پیغمبر ﷺ نے مجھے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں آج اپنے آنسوؤں سے اپنے بھائی کو غسل دیتی، یہ میرا بھائی ہے..... جس نے جوانی پیغمبر ﷺ کے دین پر گزاری..... جو مکے کا پہلوان تھا..... جو مدینے کا پہلوان تھا..... اے اللہ اس کا تو بڑا جرم کوئی نہ تھا۔ اے اللہ کیا یہ وہ حمزہ رضی اللہ عنہ نہیں تھا..... کہ جب تیرے پیغمبر ﷺ کو خانہ کعبہ سے ابوجہل نے نکالا..... تو اسی پہلوان نے جا کر رسول اللہ ﷺ کو کعبہ میں بٹھا دیا تھا..... آج ان کے ٹکڑے ہوگئے ہیں اور خاموش لاش ہے..... لہو بہہ رہا ہے۔ اے اللہ! تیرے سوا اس کی عظمتوں کو بلند کرنے والا کوئی نہیں۔

غزوہ ذات الرقاع اور ام المومنین کی برکت سے تیمم کی سہولت:

حضور علیہ السلام جب بھی کسی جنگ میں تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنی ایک یا دو بیویوں کو ضرور ساتھ لے جاتے، کس بیوی کو ساتھ لے جانا ہے اس کیلئے تمام بیویوں کے ناموں کی قرعہ اندازی فرماتے۔ جس بیوی کے نام کا قرعہ نکلتا اسے ساتھ لے جاتے، دو جنگیں ایسی تھیں کہ جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نکلا۔ ایک غزوہ بنی مصطلق اور ایک غزوہ ذات الرقاع..... بنی مصطلق ایک قبیلے کا نام ہے جو جگہ سے منسوب تھا۔ اور رقاع عربی میں کپڑے کی ٹاکی کو کہتے ہیں اس جنگ میں

[illegible] کے پاؤں سے جو [illegible] گئے اور انہوں نے پاؤں کے ساتھ ٹاکیاں باندھی ہوئی تھیں اس لئے اس کو غزوہ ذات الرقاع کہا جاتا ہے، ان دونوں غزوؤں میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ حضور ﷺ کے ہمراہ تھیں۔

یہ جو غزوہ ذات الرقاع تھا، یہ پہلے پیش آیا اور اس غزوہ میں تقریباً سات سو صحابہ ؓ پیغمبر ﷺ کے ساتھ شریک تھے، مدینہ منورہ سے جب آپ چلے مدینہ سے باہر جا کر ایک جگہ آتی ہے اس کا نام ہے جرف، یہاں پانی نہیں تھا...... حضور علیہ السلام نے رات کا قیام وہاں فرمایا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ نماز تہجد کے وقت یہاں سے چلیں اور اگلی منزل پر پانی ہے وہاں وضو کریں گے۔ پروگرام کے مطابق تہجد کے وقت روانگی کے وقت حضرت عائشہ ؓ حضور ﷺ کی قیام گاہ میں لیٹی ہوئی تھیں اور حضور ﷺ کا جسد اطہر حضرت عائشہ ؓ کے جسم کے ساتھ لگا ہوا تھا اور حضور ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عائشہ ؓ نہیں جاگتیں، حضور ﷺ لیٹے رہے، حضور ﷺ نے حرکت نہیں کی اور حضور ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کو نہیں جگایا۔

لیکن ادھر صحابہ ؓ کی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ لوگ کجاوؤں میں بیٹھے ہوئے روانگی کے لئے تیار ہیں...... حضرت عائشہ ؓ کی نیند کی وجہ سے سارا قافلہ رک گیا، یہ صورت جب صدیق اکبر ؓ نے دیکھی کہ عائشہ ؓ کی وجہ سے سارے لوگ رک گئے اور تھوڑی دیر اور گزر گئی تو یہاں نماز فجر کا وقت ہو جائے گا یہاں پانی نہیں ہے، نماز کیسے پڑھیں گے، نماز فجر ضائع ہو جائے گی، تو صدیق اکبر ؓ کو غصہ آیا حضرت عائشہ ؓ پر...... عائشہ ؓ صدیق ؓ کی بیٹی ہے اور غصہ کرنے میں حرج بھی نہیں تھا...... کوئی گناہ بھی نہیں تھا...... حضرت ابوبکر صدیق ؓ غصے کے عالم میں اس خیمے میں آئے جہاں عائشہ ؓ لیٹی ہوئی تھیں...... عائشہ ؓ کو جگانا چاہا وہ جب نہیں جاگیں، تو جلدی جلدی انگوٹھے کا چوکا حضرت عائشہ ؓ کی کمر میں مارا...... اور کہا جاگتی کیوں نہیں؟ تیری وجہ سے سارا قافلہ پریشان ہے۔ حضرت عائشہ ؓ کی کمر پر جب چوکا لگا تو اماں کو بڑی تکلیف ہوئی...... چوکا تو عائشہ ؓ کو لگا، لیکن عرش الٰہی ہل گیا......

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرائیل جلدی کر قرآن کی یہ آیت لے جا:

''اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو، یا حاجت ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورتوں سے مقاربت کی ہے اور تم پانی نہیں پاتے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے کچھ منہ اور ہاتھ پر پھیر لو، ...... اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف ہوئی...... اللہ نے شریعت کا ضابطہ بدل دیا:

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام پیغمبر ﷺ پر قرآن لائے، اس جگہ اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ نعمت بخشی، ضابطہ شریعت کا یہ تھا کہ نماز کیلئے وضو کیا جاتا ہے اس ضابطے کو اللہ نے تبدیل کر دیا۔

جب قرآن کی آیت اتری تو اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے برسر عام کہہ دیا، اعلان کر کے کہا کہ......

مَنْ مَنْ ما اول بر کۃ یا ال ابی بکرؓ

اے ابو بکر کی اولاد یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے کہ قیامت کی صبح تک آنے والے اولیا، اللہ کو اللہ نے تیمم کی نعمت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تقدس کی وجہ سے عطا کی۔

یہ وہ نعمت الٰہی ہے جو پروردگار کی طرف سے میری اور پوری امت کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قدموں کی وجہ سے عطا ہوئی...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناموس کا تحفظ ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عزت کا تحفظ...... پوری امت کا فریضہ ہے ...... کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صرف حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوتی تو بات اور تھی......

عائشہ رضی اللہ عنہا پیغمبر ﷺ کا لباس ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا میرے نبی ﷺ کی متاع حیات ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا میرے پیغمبر ﷺ کا تقدس ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا میرے نبی ﷺ کی طہارت ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا میرے نبی ﷺ کی پاکیزگی ہے۔

اور پوری امت پر فرض ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناموس کا تحفظ کرے کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے احسان سے امت محمدیہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہوگی۔ (سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صفحہ ۹۷، ۹۸۔ از علامہ ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

غزوہ بنی المصطلق اور واقعہ افک کی تفصیل:

حضور ﷺ نے غزوہ بنی المصطلق پر جانے سے پہلے قرعہ اندازی فرمائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نکل آیا، تو ایک اونٹ کے کجاوے پر اماں کا بستر تھا۔ حضور علیہ السلام لشکر کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے، بنی مصطلق میں آپ نے چند دن گزارے، دشمن بھاگ گیا۔ جب آپ ﷺ واپس آرہے تھے تو راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، چٹیل میدان تھا، چاند کی چاندنی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کجاوے سے نیچے اتریں سارا لشکر صحابہ کا اترا ہوا ہے لوگ اپنی اپنی ضروریات اور قضاء حاجت وغیرہ کیلئے ادھر ادھر چلے گئے تو اماں ایک طرف کو چلی گئیں قضاء حاجت کیلئے ...... وہاں پہنچیں تو تاخیر ہوئی جس کی وجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہونا تھا اور آپ ہار تلاش کرتی رہیں ...... اتنی دیر ہوگئی کہ قافلہ وہاں سے چل پڑا...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جسم دبلا پتلا تھا، اس بنیاد پر جنہوں نے کجاوہ اٹھایا انہیں پتہ نہ چلا کہ اماں اس میں موجود ہیں یا نہیں؟ انہوں نے سمجھا اماں موجود ہیں کجاوہ اونٹ پر رکھا اور چل دیئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس جنگل میں رہ گئیں ...... چادران کے پاس تھی ...... اسی جگہ پر چادر آدھی نیچے کر لی آدھی اوپر کر لی اور لیٹ گئیں ...... اور اس نیت سے لیٹیں قافلے والوں کو کچھ دور جا کر پتہ چلے گا اور اسی جگہ پر میری تلاش کیلئے آئیں گے۔

لشکر سے دو تین میل پیچھے رہنا ہے تا کہ لشکر کی کوئی گری پڑی چیز ہو تو اٹھا لاؤ۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر آ رہے ہیں تو چاند کی چاندنی میں دور سے انہوں نے دیکھا کہ کوئی سفید کپڑا نظر آ رہا ہے...... انہوں نے سمجھا کہ کوئی سامان پڑا ہے قریب آئے تو انہوں نے آواز دی کون ہے؟

حرکت ہوئی انہوں نے سمجھا کوئی ہے...... تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چہرے سے کپڑا ہٹایا فوری طور پر اچانک تو ان کی نظر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر پڑی، پردے کی آیتیں اترنے سے پہلے (پردے کی آیتیں اتر چکی تھیں) وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ چکے تھے اس لیے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا چہرہ دیکھا تو ان کی زبان سے صرف ایک کلمہ نکلا...... **انا للہ وانا الیہ راجعون**...... رات کی تاریکی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہاں اکیلی کیسے؟

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوری زندگی میں صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جیسا پاک باز انسان نہیں دیکھا کہ جوان عورت، رات کا وقت، تاریکی اور اماں فرماتی ہیں کہ انا للہ کہنے کے بعد اس نے اونٹ میرے قریب بٹھا دیا اور یہ بھی نہیں کہا کہ سوار ہو جاؤ۔ کوئی لفظ نہیں کہا، میرے قریب اونٹ بٹھایا۔ میں کجاوے پر سوار ہو گئی اور بعد میں اس کی مہار پکڑی چل پڑے۔

ساری رات اونٹ چلتا رہا...... جتنا بھی حصہ رات کا باقی تھا۔ صبح سورج چڑھا، نو دس بجے کا وقت ہوگا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہمیں دور سے حضور علیہ السلام کا لشکر نظر آیا، جس جگہ پر انہوں نے پڑاؤ ڈالا تھا لشکر میں پہنچے، مدینہ نہیں ابھی آیا تھا، تو حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اونٹ کو بٹھا دیا۔ میں اپنے کجاوے سے نیچے اتری...... اتر کر اپنے کجاوے میں جو میرا اونٹ تھا اس میں چلی گئی اس کے علاوہ وہاں کوئی بات نہیں ہوئی۔ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

یہاں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا...... یہاں پر کسی نے نہیں پوچھا یا کسی کو پتہ

نہیں چلا، کیا بات تھی ...... لیکن جب مدینہ منورہ پہنچے ...... ایک دن گزر گیا ...... اگلے دن شام کے وقت ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے گھر سے باہر نکلیں جب باہر کھیتوں میں پہنچیں تو ایک نوکرانی جس کا نام ہے ام مسطح، مسطح ایک صحابی تھے، ان کی اماں ساتھ ہیں ان کا پاؤں پھسلا تو انہوں نے کہا کہ مسطح تم پر ہلاکت ہو مسطح کے بارے میں ماں نے بددعا کی، اس بددعا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مسطح تو تیرا لڑکا ہے اور بدرین میں سے ہے، اس کیلئے تو کیوں بددعا کرتی ہے؟

ام مسطح نے کہا عائشہ رضی اللہ عنہا تو بڑی بھولی بھالی ہے، تجھے نہیں پتہ کہ جو لوگ تم پر تہمت لگا رہے ہیں ان میں یہ میرا بیٹا بھی شامل ہے، تو میں اس خیال میں جا رہی تھی کہ تہمت میں میرا بیٹا کیوں شامل ہے میرا پاؤں پھسلا اس لئے۔ میں اس کے لئے بد دعا کر رہی تھی، تو اماں کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، اماں کہتی ہے کہ مجھے قضائے حاجت بھول گئی اور میں واپس آ گئی اور میں نے محسوس کیا کہ کل سے رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں اور آپ ﷺ کے چہرے میں میرے لیے وہ نگاہ مہر و محبت نہیں رہی جو پہلے ہوتی تھیں، میں نے محسوس کیا کہ شاید حضور اکرم ﷺ کو بھی اس واقعہ کا علم ہوگا، کیا الزام تھا؟ تہمت کیا تھی کہ رات کی تاریکی میں حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آئی ہے، نعوذ باللہ اس کا دامن ٹھیک نہیں ہے۔

ادھر مدینہ میں منافقین نے طوفان اٹھا دیا۔ چاروں طرف سے من گھڑت خبریں اور بے بنیاد الزام لگائے جانے لگے، آنحضرت ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ بھی پریشان ہو گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تنہا سفر کو غلط رنگ دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر تشریف لے گئیں۔

اور جا کر اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، دروازے میں داخل ہوئی، تو میں نے کیا دیکھا کہ میرے والد چار پائی پہ بیٹھے ہیں اور قرآن پڑھ رہے ہیں ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور میری والدہ مصلے پر ہے وہ بھی رو رہی ہے۔

......میرے والد نے پوچھا کیسے آئی ہے؟ میں نے کہا کہ میں پریشانی کی وجہ سے آئی ہوں۔ میں نے پوچھا کہ ابا جان آپ کیوں پریشان ہیں؟ فرمایا پریشانی ہماری تو کوئی نہیں ہے تیری وجہ سے پریشانی ہے......کیا پریشانی ہے کہ سارے مدینے میں کہرام مچ گیا۔

مدینے کی گلیوں میں لوگ کہہ رہے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دامن ٹھیک نہیں ہے، نعوذ باللہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دامن داغ دار ہو گیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتے......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہو گئے......مدینہ کی گلیاں ویران ہو گئیں...... مدینہ میں قیامت برپا ہو گئی......کئی دن گزرنے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اب تو تیرا باپ مدینے کی گلیوں میں نکل بھی نہیں سکتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ جس کی بیٹی پر تہمت لگی ہے......عائشہ رضی اللہ عنہا میں کیا کروں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے مکان کے اندر والے کمرے میں مصلے پر بیٹھی رو رہی ہے......ایک دو دن گزر گئے......دو تین دنوں کے بعد حضور علیہ السلام تشریف لائے......آپ ﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا بتاؤ عائشہ رضی اللہ عنہا کہاں ہے؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس دن سے عائشہ رضی اللہ عنہا آئی ہے وہ تو اپنے اسی حجرے میں موجود ہے......وہ تو ایک مرتبہ بھی باہر نہیں نکلی......رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لے گئے......جہاں عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں......رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور حضور ﷺ نے ایک بات فرمائی......ان الفاظ کو بخاری شریف میں نقل کیا گیا حضور ﷺ نے فرمایا:

''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اگر واقعی تجھ سے گناہ ہو گیا ہے تو اللہ سے معافی مانگ لے۔ میں بھی تیرے لیے معافی مانگ لوں گا۔''

اماں فرماتی ہیں میری چیخیں نکل گئیں، میری زبان پر وہ لفظ جاری ہو گئے میں نے کہا کہ آج میری مثال یوسف کے باپ کی ہے (میں اپنے اس دکھ میں

یوسف کے باپ کا نام بھول گئی جن کا نام یعقوب علیہ السلام تھا) جن پر دکھ اور پریشانی بیٹے کی آئی انہوں نے کہا تھا۔

انما اشکوا بثی وحزنی الی اللّٰہ

میرا دکھ اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔

تو میں نے کہا کہ اللہ کے رسول اگر عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کہے کہ اس کا دامن داغدار ہے تو یہ حقیقت کے خلاف ہے، اگر میں کہوں کہ میں پاک صاف ہوں تو شاید آپ ﷺ یقین نہیں کریں گے، حضور ﷺ یہ سن کر چلے گئے۔

اماں روتی رہیں ......اماں سے والد نے پوچھا کیا کرتی ہو؟......تو فرمایا پروردگار کے دروازے پر اپیل کر چھوڑی ہے، سجدے میں ساری رات روتی ہے ......کھانا پینا بند ہو چکا ہے۔

مصلے پہ کہتی ہے اے اللہ میں تیرے پیغمبر ﷺ کے بستر پر نہ ہوتی، میں تیرے نبی ﷺ کی عزت نہ ہوتی...... آج جو مرضی مجھے دنیا کہتی لیکن آج اے اللہ میں وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں کہ دنیا قیامت تک کیا کہے گی؟...... یہودی کیا کہیں گے؟......عیسائی کیا کہیں گے......کہ نبی ﷺ معصوم تھا نبی ﷺ کی چادر کیسے داغدار ہوگئی؟......اے اللہ تیرے سوا میری صفائیاں دینے والا کوئی نہیں......عائشہ رضی اللہ عنہا نے رو کر یہ بھی کہا کہ اے اللہ میں وہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں جو تیرے پیغمبر ﷺ کے بستر پر ہوں ......ایک وقت وہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگتی ہے، تو اے اللہ! تو نے تین مہینے کے بچے سے گواہی دلا دی......**وشهد شاہد من اهلها** قرآن کہتا ہے!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اے اللہ! وہ وقت بھی آیا کہ جب حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگی تو ایک مہینے کا بچہ پنگوڑے میں بول اٹھا۔اس نے مریم کی صفائی دی۔

مریم پر تہمت لگی صفائی بچے نے دی۔

اور جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو اس وقت بھی صفائی تین

مدینے کے بچے نے دی۔

اے اللہ! میں کیا کروں میری صفائی کون دے؟......اے اللہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیوی ہوں...... آج تیرے سوا میری عزت کا رکھوالا کوئی نہیں میری عزت کے چرچے اور اعلان کرنے والا کوئی نہیں......اے اللہ! میں بالغ ہوئی تو تیرے نبی ﷺ کے گھر میں ہوئی......اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میری تو نظر بھی بلوغت کے بعد تیرے پیغمبر ﷺ پر پڑی......تیرے نبی کے چہرے کو دیکھا......اے اللہ! کیا میں وہ عائشہ نہیں ہوں کہ جس کے بستر پر تیرا جبرائیل قرآن لے کر آتا تھا......آج میرا دامن مدینہ کی گلیوں میں داغدار ہو گیا......تیرے سوا صفائی دینے والا کوئی نہیں۔

حضور ﷺ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت:

حضور ﷺ پریشانی کے عالم میں مسجد نبوی میں پہنچے، تو چونکہ مدینہ میں لوگ اتنی باتیں کر رہے تھے کہ پیغمبر ﷺ نے سارے مدینہ میں اعلان کر دیا لوگو آؤ آج میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فیصلہ کرتا ہوں ......صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد میں جمع ہو گئے، سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم آ گئے، حضور ﷺ نے پوچھا بتاؤ، عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! تحقیق کریں، پیغمبر ﷺ نے فرمایا کس سے تحقیق کروں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نوکرانی چھوٹی بچی جس کا نام ہے بریرہ ......اس کو بلائیں۔ بریرہ تیرے پاؤں کی خاک پہ قربان جاؤں آج تو عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی دینے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئی......حضور ﷺ نے بلایا بریرہ رضی اللہ عنہا کو!

پوچھا......بریرہ رضی اللہ عنہا عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے، تو نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کیسا پایا؟ بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! جتنے عرصے سے میں یہاں

ہوں میں نے عائشہ ؓ میں ایک غلطی دیکھی ہے اور کوئی نہیں دیکھی، غلطی یہ ہے کہ بکری آ کر جب آٹا کھا جاتی ہے تو عائشہ ؓ کو پتہ نہیں چلتا......اس کے علاوہ حضرت عائشہ ؓ کے دامن پر داغ میں نے نہیں دیکھا۔

حضرت سلمان ؓ کھڑے ہو گئے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ ؓ کے بارے میں کچھ اور وقت گزاریں......پوچھ گچھ کریں۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ عورتیں تو اور بھی آپ ﷺ کے لیے بہت ہیں، ایک عورت پر تہمت لگ گئی آپ اسے چھوڑ دیں کسی اور سے نکاح کر لیں۔

سیدنا فاروق اعظم ؓ کا مشورہ:

لیکن اس ساری گفتگو کے بعد مسجد میں حضرت فاروق اعظم ؓ بیٹھے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عمر تم نہیں بولتے ......کھڑے ہو جاؤ، حضرت فاروق اعظم ؓ کھڑے ہو گئے ......حضور ﷺ نے فرمایا کیا خیال ہے تمہارا عمر ؓ، میری عائشہ ؓ کے بارے میں؟......تو حضرت عمر ؓ نے بڑی عجیب بات کہی۔

فرمایا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ حضرت عائشہ ؓ کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح ہم نے کیا تھا......یا اللہ نے کیا تھا؟ کہاں ہوا تھا؟

حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ ؓ کے ساتھ نکاح عرش پر ہوا تھا۔

تو فاروق اعظم ؓ نے فرمایا......بات ختم ہو گئی جو خدا آپ ﷺ کے جسم پر گندی مکھی نہیں بیٹھنے دیتا وہ آپ ﷺ کے بستر پر غلط عورت نہیں آنے دے گا۔

پیغمبر ﷺ کا چہرہ چمک اٹھا:

حضور ﷺ نے فرمایا! تہمت لگی ہے، صفائی کا کیا طریقہ ہے؟

حضرت عمر ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جیسے آپ کی رہنمائی ہر بات میں اللہ تعالیٰ کرتے ہیں آپ ﷺ حضرت عائشہ ؓ کا معاملہ پروردگار کے سپرد کر دیں۔اور وحی کا انتظار کریں۔

جب یہ بات فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہی حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ چمک اٹھا پیغمبر ﷺ نے فرمایا ......جزاك الله ابن خطاب یعنی ابن خطاب اللہ تعالیٰ تجھے بہتر بدلہ دے تو نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل کی گرانی کو دور کر دیا۔

پروردگار خود وکیل صفائی بن گیا:

یہ بات کرنے کے بعد حضور علیہ السلام سیدھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ جا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے اب میں محمد ﷺ پریشان نہیں ہوں ......اب میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے ہیں اور اس چٹائی پر حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ) بیٹھی ہیں، کچھ عورتیں اور بیٹھی ہیں ......حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی رسول اللہ ﷺ یہ بات کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ پیغمبر ﷺ کے چہرے پر وحی کے آثار نمودار ہوئے، اور پیغمبر ﷺ کے ماتھے پہ پسینہ آ گیا...... جب پیغمبر ﷺ کے ماتھے پہ پسینہ آیا...... یہ فیصلے کی گھڑی تھی ...... ہم حیران ہو گئے ......ہمارے پاؤں کے تلے سے زمین نکلنے لگی، پتہ نہیں کیا فیصلہ ہوتا ہے، کیا اعلان ہوتا ہے...... یہ بڑا عجیب منظر تھا......عجیب گھڑی تھی ......ہم پریشان ہو گئے، میری بیوی ام رومان رضی اللہ عنہا لرزنے لگی کہ ابھی کیا فیصلہ ہوتا ہے.. لیکن چند منٹوں کے بعد پیغمبر علیہ السلام نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو آپ ﷺ کا چہرہ چمک رہا تھا......فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی میں قرآن کی سترہ آیتیں اتار دی ہیں، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہرے خوشی سے ٹمٹما اٹھے۔

ترجمہ:

جن لوگوں نے یہ افترا باندھا ہے وہ تم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں، تم ان

برانہ سمجھو بلکہ اس میں تمہاری بہتری تھی کہ مومنین اور منافقین کی تمیز ہو گئی، ہر شخص کو جاہ کے مطابق گناہ اور جس کا اس میں بڑا حصہ تھا، اس کو بڑا عذاب ہوگا، جب تم نے یہ سنا تو مومن عورتوں نے اپنے بھائی اور بہنوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہیں کیا، اور کیوں نہیں کہا کہ یہ صریح تہمت ہے، اور کیوں نہیں ان افترا پردازوں نے چار گواہ پیش کیے اور جب گواہ پیش نہیں کیے تو خدا کے نزدیک جھوٹے ٹھہرے، اگر خدا کی عنایت و مہربانی دین و دنیا میں تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو جو افواہ تم نے اڑائی تھی اس پر تم کو سخت عذاب پہنچتا، جب تم اپنی زبان سے اس کو پھیلا رہے تھے اور منہ سے وہ بات نکال رہے تھے جس کا تم کو علم نہ تھا، اور تم اس کو ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ خدا کے نزدیک وہ بڑی بات تھی، تم نے سننے کے ساتھ یہ کیوں نہیں کہا کہ ہم ایسی ناروا بات منہ سے نہیں نکالنی چاہیے۔ خدا پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی میں سترہ قرآنی آیات کا اترنا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت اسلامی تاریخ کا حصہ بن گئی۔ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۳۶۴۔ جلد ۲، صفحہ ۹۶۸۔ فتح الباری جلد ۸، صفحہ ۳۶۶۔ زاد المعاد جلد ۲، صفحہ ۱۱۳، ۱۱۵۔ ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۲۹۷۔ عیون الاثر جلد ۲، صفحہ ۱۳۹، ۱۴۳)

غزوہ تبوک:

فتح مکہ سے قبل آنحضرت ﷺ نے جمادی الاوّل ۸ھ میں روم کی افواج قاہرہ کے مقابلے کے لیے تین ہزار کا ایک لشکر شام کی طرف روانہ فرمایا یہ لشکر موتہ کے مقام پر دشمن سے متصادم ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ دشمن کی تعداد ایک لاکھ اور دوسری روایت کے مطابق دو لاکھ تھی ...... یہاں مسلمانوں نے بہادری کی مثال قائم کر دی ..... اس موقع پر تین سپہ سالار اور ۹ مجاہد شہید ہوئے لیکن دشمن کے مقتولین کی تعداد کے

بارے میں مورخین سکوت میں ہیں...... اعدا کی کثرت تعداد کے باعث جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا، چنانچہ وہ اب مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ تیس ہزار کا لشکر لے کر اواخر رجب ۹ھ میں شام کی طرف روانہ ہوئے، مدینہ میں محمد بن مسلمہ نائب مقرر کیے گئے، آنحضرت ﷺ تیس روز تبوک میں رہے مگر دشمن مقابلے پر نہیں آیا، یہاں سے آپ ﷺ نے ایک دستہ بھی روانہ کیا، ایک نصرانی ہلاک اور دومہ کا والی گرفتار ہوا۔

بعدازاں آپ ﷺ رمضان ۹ھ کو مدینہ تشریف لے آئے، شہید ناز عبداللہ ذوالبجادین کا واقعہ بھی اسی جنگ میں پیش آیا، یہی آخری جنگ تھی، جس میں آنحضرت ﷺ نے بہ نفس نفیس خود شرکت فرمائی، تاہم آپ ﷺ کی وفات تک متعدد دستے مشرکین کی سرکوبی کے لئے مختلف مقامات کی طرف بھیجے گئے۔

آنحضرت ﷺ کی حیرت انگیز کامیابی کے اعتبار سے اگر فتوحات کا تخمینہ کیا جائے تو ۲۷۴ میل یومیہ کی رفتار سے دس سال کی فتوحات ۱۳ لاکھ مربع میل پر قبضہ اس حساب سے مسلمانوں کا ایک نفر ماہانہ جانی نقصان، دشمن کا ۱۵۰ نفر جانی نقصان ہوا۔ اور لاکھوں انسان صمیم قلب سے فرمانبردار، اتنی بڑی فتح، اتنا شاندار کارنامہ، اتنی وسیع مملکت تسخیر اور خون انسانی کا اتنا کم زیاں...... کسی معرکہ میں شکست نہیں، کہیں پسپائی نہیں، ہر جگہ پیش قدمی، ہر جگہ کامیابی، پھر فتح مندیوں کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا، حیات مبارکہ تک ہی محدود نہیں، بلکہ آگے بڑھتا ہے آنحضرت ﷺ کے جانے کے بعد جاری رہتا ہے، حتیٰ کہ اسلامی اقتدار ایشیا یورپ افریقہ کے کتنے ہی ملکوں میں پھیل جاتا ہے۔

حاصل کلام

غزوات کی ایمان افروز داستان آپ نے سن لی، ذیل میں عہد نبوی کی تمام جنگوں کے تمام شہداء کا نقشہ دیا جاتا ہے۔

شہدائے بدر......۱۴......۶ انصاری اور ۸ مہاجر

شہدائے غزوہ سویق......۲......ایک صحابی دوسرا حلیف

شہدائے احد......۷۰......اصحاب

شہدائے رجیع......۱۰......اصحاب

شہدائے بیر معونہ......۶۸......صحابہ

شہدائے مریسیع......۱......صحابی

شہدائے بنو قریظہ......۲ انصاری، ا مہاجر

شہدائے خندق......۶ اصحاب......۴ انصاری......۲ مہاجر

شہدائے ذوالقصہ......۵......اصحاب

شہید وادی القری......۱......صحابی

شہید عرینین......۱......صحابی

شہدائے خیبر......۱۹......اصحاب (زرقانی جلد ۱، صفحہ ۴۴۴)

شہید سریہ حربہ......۱......صحابی

شہید سریہ الی العرجاء......۱......صحابی

شہدائے اطلح......۱۰......اصحاب

شہدائے موتہ......۱۳......اصحاب

شہدائے غابہ......۳......اصحاب

شہدائے فتح مکہ......۲......اصحاب

شہدائے حنین......۶......اصحاب

شہدائے طائف......۱۳......اصحاب

عہد نبوی میں مختلف مقامات پر ہونے والے شہید......۱۲......

☆☆☆☆

فتح مکہ سے وصال تک

فتح مکہ کی اہمیت:

مکہ سے حضور علیہ السلام کو نکال دیا گیا تھا۔ اور آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے......اور چھ سال وہاں رہے... پھر آپ ﷺ عمرہ کرنے آئے... لیکن آپ کو اجازت نہیں دی گئی......اور پھر ایک اہم واقعہ پیش آیا جسے معاہدہ صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے اس کے ایک دو سال بعد پھر مکہ کی فتح کا اعلان ہوا۔

مکہ کیسے فتح ہوا؟ خانہ کعبہ سے تین سو ساٹھ بت کیسے گرائے گئے۔

کعبے کی چھت پر اذان کس نے دی؟

اسلام کا غلبہ خانہ کعبہ پہ کیسے ہوا؟

بتوں کو توڑ کر اسلام کا پرچم مکہ میں کیسے لہرایا گیا؟

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اسلام کی پوری تاریخ میں فتح مکہ سے زیادہ شاندار واقعہ کوئی نہیں۔

جنگ......مرتبے کے اعتبار سے جنگ بدر سب سے بڑی ہے۔

فوج کے اعتبار سے جنگ تبوک سب سے بڑی ہے۔

شان وشوکت کے اعتبار غزوہ فتح مکہ سب سے بڑا ہے۔

مکے کی فتح اسلام کا ایک تاریخی واقعہ ہے۔

پیغمبر ﷺ کا خواب اور اس کی حقیقت:

حضور علیہ السلام کو مدینہ منورہ میں چھ سال ہو گئے تھے حضور ﷺ کے دل کی خواہش تھی کہ میں خانہ کعبہ دیکھوں ...... میں عمرہ کروں ...... اللہ تعالیٰ کے گھر کو دیکھوں ...... نبی ﷺ کے دل میں تڑپ تھی اس تڑپ کے نتیجے میں پیغمبر ﷺ کو خواب آیا اور خواب میں حضور ﷺ نے دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہوں ...... اور خانہ کعبہ کی طرف میں لشکر لے کر جا رہا ہوں۔ حضور ﷺ یہ خواب دیکھ کر اٹھے۔ اور نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ تو حضور ﷺ نے صبح کو سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا تیار ہو جاؤ۔ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم تیار ہو گئے، ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم عمرہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

مدینہ منورہ سے ساڑھے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے ساتھ ہیں، مکہ مکرمہ سے نو میل پیچھے حدیبیہ ایک جگہ ہے، حضور اکرم علیہ السلام نے وہاں پڑاؤ ڈالا۔

ابوسفیان سے ملاقات کیلئے قاصد کا انتخاب:

عمرے کی اجازت ابوسفیان سے لینے کیلئے قاصد کا انتخاب ہونا تھا۔ کیونکہ خانہ کعبہ پر قبضہ تو کافروں کا تھا۔ ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتے تھے، سردار قریش تھے، حضور علیہ السلام نے سوچا کہ یہاں سے میں ایک قاصد بھیجتا ہوں ...... جو جا کے ابوسفیان سے خانہ کعبہ میں داخلہ کی اجازت مانگے، یہ کہے کہ صرف عمرہ کرنا ہے ...... جھگڑا نہیں کرنا ...... لڑائی نہیں کرنی ...... آپ صرف عمرے کی اجازت دے دیں، حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ نے خطبہ دیا تھا اور خطبہ میں فرمایا کہ میں چاہتا ہوں ایک وفد بھیجوں ابوسفیان کے پاس ...... مکہ مکرمہ میں جو میرا سفیر بن کر جائے ...... میرا قاصد بن کر جائے، اور حضور ﷺ نے فرمایا! عمر تم جاؤ قاصد بن کر اور جا کر تم اجازت مانگو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! میں بڑا سخت آدمی ہوں ...... میں جب مکہ سے نکلا تھا، آج سے چھ سال پہلے تو لوگوں کے ساتھ میری لڑائی تھی، میری تلخ

طبیعت کی وجہ سے ...... تو آپ ایسے آدمی کو سفیر بنا کر بھیجیں کہ جو نرم ہو اور جس کی نرمی پر دشمن بھی جس کی تعریف کرتا ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ کون آدمی ہے؟ ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں ...... حضور ﷺ نے فرمایا عثمان آؤ ...... عثمان رضی اللہ عنہ آ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ میرے سفیر بن کر مکہ میں جاؤ جا کر ابو سفیان سے کہو کہ مسلمان اور پیغمبر ﷺ آئے ہوئے ہیں تو ٹل کے نالے پہ پڑاؤ ہے۔ پیغمبر ﷺ نے عمرہ کرنا ہے کعبے کا طواف کرنا ہے۔ اس کی اجازت دے دو۔ (زاد المعاد ابن قیم جلد ۱ صفحہ ۳۸۱)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بطور قاصد روانگی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفیر بن کر مکے میں داخل ہو گئے تو بڑے بڑے کافر ...... جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے واقف تھے کہ یہ تو کپڑے کا بڑا تاجر تھا ...... بڑا رئیس تھا ...... لوگ ان کے پاس آ کر ملے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان فرمایا سے کہ میرے رسول ﷺ عمرہ کرنا چاہتے ہیں، کعبے کا طواف کرنا چاہتے ہیں ...... آپ اگر اس کی اجازت دیں ...... تو ابو سفیان نے کہا۔ تیرے نبی کو اجازت نہیں ہے اگر تو طواف کرنا چاہتا ہے ...... تو تجھے اجازت ہے۔ ...... عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ عثمان اپنے پیغمبر ﷺ کے بغیر کعبے کا طواف نہیں کر سکتا۔" (سیرت ہشام جلد ۳، صفحہ ۲۰۱، ۲۰۲)

سفیر پیغمبر ﷺ کی شہادت کی افواہ:

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس عظمت کو ملاحظہ کریں کافروں نے کہا کہ اے عثمان آپ طواف کریں آپ عمرہ کریں لیکن کسی اور کو اجازت نہیں کہ کعبے میں داخل ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوں ...... چنانچہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے ایک مکان میں نظر بند کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے ...... میں قربان جاؤں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عظمت پر، عثمان رضی اللہ عنہ وہ عظمت والا ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کا سفیر ہے، جس کو نبی نے اپنا سفیر بنا کر کعبے میں

بھیجا اور آج وہ سفیر گرفتار ہو چکا ہے، تو یہاں یہاں حدیبیہ ایک خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، حالانکہ شہید نہیں ہوئے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قدر و قیمت:

حضور ﷺ نے فرمایا۔ "لوگو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے میرے ہاتھ پر بیعت کرو...... میں عثمان کا بدلہ لیے بغیر یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا اس کو کہتے ہیں، عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قیمت! کیا قیمت ہے؟...... حضور ﷺ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے تیار ہیں اور بدلہ لیتے ہوئے آدمی شہید بھی تو ہو سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ شہید بھی ہو سکتے ہیں۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی بدلہ لوں گا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی بدلہ لوں گا۔

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی بدلہ لوں گا۔

عثمان رضی اللہ عنہ کتنا قیمتی ہے...... کہ اس عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے نبی ﷺ بھی شہید ہونے کے لیے تیار ہے!!

عثمان کے لیے علی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہونے کو تیار ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہونے کو تیار ہے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہونے کو تیار ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ اللہ ورسول ﷺ کے ہاتھوں میں:

پیغمبر ﷺ نے یوں ہاتھ بڑھایا، کہا لوگو آؤ، جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا چاہتا ہے، میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھے تو ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ دیکھو عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلہ کے مسئلہ پر نبی ﷺ کے ہاتھ پر کتنے ہاتھ آئے؟؟...... (ساڑھے چودہ سو) جب پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ آئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن بھی وہیں اتار دیا۔

يد الله فوق ايديهم

نیچے نبی ﷺ کا ہاتھ اوپر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہاتھ......اور اوپر اللہ کا ہاتھ
تو دیکھو اوپر اللہ کا ہاتھ نیچے نبی کا ہاتھ اور درمیان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہاتھ جب وہ بیعت کر رہے تھے تو قرآن کی یہ آیت اتری۔

لقد رضی الله عن المومنين اذيبا يعو نك تحت الشجرة

اس درخت کے نیچے جن ساڑھے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، عرش پہ خدا ان سے راضی ہو چکا ہے۔"

حالانکہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو ابھی زندہ تھے لیکن صرف عثمان رضی اللہ عنہ کی محبت ہے ......جس جس نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ان پر جنت واجب ہو گئی ...... حالانکہ بدلہ تو لینا نہیں تھا......اس کا اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے، لیکن پھر بھی بیعت ہو گئی۔ (زرقانی جلد۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض کا انجام:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک جنازے میں حضور ﷺ تشریف لے گئے، جنازہ آگے رکھا ہے، حضور ﷺ جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کھڑے ہوئے ہیں، حضور ﷺ نے پوچھا کس کا جنازہ ہے؟ تو بتایا گیا فلاں آدمی کا ہے۔ حضور ﷺ پیچھے ہٹ گئے، فرمایا میں جنازہ نہیں پڑھاتا۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ تو رحمۃ اللعالمین ہیں جنازہ پڑھائیں، حضور ﷺ نے فرمایا۔

انه كان يبغض عثمان

میں اس لیے اس کا جنازہ نہیں پڑھاتا کہ اس کے دل میں عثمان کا بغض تھا......جس کے دل میں عثمان رضی اللہ عنہ کا بغض ہو پیغمبر ﷺ اس کا جنازہ نہیں پڑھاتا۔ (خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم صفحہ ۵۶۱ از علامہ خالد محمود) ......عثمان رضی اللہ عنہ کی محبت

اور عظمت کا کیا اندازہ ہے کہ ابھی عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے لیکن نبی ﷺ بدلہ لینے کے لیے تیار ہیں۔ تو اس کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پتہ چلا کہ وہ تو زندہ ہے۔

معاہدۂ صلح حدیبیہ:

تو بعد میں اہل مکہ کی طرف سے ......ابوسفیان کی طرف سے دو آدمی مذاکرات کے لیے چلے گئے..... رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی دو آدمی مذاکرات کے لیے چلے گئے......اور فیصلہ یہ ہوا کہ یہ دونوں گروپ بیٹھ کر فیصلہ کریں کہ عمرہ کرنا ہے یا نہیں کرنا.....اور آئندہ مشرکین مکہ کا اور مسلمانوں کا آپس میں تعلق کیا ہوگا اس پر حدیبیہ کے مقام پر مشرکین مکہ کے سردار آئے۔ مسلمان آئے .....اور وہاں آ کر آپس میں معاہدہ ہوا جس کا نام ہے.....معاہدہ صلح حدیبیہ.....اور معاہدہ جب لکھا جانے لگا حضور علیہ السلام کی طرف سے تو اوپر لکھا گیا..... **من محمد رسول الله**...... محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے یہ معاہدہ جب محمد کے بعد رسول اللہ لکھا تو کافروں نے کہا اگر ہم محمد کو رسول مانتے تو جھگڑا کیسا..... پہلے رسول اللہ کا لفظ مٹاؤ..... حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کا لفظ مٹادو.....علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ جوڑ کر فرمایا اللہ کے رسول میں لفظ رسول اللہ اپنے ہاتھ سے مٹا نہیں سکتا.....میرے اندر جرأت نہیں ہے کہ میں اس کو مٹاؤں...... حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے مٹایا اب جملہ.....**من محمد بن عبدالله** ......ہو گیا۔ اس معاہدے کے اندر دس شرائط تھیں، دس شقیں تھیں، اس معاہدے کی ایک شق یہ تھی کہ مکے کے جتنے بھی قبائل ہیں......وہ جس طرف جانا چاہیں جس کو اپنا حلیف اور ساتھی بنانا چاہیں بنا سکتے ہیں، مثلاً مکہ میں دو بڑے بڑے قبیلے تھے ایک بنو خزاعہ کا قبیلہ تھا اور ایک بنو بکر کا قبیلہ تھا، تو ان دونوں قبیلوں کو معاہدے میں اختیار دے دیا گیا کہ ان دونوں میں سے جس طرف کوئی جانا چاہے جا سکتا ہے۔

ان دونوں میں چونکہ اختلاف تھا تو بنو بکر مشرکین مکہ سے مل گئے.....

مشرکین مکہ کو اپنی پارٹی بنا لیا۔

اور بنو خزاعہ نے کہا کہ ہماری پارٹی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو بھی ہیں وہ بھی بڑی قسمت والے ہوئے کہ ان کو حبیب ملا تو محمد رسول اللہ ﷺ ملا۔۔۔۔ دنیا کا سردار ملا۔۔۔۔ یہ ان کا معاہدہ ہوا تھا ۔۔۔۔ فتح مکہ کے اسباب کیا تھے۔ اس کے اندر شرطیں باندھی گئیں کہ اس دفعہ مسلمان عمرہ نہیں کریں گے۔۔۔۔ اس پر صحابہ ﷺ کو بڑی تکلیف ہوئی۔۔۔۔ اور اس معاہدہ کے بارے میں یہ کہا کہ اس میں مسلمانوں نے اپنی کمزوری دکھائی ہے اور مشرکین کی ساری شقیں مان لیں۔۔۔۔ کہ اگر مکے کے مشرکوں کا کوئی آدمی بھاگ کر مدینہ جائے تو حضور علیہ السلام اسے واپس کر دیں گے۔۔۔۔ اور اگر ان کو کوئی آدمی بھاگ کر مدینہ سے مکہ آئے تو مشرکین واپس کریں نہ کریں ان کی مرضی ہے، تو بظاہر جو یہ شقیں تھیں۔۔۔۔ یہ مسلمانوں کے خلاف جارہی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ کیا ہم مسلمان نہیں ہم غالب آنے والے نہیں۔۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں ہم غالب آنے والے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اتنے پیچھے لگ کر اتنی شرطیں مان لیں اور ادھر ایک شق یہ تھی کہ بنو خزاعہ جو ہیں۔۔۔۔ یہ مسلمانوں کے ساتھ ملیں گے اور بنو بکر مشرکین سے ملیں گے اور آپس میں معاہدہ کی خلاف ورزی کوئی نہیں کرے گا۔۔۔۔ مشرکین مکہ اور مسلمانوں کی لڑائی نہیں ہوگی، کب تک؟۔۔۔۔ جب تک مسلمانوں کے کسی حلیف کو مکے کے مشرک خود تنگ نہ کریں اور مکے کے مشرکوں کے حلیف کو مسلمان تنگ نہ کریں۔۔۔۔ جب معاہدہ ہو گیا، حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ عمرہ کر کے تمہیں قربانی دینی ہے اور سر کی حجامت بنوانی ہے، حجامت یہیں بنوالو۔۔۔۔ عمرہ کا ثواب تمہیں یہیں بیٹھے بیٹھے مل جائے گا۔

معاہدہ ٹوٹ گیا:

کچھ عرصہ بعد بنو بکر نے حملہ کیا اور بنو خزاعہ کے کچھ آدمیوں کو مار دیا جواب

میں انہوں نے بھی ایک آدھ آدمی مار دیا برابر ہو گئے لیکن برابری کے بعد بنو بکر نے دوبارہ بنو خزاعہ کے چھ آدمی مار کر زیادتی کر دی......تو وہ جو معاہدہ صلح حدیبیہ ہوا تھا اس کی خلاف ورزی ہو گئی، معاہدے میں تو یہ تھا کہ یہ دونوں قبیلے آپس میں نہیں لڑیں گے، لیکن اب پہل کر دی بنو بکر نے تو مشرکین مکہ نے اپنے حلیف قبیلے کا ساتھ دیا یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔

بنو خزاعہ کا وفد......حضور ﷺ کی خدمت میں:

جب مشرکین مکہ نے معاہدہ توڑ دیا تو اسی وقت بنو خزاعہ کا ایک وفد عمرو بن سالم خزاعی کی قیادت میں مکہ سے مدینہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گیا، انہوں نے جا کر حضور علیہ السلام کو سارا واقعہ سنایا......کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ ہے معاہدہ صلح حدیبیہ، اس میں یہ دستخط ہیں ابو سفیان کے، یہ ان کی مہر لگی ہوئی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف لڑائی نہیں کریں گے، لیکن مشرکین مکہ نے ہمارے چھ آدمیوں کو قتل کر کے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ یہ شکایت پیش کی۔

حضور ﷺ کے قاصد کی سرداران مکہ سے ملاقات:

حضور علیہ السلام نے اسی وقت ایک قاصد کو کہا کہ جاؤ اور جا کر مشرکین مکہ کے سامنے تین باتیں پیش کرو:

۱)...... جو آدمی تم نے مارے ہیں ان کی دیت ادا کرو۔

۲)...... یا اعلان کرو کہ حدیبیہ کا معاہدہ کینسل ہو گیا، ہم معاہدہ کینسل کرتے ہیں۔

۳)...... بنو خزاعہ کو راضی کر دو اور بغیر پیسے کے یہ نہیں ہو سکتا کہ تم معاہدہ بھی توڑ دو اور تم سے نمٹنے کا اعلان نہ ہو۔

حضور علیہ السلام نے جب تین آدمیوں کو قاصد بنا کر وہاں بھیجا کہ ان تین شرطوں میں سے ایک شرط منواؤ تو جب قاصد وہاں پہنچے وہاں اس وقت ابو سفیان نہیں تھا جو قائم مقام سردار تھا اس نے کہا کہ جاؤ چلے جاؤ ہم نے معاہدہ بھی توڑ

دیا... ہم دیت بھی ادا نہیں کریں گے جاؤ، محمد مصطفےٰ ﷺ کو کہو جو کر سکتا ہے کرے...... ہم یہاں موجود ہیں ...... یہ بڑی ڈھٹائی تھی، بڑا ظلم تھا، بڑی زیادتی تھی، مسلمانوں نے تو کوئی زیادتی کسی سے نہیں کی تھی، لیکن معاہدہ توڑا مشرکین مکہ نے، جب یہ پیغام آ کر حضور علیہ السلام کو سنایا گیا، ضمرہ اس آدمی کا نام تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے قاصد بنا کر بھیجا کہ تین شرطوں میں سے ایک شرط منا کر آؤ۔ یہ آدمی تو حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! انہوں نے تو معاہدہ توڑ دیا بات ہی ختم کر دی۔ (زرقانی جلد ۲، صفحہ ۲۹۲۔ فتح الباری جلد ۸، صفحہ ۴)

ابوسفیان کی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری:

جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ پیچھے سے آیا اور معلوم ہوا کہ میرے قائم مقام نے معاہدہ توڑ دیا تو ابوسفیان نے کہا تیرا بیج ختم ہو جائے تو محمد مصطفےٰ ﷺ سے ٹکر لیتا ہے، نبی ﷺ سے ٹکر لینے والا کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا، اس نے کہا کہ میں تو اب معاہدہ توڑ بیٹھا ہوں ......اب کیا ہوگا؟ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا تم یہاں بیٹھو میں چلتا ہوں مدینہ، چنانچہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے دو تین سواریاں اور لیں اور جلدی جلدی تیز رفتار سواری کے ذریعے مدینہ منورہ پہنچا، جب مدینہ منورہ پہنچا تو سیدھا حضور علیہ السلام کے پاس آیا، آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے آ کر حضور ﷺ سے کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ میں معافی مانگنے آیا ہوں، جو معاہدہ ہم نے کیا تھا ہم اس پر پکے ہیں ...... حضور علیہ السلام نے منہ دوسری طرف پھیر لیا...... پھر اس نے دوسری طرف ہو کر کہا کہ میں معافی مانگنے آیا ہوں حضور ﷺ کو قاصد تو مل گیا تھا کہ انہوں نے معاہدہ توڑ دیا ہے تو حضور ﷺ نے کلام نہیں کی جب حضور ﷺ نے کلام نہیں کی...... تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور جا کر حضرت ابوصدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ تو ناراض ہیں، اپنے پیغمبر ﷺ کو راضی کرو، میں معاہدے کو پکا کرنا چاہتا ہوں ......صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب نبی ﷺ ناراض ہو تو ابوبکر رضی اللہ عنہ میں جرأت نہیں

ہے کہ پیغمبر ﷺ کو راضی کرے۔

پیغمبر ﷺ کے بستر پر مشرک نہیں بیٹھ سکتا:

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر سے نکل کر حضور ﷺ کے گھر چلے گئے، کیونکہ ابھی تک حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ تو مسلمان نہیں تھے، لیکن ابوسفیان کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی بیوی تھیں، تو اپنی بیٹی کے گھر چلے گئے...... جب بیٹی کے گھر گئے تو انہوں نے اپنے باپ سے ملاقات کی...... لیکن جب جا کر اندر بستر پر بیٹھنے لگے تو بیٹی نے بستر اٹھالیا اور کہا ابا جان یہ نبی ﷺ کا بستر ہے، نبی ﷺ کے بستر پہ مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا بیٹی !...... تیرا خون سفید ہو گیا، تو میری بیٹی ہے، میرا خون ہے...... تو محمد مصطفےٰ ﷺ کے گھر میں آ کر اپنے باپ سے بستر ہٹاتی ہے...... کہ میں نبی اکرم ﷺ کے بستر پر نہیں بیٹھ سکتا۔ تجھے کیا ہو گیا تو اپنے مذہب کو چھوڑ گئی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابا جان ...... میں نے جو شرکیہ مذہب اختیار کیا ہوا تھا وہ غلط تھا، میں محمد مصطفےٰ ﷺ کا کلمہ پڑھ کے اسلام کی روشنی میں آ چکی ہوں، ابا جان تم میرے باپ ہو...... میں تمہاری لخت جگر ہوں، لیکن میں اپنے باپ کو کروڑوں مرتبہ محمد رسول اللہ ﷺ کے پاؤں کی خاک پر قربان کر سکتی ہوں۔

یہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کون ہیں؟ یہ سردار قریش کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی چھوٹی بہن ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے زمین نکل گئی کہ میری بچی نے میرے ساتھ کیا کیا، لیکن بچی نے ایمان کا مظاہرہ کیا، بیٹی نے ایمان کی بات کی۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸، صفحہ ۷۰ تحت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سفارش کا وعدہ:

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور جا کر کہنے لگے علی رضی اللہ عنہ میں تیرے پاس آیا ہوں، تم بھی قریشی ہو میں بھی قریشی ہوں ...... حضور اکرم ﷺ کے پاس ہماری سفارش کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم چپ کر کے یہاں سے چلے جاؤ میں بعد میں سفارش کروں گا، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ چلا گیا، جب ابو سفیان واپس پہنچا تو جا کر کہا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں پیچھے سے بات کروں گا تو مشرکین مکہ نے کہا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تجھے چکر دیا ہے...... اگر تو صلح کر کے آتا تو ہم بے خوف ہو جاتے اور اگر تو کہتا کہ جنگ ہوگی تو ہم تیاری کرتے، نہ تو صلح کر کے آیا ...... نہ تیاری کی خبر لایا...... تو تو اسی طرح ہمیں مروائے گا کہ کل کو رسول اللہ ﷺ آ کر خانہ کعبہ پر حملہ کر دیں گے اور مشرکین مکہ کو ختم کر دیں گے۔

دس ہزار کا لشکر تیار:

حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ لشکر تیار کرو۔ مشرکین مکہ نے پیغمبر ﷺ کے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے، اب نبی بھی ان کو معاف نہیں کر سکتا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لشکر تیار کیا اسلام کی تاریخ میں اس سے پہلے اتنا بڑا لشکر کبھی نہیں آیا... دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر، مسلمانوں کی جماعتیں، گاؤں کے لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے، لشکر تیار ہو رہا ہے دو دن چار دن .. دس دن لگ گئے اور فرمایا کہ مشرکین مکہ نے جو معاہدہ توڑا ہے ہم ان کو مزہ چکھائیں گے کہ پیغمبر ﷺ کے حلیفوں کو قتل کیا اور اس کی دیت بھی نہیں دی اور ... بھاگ جاؤ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیار ہو گئے، بڑا شوق شہادت اور ولولہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا۔

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مخبری:

لیکن عین اس حالت میں ایک عجیب واقعہ ہوا کہ صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ (حاطب حطب سے ہے حطب لکڑے کو کہتے ہیں عربی میں ...... کیونکہ وہ لکڑی کا کاروبار کرتے تھے) نے جب حضور علیہ السلام نے لشکر کی روانگی کا فیصلہ کیا تو حاطب بن ابی بلتعہ نے ایک ایسا کام کیا جو بظاہر صحیح نہیں تھا، لغزش ہوئی ...... غلطی ہوئی ...... کوتاہی ہوئی۔ جس کوتاہی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا اور پھر معافی کا ذکر بھی قرآن نے کیا، جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر تیار ہو رہا ہے تو انہوں نے ایک عورت سارہ کو ایک خط دے کر کے بھیجا کہ جا کر فلاں سردار ہے اس کو دے دو اور خط میں یہ لکھا کہ رسول اللہ ﷺ بہت بڑا لشکر لا رہے ہیں، اور پیغمبر اسلام ﷺ کا لشکر مشرکین مکہ کا صفایا کر دے گا، تم اپنا ٹھکانہ کر لو اور حضور ﷺ جہاں بھی دنیا میں جاتے ہیں فتح ان کے قدم چومتی ہے، اس خط کا یہ مضمون ہے ...... یہ خط لکھنا خلاف ورزی تھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اصول کی...... حضور علیہ السلام خفیہ جا رہے ہیں ...... اور ایک صحابی نے یہ راز فاش کر دیا، ادھر خط لے کر یہ عورت وہاں سے چلی ...... ادھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کے ذریعے حضور علیہ السلام کو بتا دیا ...... کہ اس لشکر کی مخبری حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کر دی اور عورت خط لے کر مکہ پہنچ رہی ہے، اگر وہ عورت پہلے پہنچ گئی تو مشرکین آپ ﷺ کے مقابلہ میں تیار ہو جائیں گے، اس لیے اس خط کو پکڑ و۔

چنانچہ اسی وقت حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد بن بن اسود رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان صحابیوں نے تیز رفتار گھوڑا دوڑایا ...... اور مدینہ منورہ سے چالیس پچاس میل دور ایک جگہ پر درخت تھے، بہت سارے ان درختوں کے پاس جا کر اس عورت کو پکڑ لیا۔ اور عورت سے کہا کہ تو کہاں جاتی ہے کہنے لگی مکہ جاتی ہوں ...... تیرے پاس کوئی خط ہے؟

کہنے لگی کوئی خط نہیں، جب تلاشی لی تو خط کوئی نہ نکلا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم تیرے کپڑے آگے پیچھے کر کے بھی...... سر کے بالوں سے کپڑا ہٹا کر بال بھی چیک کریں گے...... جسم بھی چیک کریں گے...... نبی ﷺ کی زبان غلط نہیں ہو سکتی، خط دے دے...... یا اُسے کہا کہ ہم تیرے بال چیک کرتے ہیں تو اس نے اسی وقت بالوں کے نیچے سے خط نکال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیدیا...... اور اس خط میں یہ لکھا تھا مکے کے مشرکو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر آرہا ہے، اس لشکر سے پہلے اپنا انتظام کرلو۔

یہ بات تو غلط تھی، اصول کے خلاف تھی اور کرنے والا صحابی تھا...... اور بتایا جرائیل امین علیہ السلام نے پیغمبر ﷺ کو...... جب خط لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی مجلس میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دو کہ میں حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو آپ کے دربار میں پیش کروں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ! دربار میں پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں میں اس کا سر قلم کر کے آپ کے قدموں میں پیش کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا! سر قلم کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو میرے دربار میں پیش کرو...... چنانچہ اس صحابی کو ایک ملزم کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں پیش کیا گیا، جب وہ صحابی حضور علیہ السلام کے دربار میں آیا، سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتنے گرم تھے...... اس نے مخبری کیوں کی؟ کھڑا ہو گیا صحابی، کہنے لگا! یارسول اللہ ﷺ نہ میں کافر ہوں، نہ میں منافق ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا یہ خط تیرا ہے؟...... میرا ہے۔

یہ مکے کی طرف بھیجا ہے؟...... بھیجا ہے۔

اس خط میں خبر دی گئی ہے کہ لشکر آرہا ہے؟؟...... خبر دی گئی ہے۔

خط تو نے لکھا ہے؟...... خط میں نے لکھا ہے۔

مہر تیری ہے؟...... مہر میری ہے۔

کاغذ تیرا ہے؟......کاغذ میرا ہے۔
سب کچھ مانا، کہنے لگے......نہ میں کافر ہوں نہ میں منافق ہوں۔
حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! اچھا بتا......تو نے خط لکھا کیوں؟ کہنے لگا، یارسول اللہ ﷺ میرے چھوٹے چھوٹے بچے اور میری بیوی مکہ میں ہیں اور ان کا کسی کے ساتھ تعلق نہیں ہے مکے میں، جب یہ لشکر مسلمانوں کا جاتا......تو وہ تو الگ تھلگ بچے رہتے ہیں، اس حملے سے وہ میرے بچے اور بیوی بھی شہید ہو سکتی تھی اس لیے میں نے مشرکین مکہ کے ایک آدمی کو اطلاع دی کہ میرا اس پر احسان رہے اور میرے بچوں کی حفاظت کے لیے بھی انتظام کرے، مخالف ہوں نہ میں منافق ہوں......نہ بے ایمان ہوں......نہ آپ ﷺ کا دشمن ہوں......میں نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے لیے یہ کام کیا ہے اور ہوئی مجھ سے غلطی ہے......میں معافی مانگتا ہوں۔!
(زرقانی جلد۲، صفحہ ۲۹۸۔ البدایہ والنہایہ جلد۴، صفحہ ۲۸۴۔ فتح الباری جلد۷، صفحہ ۵۲۱)

شرکاءِ بدر کی سعادت ابدی:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ کہو اس لیے کہ اس کی وضاحت کو ابھی جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، اور فرمایا یارسول اللہ ﷺ میں منافق نہیں ہوں، معاف کیوں کیا صحابہ کو......اس لیے معاف کیا کہ یہ جو حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر کا شریک ہے......اور بدر کی جنگ لڑ چکا ہے......اور جنگ بدر میں جو لوگ شریک ہوئے تھے، ان کے بارے میں میرے نبی ﷺ نے فرمایا تھا!

اعملوا ماشئتم قد غفرت لکم

کہ جو جو آدمی بدر میں شریک ہوا......وہ بدر میں شریک ہونے کے بعد موت سے پہلے کوئی غلطی کرے گا۔ خدا اُس کی غلطی کو نیکی میں بدل دے گا، تو جنگ

بدر کا شریک ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تیری اس غلطی کو معاف کر دیا ہے۔

(بخاری جلد ۱، صفحہ ۴۲۲ - جلد ۲، صفحہ ۶۱۲)

شرکائے بدر کے اسماء کی برکت:

شرکائے بدر اسلام کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں، محققین نے کہا کہ جو آدمی جو توم بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائے، اگر شرکائے بدر کا نام لکھ کر دعا مانگے اللہ کبھی اس کی دعا کو رد نہیں کرے گا۔

جو جو بدر میں شریک ہوا قرآن کہتا ہے!

اولئك كتب في قلوبهم الايمان حتّٰى

کہ ان کی چمڑی اتر سکتی ہے ایمان ان کے دل سے نہیں نکل سکتا۔ اب ان میں یہ حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، اللہ نے عرش سے جن کی معافی کا اعلان پیغمبر ﷺ کے دل پر اتارا ہے۔

حضور ﷺ نے سفر میں روزہ توڑا:

مکہ کو فتح کرنے کے لیے حضور علیہ السلام نے دس رمضان کو لشکر تیار کیا، دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ سے چلے اور جب لشکر روانہ ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے روزے تھے علماء کرام کہتے ہیں کہ اگر آدمی روزے کے اندر سفر کرے اور سفر میں تکلیف ہو...... پیدل سفر ہے یا گاڑیوں کا سفر ہے کہ دھوپ برداشت نہ ہو تو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے...... صرف چھوڑنے کی نہیں بلکہ توڑنے کی اجازت ہے...... غزوہ فتح مکہ میں حضور علیہ السلام نے ایک روزہ چھوڑا ہی نہیں بلکہ روزہ آپ ﷺ نے دوپہر کے وقت توڑ دیا۔ یہ سنت ہے کہ سفر پیدل تھا سواریاں کم تھیں لشکر جا رہا تھا...... دھوپ کی گرمی تھی...... نیچے ریت تھی...... اوپر آگ تھی...... حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ ایک صحابی بڑے بیمار ہیں اور بزرگ ہیں وہ روزہ نہیں کھول سکتے تھے...... اگر حضور ﷺ نہ کھولتے ان کی دلجوئی کی وجہ سے۔ حضور ﷺ نے روزہ کھول لیا...... اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے

فرمایا، اگر کوئی سخت تکلیف دہ سفر ہو......تو آدمی کو روزہ توڑنے کی اجازت ہے، اس جنگ میں روزہ توڑا گیا......اور اس جنگ میں روزہ کو کھولا گیا۔

(سبل الہدیٰ جلد ۵، صفحہ ۳۲۴)

مدینہ منورہ سے بہتر میل پر جا کر ایک جگہ آتی ہے جس کا نام ہے کدید ......یہاں آ کر آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا...... تو یہاں آپ علیہ السلام کی ملاقات ہوگئی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سگے چچا تھے اور یہ مکہ میں رہتے تھے، حضور ﷺ نے ان کو اجازت دی تھی کہ چچا تم مکہ میں اپنے بچوں سمیت رہو اور مکہ کے مشرکین کی خبریں بھی مجھ تک پہنچاؤ۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرکین مکہ کی خبریں آپ ﷺ کو پہنچاتے تھے۔ جب جحفہ کے مقام پر لشکر پہنچا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ سے ملاقات ہوگئی، تو حضور ﷺ نے اپنے چچا کو بہت اعزازات سے نوازا، یہاں پر ایک آدمی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے عباس، اے عم پیغمبر، اے عم رسول، اے نبی کے چچا......تم حضور علیہ السلام کی بڑی عزت کرتے ہو، بڑا ادب و احترام کرتے ہو، کیا وجہ ہے کیا عمر میں تم اپنے بھتیجے سے کم ہو؟......کیا تم محمد ﷺ کو بڑا سمجھ کر اس کی عزت کرتے ہو؟ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو تاریخی کلمہ فرمایا وہ بخاری شریف میں ہے۔

ولدت قبله وهو اكبر منى

پیدا میں پہلے ہوا تھا......لیکن مجھ سے بڑے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

گالیاں دینے والوں کو معافی:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس تھے، نبق العقاب کے مقام پر دو آدمی آئے ایک تھے ابوسفیان بن حارث اور ایک تھے عبداللہ بن ابی امیہ۔ اور دونوں حضور ﷺ کے قریبی رشتے دار تھے مثلاً ابوسفیان بن حارث یہ وہ نہیں تھے جو حضرت ابو

سفیان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ بلکہ یہ حضور علیہ السلام کے سگے چچازاد بھائی تھے، جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ چچازاد بھائی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوطالب کے لڑکے ہیں اور حضرت ابوسفیان حضور ﷺ کے چچا حارث کے لڑکے ہیں...... اور عبداللہ بن امیہ حضور ﷺ کی پھوپھی...... جن کا نام عاتکہ بنت عبدالمطلب ان کے لڑکے ہیں، ان دونوں نے حضور ﷺ کے پاس کس کے ذریعے پیغام بھیجا؟...... حضور ﷺ کی بیوی حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا جو اس غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھیں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا...... جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہیں، ہر سفر میں حضور علیہ السلام کے ساتھ آپ کی ایک دو بیویاں ہوتی تھیں، حضور ﷺ قرعہ اندازی کرتے جن کا نام نکل آتا وہ حضور ﷺ کے ساتھ جنگ میں جاتیں تو فتح مکہ میں قرعہ اندازی ہوئی تو...... حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نام نکلا اور یہ دونوں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھیں، حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے خیمے میں آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے ایک سفارش کرنا چاہتی ہوں...... حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا سفارش ہے تو حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان بن حارث...... جو آپ کے چچازاد بھائی ہیں...... اور عبداللہ بن امیہ...... جو پھوپھی کے لڑکے ہیں وہ بھی آئے ہیں اور آپ سے معافی مانگنا چاہتے ہیں اور آپ سے ملاقات کرنے آئے ہیں، آپ پر ایمان لانا چاہتے ہیں...... وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے ہمیں ملاقات کرادو حضور علیہ السلام نے فرمایا...... میرا دل نہیں چاہتا کہ میں ان دونوں سے ملوں اس لیے کہ مکے میں ان لوگوں نے مجھے بڑی گالیاں دی تھیں...... میرے چچا اور پھوپھی کے لڑکے ہو کر مجھے دھکے دیے تھے...... میرے راستے میں کانٹے بچھانے والوں میں تھے...... اور مجھے گالیاں دیتے تھے۔ برا کہتے تھے۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ میرے سامنے آئیں اے ام سلمٰی رضی اللہ عنہا چلی جاؤ...... میرے سامنے ان کی سفارش مت کرو...... ام سلمٰی رضی اللہ عنہا چلی گئیں...... تھوڑی دیر بعد پھر ام سلمٰی رضی اللہ عنہا آئیں اور آ کر کہنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ کسی ایسے آدمی کو معاف کریں جنہوں نے آپ کے

خلاف کوئی بات نہیں کی......تو یہ آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی نہیں ہے......آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی تو یہ کہ آپ اپنے بڑے دشمن کو معاف کردیں۔ جس نے آپ ﷺ کو برا کہا ہے اس لیے کہ میں آپ ﷺ کی صفات کو جانتی ہوں کہ آپ ﷺ کی یہ صفت ہے......کہ دشمنوں کو آپ ﷺ نے سینے سے لگایا، یہ تو چچا کا لڑکا ہے چل کر آپ کے دروازے پر آیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اچھا ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا میں تیری سفارش منظور کرتا ہوں......لاؤ میں محمد رحمۃ للعالمین ہوں۔

چنانچہ چچا اور پھوپھی کے بیٹے کو نبی ﷺ کے سامنے لایا گیا......اور ابو سفیان بن حارث نے ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے کہا......کہ اے ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا اگر ساری کی ساری کمائی تو مجھ سے لے لے کہ سفارش تیری وجہ سے منظور ہوئی تو یہ سودا میرے لئے سستا ہے......کہ آج دنیا کا سردار مجھ سے راضی ہو گیا ہے، چچا کے لڑکوں میں یہ شرافت باقی تو ہوتی ہے......کہ ہمارا چچا زاد بھائی کتنا اونچا چلا گیا ہے لیکن حضور ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے رسول تھے......تو ان لوگوں کو تو یہ پتہ تھا کہ ہمارے چچا کا لڑکا نبی بن گیا ہے لیکن وہ تعصب کرتے تھے......لیکن آج پھر وہی چل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آ کر کیا کہا......ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا بڑی اچھی خاتون تھیں اور بڑی اچھی بات کہی......ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس طرح کرو......میں تمہاری سفارش حضور ﷺ سے کرتی ہوں اور زور دے کر کرتی ہوں......اور یہ دعویٰ کرتی ہوں کہ میری بات نبی ﷺ مان جائیں گے لیکن ایک کام تم نے کرنا ہے......کہ جب تم نبی ﷺ کے سامنے جاؤ تو یہ قرآن کی آیت پڑھو......جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کے بھائیوں نے پڑھی تھی۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو کنوئیں میں ڈالا تھا......لیکن جب وہ تخت شاہی پر بیٹھے اور بھائی آئے معافی مانگنے......اور بھائیوں نے آ کر جو لفظ کہے......قرآن پاک نے ان لفظوں کو نقل کیا ہے تیرھویں پارے میں۔

تاللہ لقد اثرک اللہ علینا وان کنا لخطئین ۔

اے محمد مصطفےٰ ﷺ ہم تیرے پاس آئے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے

تجھے ہم پر عزت بخش دی ہے......اور ہمیں آج پتہ چلا ہے کہ ہم غلطی پر تھے......اور تو حق پر تھا ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا......حضور ﷺ کے سامنے جب جاؤ......اور یہ آیت پڑھو......چنانچہ وہ دونوں آئے اور آ کر کہا:

تا اللہ لقد اثرک اللہ علینا وان کنا لخطئین

اے محمد مصطفیٰ ﷺ آج تیرے دروازے پر ہمارے سر جھک گئے ہیں ہمیں یقین ہو گیا ہے۔

تو حق پر ہے......ہم غلطی پر تھے۔

تو سچائی پر ہے......ہم جھوٹ پر تھے۔

تو اچھائی پر ہے......ہم برائی پر تھے۔

اے محمد ﷺ! آج ہم نے یہ دل سے تسلیم کر لیا ہے کہ تو عظمت میں سب سے بلند ہے اور ہم غلطی میں سب سے آگے تھے۔ (زرقانی جلد۲، صفحہ۳۰۲) تو جب انہوں نے یہ بات کی تو حضور علیہ السلام کی زبان سے وہی لفظ نکلا......جو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

لا تثریب علیکم الیوم

جاؤ میرے اوپر حملہ کرنے والو......اور مجھے گالیاں دینے والو......میرے راستے میں کانٹے بچھانے والو، میں محمد ﷺ سب کو معاف کرتا ہوں۔

کچھ لوگ مکے میں ایسے بھی تھے جن کو فتح مکہ میں معافی نہیں ملی......ان کا ذکر بھی قرآن پاک میں ہے:

الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا

یہ سولہ آدمی ہیں ...... جہاں کہیں ملیں ان کی گردنیں اڑا دو......ان کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے۔

اینما ثقفوا......جہاں تمہیں ملیں۔

اخذوا......ان کو پکڑو۔

اور ان کو قتل کر کے......ان کی لاشوں کو بکھیر دو

کیوں کہ پیغمبر علیہ السلام جب مکہ کو فتح کر کے آئے ......تو ان کے دل میں اس وقت بھی ہدایت نہیں آئی ......اور اس وقت بھی یہ سازشیں کرتے تھے ......اور سازشی عناصر کے لئے دنیا میں کوئی جگہ نہیں۔

ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی آمد اور قبول اسلام:

یہ پہلا مرحلہ تھا معافی کا......حضور علیہ السلام نے مقام کدید میں اپنے چچازاد بھائی اور پھوپھی کے لڑکے کو معاف کر دیا......اور اس کے بعد یہ قافلہ آگے بڑھا......اور مکہ کے قریب ایک بستی اراک میں پڑاؤ ڈالا......تو وہ ابوسفیان بن حرب جو مکہ مکرمہ سے آیا تھا سردار قریش ......وہ یہاں پر آ گیا......لشکر نے جہاں پر پڑاؤ ڈالا ہوا تھا......ابوسفیان بن حرب اور اس کے ساتھ بدیل ابن ورقہ ......یہ دو آدمی تھے تو یہ لشکر کے باہر جوارد گرد باڑ لگائی ہوئی تھی اور وہاں سے جو اندر داخل ہونے کا راستہ تھا۔ وہاں پر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہرے دار تھے۔ حضور ﷺ کی طرف سے مقرر رتھے کہ یہاں ایک دو دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام کرنا ہے۔ تو لشکر کے پہریدار یہاں پر تھے، جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھ لیا کہ یہ تو سردار قریش ابوسفیان ہے......جس نے جنگ اُحد میں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کیا......اور جنگ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافی تعداد میں شہید ہو گئے یہ تو اسلام کا مخالف ہے۔ چنانچہ صحابیوں نے ان دونوں آدمیوں کو گرفتار کر لیا......لیکن اب تھوڑی دیر بعد ابوسفیان کو یہ بات کھٹک گئی کہ اب تو ہم قتل کر دیئے جائیں گے، اس لشکر میں ہم آئے کیسے؟ کون لایا؟ لیکن چند لمحے گزرے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا وہاں سے گزر ہوا......حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بازو پکڑ لیا ابوسفیان نے۔ کہا کہ عباس آج تیرے سوا مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں۔

تجھے پتہ ہے کہ میں قریش مکہ کا سردار ہوں ......تجھے پتہ ہے کہ میں قریشی

ہوں۔۔۔۔لیکن میں آج محمد مصطفی ﷺ کا مقابلہ کرنے نہیں آیا، ابوسفیان نے جب یہ کہا۔۔۔۔تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میری سواری پر بیٹھ جاؤ اپنے خچر پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے۔۔۔۔حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بٹھایا۔۔۔۔اور بٹھا کر رات کے دس گیارہ بجے کا وقت ہو گیا۔۔۔۔حضور ﷺ کے پاس لے چلے جہاں حضور ﷺ کا خیمہ تھا۔ اب جب حضور ﷺ کے پاس ابوسفیان پہنچا۔۔۔۔تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ابوسفیان آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور ان کے ساتھ بدیل ابن ورقہ اور ایک سالار حکیم بن حزام ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ابوسفیان سے ملاقات کی اجازت نہیں ہے چلے جاؤ۔۔۔۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ اجازت دے دیں تو آپ کی رحمۃ اللعالمینی کا تقاضہ یہی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا چچا تیرے کہنے پر اجازت دیتا ہوں۔۔۔۔لیکن ملاقات صبح ہوگی۔۔۔۔رات کو نہیں ہوگی۔۔۔۔چنانچہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ چلے گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خیمے میں ساری رات رہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مناتے رہے کہ حضور ﷺ کو مجھ سے منا دو۔۔۔۔ادھر پورے اسلام کے لشکر میں یہ بات پھیل گئی کہ سردار مکہ گرفتار ہو گئے۔۔۔۔پتہ چلا کہ ابوسفیان یہاں بیٹھے ہیں۔۔۔۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر ابوسفیان کے سر پر کھڑے ہو گئے۔۔۔۔ابوسفیان کا سر نیچے ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں۔۔۔۔میں اسلام کے اس دشمن کا سر قلم کر دوں۔

حضور ﷺ خاموش ہیں۔۔۔۔حضور ﷺ نے کوئی بات نہیں کی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر تلوار اپنی نیام داخل کرو۔۔۔۔ابوسفیان کو میں نے پناہ دی ہے۔۔۔۔اب نبی ﷺ کا چچا جس کو پناہ دیتا ہے اسے کوئی صحابی قتل نہیں کر سکتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار اپنے نیام میں ڈال لی اور بار بار حضور ﷺ سے اجازت مانگتے رہے کہ حضور ﷺ مجھے اجازت دیں۔۔۔۔میں اسے قتل کروں۔۔۔۔یہ نبی کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا دشمن ہے، پیغمبر ﷺ کے مقابلہ میں اس نے کئی جنگیں لڑی ہیں، قتل کر دوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ابوسفیان اب بتا کیا خدا سچا ہے، یالات ومنات سچے ہیں؟

ابوسفیان نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اگر لات ومنات سچے ہوتے ...... تو میں آج ای لات ومنات سے مدد مانگ کر آپ کا مقابلہ کرتا۔

لیکن مجھے یقین ہو گیا کہ لات ومنات جھوٹے ہیں، پروردگار سچا ہے۔

اسی جگہ پر ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا اور وہ ابوسفیان جن کا چند لمحے پہلے قتل کرنا واجب تھا...... چند لمحوں بعد ان کے اوپر شرف صحابیت کا تاج سج گیا اور پھر ایسا موقع بھی آیا، چلنے لگے...... تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ! یہ قریش کا بڑا سردار ہے یہ خوش ہو جائے گا...... اس کی حوصلہ افزائی کر دیں ......کوئی جملہ اس کے لیے کہہ دیں تا کہ یہ خوش ہو جائے اور پھر اسلام کی خدمت کرے۔ حضور علیہ السلام بڑے رحیم وکریم تھے کیا ان کی رحمۃ العالمینی تھی کہ نبی ﷺ کا اتنا بڑا دشمن تھا...... کہ جس کے دور میں بڑی جنگیں ہوئی تھیں ......لیکن حضور اکرم ﷺ نے جب معافی دے دی تو کیا ہوا!

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اعزاز اور عام معافی کا اعلان:

پیغمبر ﷺ جب معافی دینے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا اچھا۔۔۔اعلان کر دو مکہ میں جا کر کہ

من دخل في دار ابي سفيان فهوا امن

جو آج ابی سفیان کے گھر داخل ہوگا۔۔۔ابوسفیان اس کو امان دے گا۔۔۔ پناہ دے دے گا۔اسے امن ہے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! مکہ کی تو اتنی آبادی ہے کہ وہ سارے میرے گھر میں داخل ہی نہیں ہو سکتے تو کس کس کو پناہ ملے گی؟

حضور ﷺ نے فرمایا یہ بھی اعلان کر دو ...... جو کعبے میں داخل ہو جائے گا......اس کو بھی پناہ مل جائے گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا چلو! رحمۃ اللعالمین ﷺ کا اعلان سنو کہ جو اپنے گھر کا

دروازہ بند کر کے اندر چلا جائے......اس کو بھی امان ہو گی۔

تین طبقے ہیں امان کے......

حضور ﷺ نے فرمایا جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو گا......اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔

جو کعبے میں آ جائے گا......اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔

جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا......اسے بھی کچھ نہیں کیا جائے گا۔ رحمتہ العالمین تو دیکھو۔ (مسلم ج ۲، ص ۱۰۴۔ مصنف عبدالرزاق ج ۵، ص ۳۷۶۔ مصنف ابن شیبہ ج ۱۴، ص ۴۹۶۔ زاد المعاد ج ۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۴، صف ۲۹۰۔ عیون الاثر ج ۲، ص ۲۲۹۔ طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۹۸۔ نسب قریش ص ۱۲۲)

حضور ﷺ کے ساتھ کون سوار تھا؟

حضور ﷺ اپنی جگہ سے دو دن کا فاصلہ طے کر کے مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں، حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ دو آدمی سوار تھے، ایک آدمی کا نام ہے علی ابن ابو العاص رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بڑے لڑکے ہیں۔ ان کی عمر سات سال تھی۔ وہ نبی ﷺ کے ساتھ سوار تھے......اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ سوار تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے ڈیوٹیاں لگا دیں، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے خالد رضی اللہ عنہ تم بائیں طرف سے کعبے میں داخل ہو جا کعبہ کے تین چار دروازے تھے ---تین اطراف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ڈیوٹیاں لگ گئیں کہ دو ہزار کا لشکر فلاں کے ساتھ ہو گا---تین ہزار کا لشکر فلاں کے ساتھ ہو گا، حضور ﷺ نے فرمایا باب قدنی جو کعبے میں ہے آج بھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں قدنی کے علاقے سے اس طرف کعبے میں داخل ہوں گا، چنانچہ حضور ﷺ قدنی کے علاقے سے داخل ہو گئے۔

دوسرے طرف سے جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ داخل ہونے لگے تو وہاں کچھ لوگوں نے مزاحمت کی...... مشرکین مکہ نے روکا۔ خالد نے کہا پیچھے ہٹ جاؤ...... انہوں نے کہا نہیں ہٹتے، انہوں نے خالد رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو صحابی شہید ہو گئے۔ چنانچہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وار کیا...... تو وہ بیس آدمی مارے گئے، حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ بیس آدمی مارے گئے، حضور ﷺ نے خالد ابن ولید کو بلا کر کہا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ قتل و غارت نہیں کرنی جب تک کوئی آدمی پہل نہ کرے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یا رسول اللہ ﷺ میں نے پہل نہیں کی...... پہل انہوں نے کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر پہل انہوں نے کی ہے تو پھر قصور ان کا ہے...... پھر جو اللہ تعالیٰ نے لکھا تھا، میں محمد ﷺ اس پر راضی ہوں۔

(عیون الاثر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳)

چنانچہ حضور علیہ السلام فاتح بن کر کعبہ پر داخل ہوئے کس طریقے سے بڑی شان شوکت سے...... علماء کہتے ہیں کوئی ڈھول نہیں بجایا گیا، کوئی بانسری نہیں بجائی گئی ...... کوئی قمقمے نہیں جلائے گے ...... کوئی بازاروں میں جھنڈیاں نہیں سجائی گئیں...... حضور ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور حضور ﷺ نے اس اونٹنی پر اپنے سر کو جھکا رکھا تھا مفسرین کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا سر اتنا جھکا ہوا تھا کہ حضور ﷺ کی ڈاڑھی کجاوے کی لکڑی کے ساتھ لگی ہوئی تھی، جھکائے ہوئے سر کے ساتھ محمد مصطفیٰ ﷺ کعبے میں داخل ہوئے اور وہاں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ اونٹنی سے نیچے اترے اور نبی ﷺ نے سر جھکا دیا...... پیغمبر ﷺ کعبے میں سر بسجود ہو گئے ...... پھر سارے لشکر جمع ہو گئے، حضور ﷺ نے فرمایا او مکہ کے رہنے والو ...... او مکہ کے قریشیو ...... اور مکہ کے سردارو...... مکہ کے چوہدریو...... آج میں محمد مصطفیٰ ﷺ تمہارے شہر میں آیا ہوں تم مجھے پہچانو!

تعرفوا او لم تعرفوا......؟

کیا مجھے نہیں پہچانتے ؟ میں وہی محمد ﷺ ہوں ...... جس کے راستے میں

کانٹے بچھائے گئے تھے۔

اسی مکہ کی گلیوں میں..... بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پر لٹایا گیا تھا۔

انہی گلیوں میں سمیہ رضی اللہ عنہا کے ٹکڑے کر دیے گئے تھے۔

زنیرہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں نکال دی گئی تھیں۔

بڑے بڑے قریشی حضور ﷺ کے سامنے آئے، حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں.....تو ان لوگوں نے کہا جو شریف آدمی شریف سے کرتا ہے، اے محمد ﷺ ہمیں آپ سے خیر کی توقع ہے۔

حضور ﷺ نے اعلان کر دیا فرمایا!

لا تثریب علیکم الیوم

بڑے بڑے لوگوں نے کہا آج ہماری گردن کٹ جائے گی......وہ لوگ بھی آئے جنہوں نے نبی ﷺ کے گلے میں رسیاں ڈال کر گھسیٹا تھا۔ وہ بھی کھڑے تھے جنہوں نے نبی ﷺ کو دھکے دیئے تھے......اور وہ وحشی بن حرب بھی سامنے کھڑا تھا جس نے حضور ﷺ کے سگے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے بارہ ٹکڑے کر دیئے تھے۔ اور وہ عثمان بن ابی طلحہ بھی تھا جس کے پاس کعبے کی چابیاں تھیں اور حضور ﷺ نے آخری رات اس سے چابی مانگی کہ مجھے کعبے میں نماز پڑھنے دے.....اس نے کہا! محمد ﷺ میں تجھے اجازت نہیں دے سکتا۔ ابو جہل کی اجازت نہیں ہے۔ تو اس نے چابی نہیں دی تھی......آج وہ بھی سامنے کھڑا تھا ......آج بڑے بڑے لوگ موجود تھے، دنیا کے سب سے بڑے سردار کے سامنے موجود تھے......حضور ﷺ نے کعبے کے دروازے میں کھڑے ہو کر فرمایا......بتاؤ میں تم سے کیا سلوک کروں۔ ہر ایک نے یہی سوچا ابھی تلوار آئے گی ابھی گردن کٹ جائے گی، ابھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے......ابھی انتقام لیا جائے گا......جب محمد مصطفےٰ ﷺ نے اپنے چچا کے قاتلوں کو معاف کرنے کا اعلان کیا، اپنے راستے میں کانٹے بچھانے والوں کی معافی کا اعلان کیا، جب اس پیغمبر نے کعبے کے دروازے

میں کہا۔

اذھبوا انتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم

میں محمد ﷺ رحمۃ اللعالمین بن کے آیا ہوں ...... آج سے پہلے جتنی غلطیاں ہو گئیں ...... جتنی کوتاہیاں ہو گئیں ...... تم نے مجھے دکھ دیئے ...... تم نے مجھے مارا ...... تم نے میرے صحابہ ؓ کو تنگ کیا ...... میں محمد ﷺ تم سب کو معاف کرتا ہوں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۴، صفحہ ۳۰۱)

یہ رحمۃ اللعالمین ہونے کا تقاضہ تھا ...... پیغمبر کی عظمت کا سوال تھا ...... رسول اللہ ﷺ نے ان تمام لوگوں کی معافی کا اعلان کر دیا اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے معافی کا اعلان کیا، تو اس وقت کعبے کے اطراف میں جتنے قبیلے تھے ...... جتنے قریشی تھے ...... جتنے لوگ تھے ...... سب کے سب قافلوں کی شکل میں آئے اور سب محمد ﷺ کا کلمہ پڑھنے لگے، جب قافلے قطاروں میں لگے ہوئے تھے، ایک قافلہ تھا آگے اس کے ہاتھ میں پرچم تھا اپنے قبیلے کا پرچم ...... پھر دوسرا پرچم ...... پھر تیسرا پرچم۔ اس طرح قطار تھی پیچھے حد نظر نہیں آتی تھی، ہر طرف سے کلمہ پڑھنے آئے تھے، عین اس موقع پر جب قافلے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھ رہے تھے، اس وقت قرآن کی آیت صادق آئی!

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس ید خلون فی دین اللہ افواجا .

اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی مدد آ چکی اور فتح نے تیرے قدم چوم لیے اور اسلام میں اب لشکروں کی صورت میں دنیا داخل ہو رہی ہے ...... یہ فتح مکہ کا وہ لشکر تھا ...... یہ فتح مکہ کا وہ شان و شوکت والا غزوہ تھا ...... کہ جس نے کعبے کے اندر اسلام کا پرچم بلند کر دیا۔

بت کس نے گرائے:

حضور ﷺ جب کعبے میں داخل ہوئے تو وہاں مورتیاں پڑی تھیں۔ وہاں دیوتا بنائے ہوئے تھے، وہاں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، حضور ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ ﷺ اس طرح چھڑی لگاتے تھے اور وہ بت نیچے آجاتے تھے اور کچھ بت اوپر پڑے تھے...... حضور ﷺ نے اپنے کندھے پر اپنے نواسے علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو جس کی عمر سات سال تھی جو حضور علیہ السلام کا نواسہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا لڑکا تھا، بخاری شریف اور طبقات ابن سعد میں بھی اس کا ذکر ہے...... نبی ﷺ کے کندھے پہ سوار ہوا اور نبی ﷺ کے کندھے پر سوار ہو کر اس نے کعبے کے تین سو ساٹھ بت گرائے۔ حضور ﷺ چھڑی لگاتے تھے، بچہ بت گرا دیتا تھا...... اور حضور علیہ السلام قرآن کی آیت پڑھتے تھے کہ

قل جاء الحق وزهق الباطل.

حق آچکا ہے باطل جا چکا ہے۔ یہ آیت اس موقع پر اتری جب کعبے کے بت گرائے جارہے تھے...... اور اسلام کا نام بلند ہو گیا کہ کعبہ جو ایک خدا کے لئے بنایا گیا تھا...... اس میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہو رہی تھی۔ اللہ کو چھوڑ کر لوگ کعبے میں بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

لیکن آج اس کعبے کے اندر اسلام کے پرچم کو بلند کر دیا گیا...... اور پھر کعبہ تو بڑی برگزیدہ جگہ ہے...... کعبہ تو بڑی عزت والی جگہ ہے، کعبہ تو بڑی برگزیدگی والی جگہ ہے، لیکن آپ دیکھو اردگرد بڑی بڑی عمارتوں کے اوپر...... بڑے بڑے پہاڑوں کے اوپر مشرکین مکہ کھڑے تھے...... جن کو پیغمبر ﷺ نے معافی دی تھی...... بڑے بڑے سردار کھڑے تھے، لیکن یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اذان دو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینے لگے۔

ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا اعزاز:

ایک سولہ سال کا لڑکا تھا جس کا نام تھا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ تو وہ ان کی نقل اتارنے لگا پیچھے بیٹھ کر، حضور کو شکایت کی گئی کہ یہ ابومحذورہ جو مشرکین مکہ کا بچہ ہے، یہ نقل اتار رہا ہے حضور ﷺ نے فرمایا بلاؤ......ابو محذورہ کو بلایا گیا...... حضور ﷺ نے فرمایا ابومحذورہ بتا تو نقل اتارتا ہے یا سچے دل سے اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتا ہے، اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں نقل نہیں اتارتا، جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اللہ اکبر کہتا ہے ......تو میرے دل میں ایمان کی روشنی آجاتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اچھا ابومحذورہ جا میں نے تجھے خانہ کعبہ کا مؤذن مقرر کر دیا ہے۔ اسی وقت حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو کعبہ کا مؤذن بنا دیا اور اس واقعہ کے تقریباً چالیس سال بعد تک کعبہ کا مؤذن رہا۔ حضور ﷺ نے مؤذن بنایا تھا۔ (الاستیعاب ج ۴، صفحہ ۱۵۴)

عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کا اعزاز:

حضور علیہ السلام کے سامنے عثمان رضی اللہ عنہ ابن ابی طلحہ بھی تھے......عثمان ابن ابی طلحہ چابی لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے ...... یہ کعبے کی چابیاں ہیں، دیکھو آٹھ سال پہلے جب حضور ﷺ مکہ سے نکلنے لگے ......تو حضور ﷺ نے رات کو فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ ابن ابی طلحہ کعبے کی چابی دے دو اس نے کہا میں ابوجہل کی اجازت کے بغیر چابی نہیں دیتا۔ لیکن آج جب حضور ﷺ نے کعبہ کو فتح کیا تو عثمان ابن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس چابیاں لے کر آیا حضور ﷺ نے فرمایا عثمان جا قیامت تک تیرے خاندان میں کعبے کی چابیاں رہیں گی، آج بھی خانہ کعبہ کی چابی جس خاندان کے پاس وہ اسی عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کا خاندان ہے، اس نے کیا سلوک کیا تھا......اور پیغمبر ﷺ نے کیا سلوک کیا؟ اس نے چابی نہیں دی آخری رات آج پیغمبر ﷺ نے کہا جا قیامت تک تیرے خاندان کے پاس چابیاں رہیں گی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۴، صفحہ ۳۰۱۔ زرقانی جلد ۲، صفحہ ۳۴۰۔ فتح الباری جلد ۸، صفحہ ۱۵۔ طبقات

ابن سعد جلد۲)

اسی طرح حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ بڑے سردار تھے..... انہوں نے کلمہ نبی ﷺ کا پڑھا ان کو حضور ﷺ نے اسی وقت گورنر مکہ مقرر کر دیا..... یہ انسانیت کی ہمدردی اور انسانیت کی عظمت کا بڑا اہم واقعہ ہے کہ عرب کے لوگ تو غلاموں اور نوکروں پر بڑا ظلم کرتے تھے۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا اعزاز:

لیکن ان غلاموں اور نوکروں میں ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جو حضور ﷺ کے ساتھ تھے ...... جب کعبہ فتح ہو گیا..... جب خانہ کعبہ سے بتوں کو گرایا گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا بلال رضی اللہ عنہ ادھر آؤ، وہ بلال رضی اللہ عنہ جس کا رنگ کالا تھا، ہونٹ لمبے تھے، غلام تھا، عرب کے سردار اس سے نفرت کرتے تھے، حضور علیہ السلام نے فرمایا، بلال! کعبے کی چھت پر چڑھ جاؤ اور کعبے کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب کعبے کی چھت پر چڑھ جانے کا حکم ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ جوتا اتارنے لگے ...... حضور علیہ السلام نے فرمایا تجھے جوتا اتارنے کی بھی اجازت نہیں ہے، آج جوتوں سمیت کعبے کی چھت پر چڑھ جاؤ، یہ واقعہ بڑے بڑے انسانیت کے ہمنواؤں نے لکھا ہے کہ ایسا واقعہ دنیا میں کبھی پیش نہیں آیا کہ ایک آدمی دنیا کا سب سے بڑا سردار ہو......اور ایک گھر دنیا میں سب سے زیادہ متبرک ہو......اور دنیا کے سب سے بڑے اللہ کے گھر کی چھت کے اوپر جوتوں سمیت ایک نوکر کو چڑھا دیا جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم تھا کہ اے پیغمبر ﷺ آج کعبے کی چھت پہ اس غریب کو جن سے عرب کے قریشی نفرت کرتے تھے کہ یہ غریب غلام ہے محمد ﷺ ان بردوؤں کے ساتھ کھڑا ہوا ہے، اے میرے محمد ﷺ آج اس کالے رنگ کے شخص کو جوتوں سمیت کعبے کی چھت پر چڑھا کر...... دنیا کو بتادے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گوروں اور پیسے والوں کی کوئی قدر نہیں، قدر ہے تو ایمان کی قدر ہے کہ جس دل میں ایمان ہے اس کا رنگ کالا بھی ہو اور وہ ویسے غلام ہو...... تو کعبے کی چھت پر چڑھ

کر اللہ کا نام بلند کرتا ہوتا۔
(زرقانی جلد ۲، صفحہ ۳۴۶۔ البدایہ والنہایہ جلد ۴، صفحہ ۲۰۳)

عام الوفود:

۹ھ اور ۱۰ھ میں عربوں کے مختلف وفود اس کثرت سے حاضر خدمت ہوئے اور مشرف با اسلام ہوئے، ان سالوں کو عام الوفود یعنی وفدوں کا سال کہا جاتا ہے، پھر ان وفود نے اپنے قبیلوں میں جا کر اسلام کا پیغام پہنچایا۔ ہر طرف دین کا بول بالا ہوا اور لوگ جوق در جوق اسلام کے دامن عاطفت میں آنے لگے۔ اسلام کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہوا، اور کفر و شرک کا نشان مٹا۔

آخری حج:

۹ھ میں حضرت سید المرسلین ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کے بھیج کر اعلان کرایا کہ اب اس پاک سرزمین پر مشرکوں کے قدم نہ پڑنے پائیں، اس لیے کہ اب دین حق کا چراغ پوری تابانیوں کے ساتھ جگمگا رہا ہے۔ (زرقانی جلد ۳، صفحہ ۱۰۳)

۱۰ھ میں حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ خود حج کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لے جائیں تا کہ خود حج کر کے لوگوں کو دکھائیں کہ حج کا صحیح اسلامی طریقہ کیا ہے؟

چنانچہ ہر طرف اعلان ہو گیا کہ اس سال سید المرسلین حج کیلئے تشریف لے جا رہے ہیں، یہ اعلان سنتے ہی تمام عشاق حج کی تیاری کرنے لگے۔

۲۵ ذی قعدہ ۱۰ھ جمعرات کے دن امام الانبیاء سوا لاکھ سے زیادہ عشاق رسول کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور نو دن بعد ذی الحجہ ۱۰ھ اتوار کے دن مکہ میں داخل ہوئے، تمام ازواج رسول رضی اللہ عنہن اور بنت رسول سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن سے تشریف لائے۔

حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور کعبۃ اللہ کو دیکھ کر دعا فرمائی، اے اللہ!

تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے، اے رب! ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔

اے اللہ! اس گھر کی عظمت، شرف، عزت اور ہیبت کو زیادہ فرما اور جو اس گھر کا حج اور عمرہ کرے تو اس کی بزرگی اور شرف وعظمت کو زیادہ فرما۔

پھر آپ ﷺ حجر اسود کے پاس تشریف لائے، ہاتھ رکھا اور بوسہ دیا پھر طواف فرمایا۔

جب آپ ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر صفا کی جانب روانہ ہوئے اور فرمایا...... ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ......صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے دین کے نشانوں میں سے ہیں۔

پھر صفا اور مروہ کی سعی فرمائی، چونکہ حضور ﷺ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے۔اس لیے عمرہ ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ نے احرام نہیں اتارا۔

آٹھویں دن جمعرات کا دن تھا، آپ ﷺ منیٰ میں تشریف لائے اور پانچ نمازیں فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، منیٰ میں پڑھیں، ذی الحجہ جمعہ کے دن حضور ﷺ عرفات میں تشریف لے گئے۔

عرفات پہنچ کر سید المرسلین ﷺ نے ایک خیمہ میں قیام فرمایا جب سورج ڈھل گیا تو آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے اور سوا لاکھ سے زائد لشکر ملکوت انسانوں سے خطاب فرمایا۔اپنی مملکت اور آنے والی نسلوں کیلئے حجۃ الوداع کے موقع پر ایسا عظیم خطبہ دیا، جس سے پوری تحریک اور عظیم اسلامی حکومت کا بنیادی ڈھانچہ سامنے آگیا۔(زرقانی، شرح مواہب الرحمٰن جلد۳، صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۷)

خطبہ حجۃ الوداع کے چند جواہر پارے ملاحظہ ہوں۔

حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں یہ خطبہ دیا:

☆...... یایها الناس انی لا دانی و ایاکم لا تجتمع فی هذا المجلس ابدا .

''لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہ ہوں گے۔''

☆...... ان دماء کم واموالکم واعرا ضکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی بلد کم هذا فی شهر کم هذا وستلقون ربکم فیسئلکم عن اعمالکم الا فلا ترجعوا بعدی ضلالا لا یضرب بعضکم رقا ب بعض .

''لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال، اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ آج کے دن کی، اس شہر کی اس مہینہ کی حرمت کرتے ہیں، لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔''

☆...... الا کل شئی من امرالجا هلیته تحت قدمی موضوع ودماء الجاهله موضوعته وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعه بن الحارث کان مسترضعافی بنی سعد فقلته هذیل وربی الجاهلیته موضوعته واول ربی اضع ربی عباس بن عبدالمطلب فانه موضوع کله .

''لوگو! جاہلیت کی ہر بات میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانہ کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا

خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مارا تھا، میں چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیامیٹ کر دیا گیا۔ پہلا سود اپنے خاندان کا جو مٹاتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ وہ سارے کا سارا چھوڑ دیا گیا۔

☆...... فاتقوا الله فی النساء فانکم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بکلمته الله ولکم علیهن الا یوطئن فروشکم احدا تکر هونه فان فعلن ذلك فاضر بو هن ضربا غیر مبرح .

''لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا، اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (اس کا آنا اس کو ناگوار ہے نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ۔''

☆...... وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعده ان اعتصمتم به کتاب الله .

''لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔''

☆...... ایها الناس انه لانبی بعدی ولا امته بعد کم الا فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شهر کم وادوا زکوة اموالکم طیبته بها انفسکم وتحجون بیت ربکم واطیعوا ولا ت امر کم تدخلوا جنة

ربکم .

''لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے۔ خوب سن لو اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ مالوں کی زکوۃ نہایت خوشی کے ساتھ دیا کرو۔ خانہ خدا کا حج بجالاؤ۔ اور اولیائے امور واحکام کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہو گے۔''

☆...... و انتم تسئلون عنی فما انتم قائلون قالوا انشهدا انك قد بلغت وادیت ونصحت فقال باصبعه السبابته یر فعها الی السماء و ینکتها الی الناس.
اللهم اشهد اللهم اشهد اللهم اشهدا .

''لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا مجھے ذرا بتادو کہ کیا جواب دو گے۔''

سب نے کہا اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے احکام ہم تک پہنچا دیئے ہیں، آپ نے رسالت ونبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے ہم کو کھوٹے کھرے کی بابت اچھی طرح بتا دیا۔ اس وقت نبی ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا۔ آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے۔ فرماتے تھے:

اے خدا سن لے (تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں)
اے خدا گواہ رہنا (یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں)
اے خدا شاہد رہ (یہ کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں)

☆...... الا یبلغ الشاهد الغائب فلعل بعض من یبلغه ان یکون اوعی له من بعض من سمعه .

''دیکھو جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں ان کی تبلیغ کرتے رہیں، ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے۔''

حضور ﷺ نے یوم الحج کو خطبہ ارشاد فرمایا جو گزشتہ صفحہ پر درج کیا گیا ہے۔ اس خطبہ کے علاوہ یوم النحر اور ایام تشریق کے اجتماعات میں بھی خطبہ جات ارشاد فرمائے۔ بلکہ یوں سمجھا جائے کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر ہر مقام پر حضور ﷺ نے خطبات ارشاد فرمائے۔ ان خطابات میں بہت سی باتیں مشترک ہیں اور جہاں پر زور دینا ہوتا ہے وہاں پر تمثیلات کے ذریعے یا مکرر سہ مکرر الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ ملک حجاز میں بالخصوص بلکہ تمام جزیرۃ العرب میں طبقاتی عدم مساوات کا بت موجود پایا گیا۔ غلام و آقا، مالک و اجیر، ادنیٰ و اعلیٰ، عربی و عجمی، گورے و کالے، ابیض و اسود کے تفاوت نے انسانیت کی بہت بڑی توہین و تذلیل کو شروع کر رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے عدم مساوات کے بہت بڑے بت کو یہ کہہ کر پاش پاش کیا ہے۔

یا یھا الناس الا ان ربکم واحدوان اباکم واحد لافضل العربیٔ علی عجمی ولا العجمی علی عربی لاالا حمر علی اسود ولا الاسود علی احمر الا بالتقوی؟ مسند ان کل مسلم اخوالمسلم وان المسلمین اخوۃ مستدرک حاکمَ ارقائکم اخواکم فاکلوا مما تاکلون واکسوھم مما تلبسون .

''لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے، بے شک تمہارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب، ہر مسلمان دوسرے

مسلمان کا بھائی ہے، اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ تمہارے غلام جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ۔"

عرب میں اگر کسی خاندان کا فرد قتل ہو جاتا تو اس کا انتقام لینا خاندان والوں کے لیے فرض ہو جاتا اس طرح انتقام در انتقام کی وجہ سے لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا، مرتے وقت وصیت کی جاتی اور اس وصیت کو پورا کرنا ورثاء کے لیے لازم ہو جاتا، صدیوں تک عرب کی زمین انسانی خون سے رنگین رہی۔ اس کا تدارک عملی طور پر ان کو کرد کھایا کہ جاہلیت کے زمانہ کے قتل معدوم کر دیئے گئے اور خون معاف کر دیا۔

چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے خاندان میں ابن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا دودھ پیتا بچہ جو قبیلہ ہذیل کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا، جس کا انتقام لینا بنی ہاشم پر لازمی تھا اس کو معاف کر دیا، اور جہالت کے زمانہ کے تمام اس قسم کے جھگڑے ملیا میٹ کر دیئے گئے، غلاموں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ۔ اور جو خود پہنو وہی لباس غلام کو پہناؤ، عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو۔

تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا مردوں پر حق ہے۔ سود کی قدیم لعنت جو ورثہ میں بہت دیر سے چلی آ رہی تھی، اس کو حضور اکرم ﷺ نے ختم کر دیا اور کہا کہ عباس بن عبدالمطلب کا سود میں خود ختم کرتا ہوں۔ سود پر قرضہ دینے والا صرف اصل رقم کا حق دار ہے۔ لوگوں کو دین اسلام سکھانے کی تاکید فرمائی...... **وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعده ان اعتصمتم به کتاب الله**...... میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا، گمراہ نہ ہو گے۔ وہ کیا چیز ہے؟ "کتاب اللہ"۔

عرفات کے خطبہ میں جب یہ اساسی اور بنیادی چیزیں بتائی جاتی تھیں، عین اس وقت **اَلْیَوْمَ اکملت لکم دینکم واتممت علیکم**

نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو انتخاب کرلیا۔

خطبہ کے بعد حضور ﷺ نے ظہر عصر ایک اذان اور اقامتوں سے ادا فرمائی، پھر آپ جبل رحمت کے نیچے غروب آفتاب تک دعاؤں میں مصروف رہے، غروب آفتاب کے بعد عرفات سے سوا لاکھ سے زیادہ حاجیوں کے ساتھ مزدلفہ پہنچے، یہاں پہلے مغرب پھر عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں کیساتھ ادا فرمائی، پھر مشعر حرام کے پاس آئے، پھر امت کیلئے دعائیں مانگتے رہے۔

سورج نکلنے سے پہلے حضور ﷺ مزدلفہ سے منٰی کیلئے روانہ ہوئے، منٰی میں جمرہ کے مقام پر تشریف لائے اور کنکریاں ماریں پھر با آواز بلند ارشاد فرمایا:

"مجھ سے حج کے مسائل سیکھ لو شاید اس کے بعد میں دوسرا حج نہ کروں۔"

اس کے بعد حضور ﷺ قربان گاہ تشریف لے گئے، آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے ایک سو اونٹ تھے، ۶۳ اونٹ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے، اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپ دیئے۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سر کے بال اتروائے اور کچھ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے اور باقی موئے مبارک کے بارہ میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمادیئے جائیں۔

اس کے بعد حضور ﷺ مکہ تشریف لائے اور طواف زیارت فرمایا، پھر منٰی میں بارہ ذی الحجہ تک مقیم رہے، اور ہر روز سورج ڈھلنے کے بعد جمروں کو کنکریاں مارتے رہے۔

تیرہ ذی الحجہ منگل کے دن حضور ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد منٰی سے روانہ ہوئے اور محصب میں رات بھر قیام فرمایا، صبح کو نماز فجر کعبہ کی مسجد میں ادا فرمائی اور

طواف وداع کر کے انصار ومہاجرین رشک ملکوت جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کیلئے روانہ ہوگئے۔ (ماخوذ از پیغمبر اسلام ﷺ کا مختصر تعارف)

سورۃ النصر کا نزول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوشی:

حدیث میں آتا ہے کہ جب سورۃ النصر اتری تو صحابہ رضی اللہ عنہم خوش ہوئے۔

اذا جاء نصر اللّٰہ ---- جب اللہ تعالیٰ کی مدد آچکی ---- والفتح ---- اور فتح بھی ---- ورائیت الناس ---- اور پیغمبر ﷺ تو دیکھ رہا ہے ---- یدخلون فی دین اللہ افواجا ---- کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوجیں شامل ہو رہی ہیں ---- فسبح بحمد ربك واستغفرہ ---- اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر ---- اے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے استغفار کر ---- انه کان توابا ---- اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اس سورۃ کو سن کر سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوش ہوئے ترجمہ یہ ہے کہ

"اے پیغمبر ﷺ! اللہ تعالیٰ کی مدد آچکی اور تو دیکھ رہا ہے کہ اسلام میں فوجیں داخل ہو رہی ہیں اور اے پیغمبر ﷺ! تو تسبیح کر تو ذکر واذکار کر اور استغفار کر ---- اللہ پاک قبول کرنے والا ہے۔"

صدیق رضی اللہ عنہ راز دار نبوت:

اس سورۃ کو سن کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوش ہوئے لیکن ایک صحابی تھا جس نے یہ سورۃ سنی اور مسجد نبوی کے دروازے پر رونے لگا، یہ صحابی زار و قطار روتا ہے لوگوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ تجھے کیا ہوا؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جانتے ہو اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا بتایا۔ بظاہر تو یہ خبر ہے کہ اے پیغمبر اللہ تعالیٰ کی مدد آچکی اسلام میں فوجیں شامل ہو رہی ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو تم نہیں جانتے ---- میں جانتا ہوں کہ اس سورۃ میں پیغمبر ﷺ کی وفات کا ذکر ہے، اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ دیا

ہے، اے محمد مصطفےٰ ﷺ اب تیرا کام پورا ہو گیا ہے ۔۔۔ اب تو تسبیح کر ۔۔۔ یعنی تیرا آخری وقت آ چکا ہے۔ مسجد نبوی کے کونے میں حضرت صدیق اکبر ؓ بیٹھ کر زاروقطار رو رہے ہیں۔

صحابہ ؓ خوش ہو رہے ہیں ۔۔۔ صدیق اکبر ؓ رو رہا ہے۔

کیوں ؟ ۔۔۔ صدیق راز دار نبوت ہے، صدیق اکبر ؓ محرم اسرار نبوت تھا۔ صدیق اکبر ؓ قرآن کے اسرار سے واقف تھا۔ لوگوں نے کہا فوجیں اسلام میں داخل ہونے کا حکم ہے کہ فوجیں داخل ہو گئیں۔

حضرت ابو بکر ؓ نے فرمایا لوگو! اس سورۃ نے پیغمبر ﷺ کی وفات کی خبر دی اور میں جانتا ہوں ہاں اس کا مطلب ہے کہ اے نبی ﷺ تیرا کام پورا ہو گیا اب تیرا آخری وقت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو دنیا میں رہنے کا اختیار دیا:

اور جب یہ سورۃ اتری رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ بندہ یا دنیا کو قبول کر لے اور ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں رہے۔ اور یا اس کو موت آ جائے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اختیار دیا کہ دونوں میں ایک کو پسند کر لے۔ لیکن جو اللہ کا بندہ ہے ۔۔۔ اس نے یہ اختیار کیا کہ وہ جلدی جلدی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے ۔۔۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے بیان کی ۔۔۔ تو صدیق اکبر ؓ نے ساتھیوں سے کہا ۔۔۔ وہ بندہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے، وہ پیغمبر ﷺ خود ہیں اللہ تعالیٰ کا وہ بندہ خود نبی اکرم ﷺ ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے نبی کو اختیار دیا کہ تم چاہتے ہو کہ میں دنیا میں ہمیشہ زندہ رہوں تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے ۔۔۔ اور اگر چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے جلدی ملاقات ہو ۔۔۔ تو پھر تمہارا وقت آ چکا ہے ۔۔۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے

اس بندے نے اللہ تعالیٰ سے کہہ دیا ہے کہ میں تجھ سے ملنا چاہتا ہوں، تیری ملاقات مجھے زیادہ پسند ہے۔

چنانچہ پیغمبر ﷺ کا یہ فرمانا حقیقت میں اپنی موت کی خبر دینا تھا کہ میرا آخری وقت آچکا ہے، دنیا سے جانے کا وقت آچکا ہے، میں دنیا سے جارہا ہوں۔ لوگو! میں دنیا سے جارہا ہوں۔ پیغمبر ﷺ کی وفات سے بڑی بری خبر تو دنیا میں کسی نے نہیں سنی۔ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۵۱۶)

حضور ﷺ کی علالت:

چنانچہ وفات رسول ﷺ سے پندرہ دن پہلے حضور ﷺ ایک جنازے سے واپس آئے آپ ﷺ کے سر میں درد اٹھا اور چارپائی پہ لیٹ گئے، کئی دن تک لیٹے رہے اور پھر وفات سے چند دن پہلے آپ ﷺ کو شدید بخار ہوا---- بخار اتنا تھا کہ حضور علیہ السلام کے سرہانے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ---- حضور ﷺ فرماتے فاطمہ رضی اللہ عنہا کپڑے کی تا کی پانی میں بھگو کر میرے ماتھے پر رکھو تا کہ میرے بخار کی شدت کم ہو جائے۔

حضور ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ آرام کریں۔ حضور ﷺ شدید بخار میں بھی مسجد نبوی میں تشریف لاتے، کبھی ایسے ہوتا ...... کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لاتے، پیر کے دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔ جمعرات کے دن آپ کو شدت سے تکلیف تھی:

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ (چارپائی وہ تھی کہ سازبان کی لکڑی سے جس کے پائے بنائے گئے تھے اور یہ ہندوستان کے ایک راجہ نے تحفے کے طور پر وہ لکڑی دی تھی) اس چارپائی پر کھجوروں کی چھال لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اس چارپائی پر آرام فرماتے، بخار میں شدت آگئی اور

[illegible] خاتم المرسلین ﷺ [illegible]

حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ [illegible] کی وفات سے دو سال پہلے آپ ﷺ کو ایک یہودیہ نے کھانے میں زہر دیا تھا اور حضور ﷺ نے وفات سے کچھ پہلے فرمایا عائشہ ؓ وہ زہر مجھے خیبر کی جنگ کے موقع پر دیا گیا تھا آج میں محسوس کرتا ہوں کہ اس زہر کے اثر سے میری شہ رگ کٹ جائے گی۔

شدید علالت میں بھی نماز کی تاکید:

اماں فرماتی ہیں حضور ﷺ کی وفات اس زہر کا اثر تھا، اسی لئے علماء نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات بھی شہادت کی موت ہے، زہر سے آدمی مرجائے تو وہ شہید ہوتا ہے، حضور ﷺ کو بھی علماء نے شہید لکھا ہے۔ اس جنگ میں اس زہر کے موقع پر ایک صحابی بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس کا کھانا حلق سے نیچے اتر گیا تھا تو وہ شہید ہوگیا تھا، حضور ﷺ کو جبرائیل نے خبر دے دی.... آپ نے قے کر لی لیکن اثر زہر کا اندر چلا گیا تھا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے، فرمایا عائشہ ؓ آج مجھے محسوس ہوتا ہے کہ خیبر والی زہر نے میری شہ رگ کاٹ دی ہے۔ (بخاری جلد۲، صفحہ ۶۳۷) حضور ﷺ کے سر میں درد تھا، آپ ﷺ پہلو بدلتے آپ کو ہوش آتا، آپ ﷺ پوچھتے عائشہ ؓ مسلمانوں سے کہو نماز پڑھ لیں، مجھے تکلیف ہے۔ لیکن پھر کہتے عائشہ ؓ ٹھہرو، میں جا کے نماز پڑھاؤں گا، یہ کہا تو پیغمبر ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر ہوش آیا، کچھ دیر کے بعد.... فرمایا عائشہ ؓ مسلمانوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ فرمایا نہیں یارسول اللہ ﷺ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبوی مصلے پر:

حضور ﷺ نے مکان کے اندر جو کھڑکی تھی اس کھڑکی کا دروازہ کھولا کپڑا ہٹایا جب کپڑا اٹھایا تو سامنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی قطار بیٹھی تھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا!

مروا ابا بکر فلیصل بالناس

''عائشہ رضی اللہ عنہا! ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ آکر نماز پڑھائے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! جس دن سے آپ بیمار ہیں میرا باپ پریشان ہے، میرے والد کا دل بڑا نرم ہے وہ آپ ﷺ کے مصلے پر کھڑا ہونا برداشت نہیں کریں گے۔ (بخاری جلد ا، صفحہ ۹۹)

حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ آکر نماز پڑھائے تین مرتبہ فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔فرمایا نماز پڑھاؤ...... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز عشاء میں جب مصلے پر کھڑے ہوئے اللہ اکبر کہا چیخ ماری بے ہوش ہو گئے ......ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا، پوچھا گیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیا ہوا؟ فرمایا میں یہ سوچ کر گرا ہوں کہ آج نبی ﷺ کا مصلیٰ خالی ہو گیا......کل محمد مصطفےٰ ﷺ ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔

چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ نماز پڑھائی ......صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جمعرات کے دن سے لے کر وفات کے وقت تک آپ ﷺ کے مصلے پر نماز پڑھائی ۔کئی موقعوں پر ایسے ہوا کہ حضور علیہ السلام فرماتے میرا دل چاہتا ہے کہ میں مسجد میں جاؤں۔ جمعہ کا دن تکلیف میں گزرا...... ہفتے کا دن تھا وہ بھی تکلیف میں گزرا...... فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا اب تو میں ٹھیک ہوں، اماں فرماتیں کہ آپ نے دوائی نہیں کھائی، حضور ﷺ نے فرمایا میں ٹھیک ہوں۔اس کے بعد ہاتھ اٹھائے اس بیماری کی حالت میں فرمایا! ''اے اللہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔'' (بخاری جلد ا، صفحہ ۶۲۔ موطا امام مالک صفحہ ۶۵، ۳۶۰) یہ بھی فرمایا۔اماں فرماتی ہیں کہ رات کو رسول اللہ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی جب ہوش میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا!

الصلوٰۃ الصلوٰۃ

او مسلمانو! نماز کبھی نہ چھوڑنا ۔میں دنیا سے چلا جاؤں تب بھی نماز نہ چھوڑنا، اس بے ہوشی کے عالم میں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ اماں فرماتی ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھی......رسول اللہ ﷺ بے ہوش ہوئے، آدھی رات کے وقت

ہوں آیا۔ فرمایا عائشہ ؓ مسجد میں دیکھو نماز ہو چکی ہے اگر نہیں ہوئی تو میں مسجد میں چلا ہوں نماز پڑھتا ہوں اماں فرماتی ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا تو ایسے لگتا جیسے ہمارے واقف نہیں ہیں یعنی ہمارے ساتھ بیٹھے بھی نہیں تھے نماز کا وقت ہوتا تو ایسے اٹھ جاتے جیسے یہ ہمارے واقف نہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ بلا رہا ہے اللہ تعالیٰ کے بلاوے کو دیکھو۔

حضور ﷺ کی آخری وصیت:

حضور ﷺ نے آخری نصیحت جو زندگی میں فرمائی وہ یہ تھی:

الصلوۃ الصلوۃ وما ملکت ایمانکم

(بخاری جلد۲، ص ۶۳۷)

لوگو نماز نہ چھوڑنا ......اور دوسرا فرمایا اپنے غلاموں پر زیادتی نہ کرنا۔ نوکروں کو برا نہ کہنا۔

حضور ﷺ کی آخری وصیت، پیغمبر ﷺ تریسٹھ سال کی عمر میں دنیا سے جا رہا ہے تیئس سال نبوت کے گزار کر دنیا سے جا رہا ہے، تیئس سال قرآن اترا دین اترا.....شریعت اتری......لیکن آخری الفاظ یہ کہتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کی ساری تعلیمات کا خلاصہ نماز تھا، کیوں بھئی نماز کیوں تھی؟ حج مالی اور بدنی عبادت ہے، حج میں مال لٹایا جاتا ہے، زکوۃ مالی عبادت ہے، روزہ بدنی عبادت ہے اور بھی بدنی عبادتیں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا!

من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر .

جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی ... اس نے گویا کفر کیا۔

نماز سے گناہ جھڑتے ہیں:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ مجھے ایک دفعہ باہر جنگل میں لے گئے، حضور ﷺ نے فرمایا ابوذر دیکھو...... ایک درخت کی ٹہنی کو ہاتھ آپ ﷺ نے ہلایا تو اس کے پتے جھڑ گئے، حضور ﷺ نے فرمایا ابوذر رضی اللہ عنہ جس طرح اس درخت کے پتے جھڑے ہیں اسی طرح اس آدمی کے گناہ جھڑتے ہیں جو پانچ وقت نماز پڑھتا ہے۔ (مسند احمد، مسند الانصار)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آخری گفتگو:

رسول اللہ ﷺ بیماری میں مبتلا ہیں، آپ چارپائی پہ لیٹے ہوئے ہیں، لیکن نماز نہیں بھولی...... غلاموں کا خیال نہیں بھولے، پیر کا دن ہے صبح کا وقت ہے جس دن حضور ﷺ کی وفات ہوئی ہے۔

اماں فرماتی ہیں حضور ﷺ نے اشارہ کر کے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے کان میں کچھ کہا تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رونے لگیں...... تھوڑی دیر کے بعد حضور اکرم ﷺ نے پھر بلایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کان میں کچھ کہا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مسکرانے لگیں۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا! میں تیری ماں کی جگہ ہوں میں تجھے اپنے ماں ہونے کا واسطہ دیتی ہوں بتا تجھے رسول اللہ ﷺ نے کیا کہا؟ تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اماں میں نے پہلی مرتبہ جب حضور ﷺ کے قریب اپنے کان کیے تو حضور ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا جس بیماری میں تیرا باپ مبتلا ہے اسی بیماری میں تیرا باپ دنیا سے چلا جائے گا...... جس کی وجہ سے میں رونے لگی۔ اور بعد میں حضور ﷺ نے میرے کان میں فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رونا نہیں میرے جانے کے بعد میرے خاندان میں سب سے پہلے تو آ کر مجھے ملے گی!!

(زرقانی ج ۸، ص ۲۶۲۔ بخاری ذکر وفات۔ فتح البخاری ج ۸ ص ۱۰۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فخر:

اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا! عائشہ رضی اللہ عنہا مسواک لاؤ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسواک پیش کی۔ حضور ﷺ نے منہ مبارک میں مسواک لگائی، فرمایا یہ سخت ہے، اماں کہتی ہیں میں نے دانتوں سے چبائی۔ اور مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میری چبائی ہوئی مسواک کو پیغمبر ﷺ نے چبایا۔
(مشکوۃ بحوالہ بخاری شریف)

حضور ﷺ کے آخری الفاظ اور جان سپردگی:

اماں فرماتی ہیں...... حضور ﷺ کے آخری الفاظ ہیں:

اللّٰھم فی الرفیق الا علی

اے اللہ! تیری رفاقت مجھے پسند ہے، اے اللہ! میں دنیا کو چھوڑ چکا ہوں مجھے تیری رفاقت پسند ہے، میں تیری رفاقت چاہتا ہوں۔

میں تیرے قرب میں آنا چاہتا ہوں بار بار حضور اکرم ﷺ نے فرمایا..... حضور اکرم ﷺ نے تین مرتبہ یہی

اللّٰھم فی الرفیق الاعلی

فرمایا اور پھر آپ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غم سے نڈھال:

حضور ﷺ کی وفات ہوگئی، مدینہ میں جنگل کی آگ کی طرح خبر پھیل گئی۔ سفید داڑھیوں والے بوڑھے اور بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم زاروقطار رونے لگے۔ مسجد نبوی لوگوں سے بھر گئی۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ حضور ﷺ دنیا سے رخصت ہوگئے، لوگوں نے کہا اب دنیا میں رہنا فضول ہے، اب ہمیں مرجانا

چاہیے۔بقول ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ!

"جو کھڑا تھا کھڑا رہ گیا......جو بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت روتی ہوئی جنگلوں کی طرف نکل گئی، نبی نہیں رہے دنیا میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا۔پیغمبر ﷺ کے جسد اطہر کے پاس آئے اور کہا اے کملی والے اگر تو نے مجھے رونے سے منع نہ کیا ہوتا......تو آج علی رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے آپ ﷺ کو غسل دیتا۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

صبت علی مصائب لو انها
صبت علی الایام صرن لیا لیا

"میرے باپ کی وفات نے مجھ پر مصیبت کے اتنے پہاڑ توڑے ہیں اگر وہ پہاڑ دنوں پر پڑ جاتے تو دن بھی رات بن جاتے" ......یہ نبی ﷺ کی وفات پر کہا۔(سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صفحہ ۱۶۵۔علامہ طالب الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک صحابی اپنے کھیتوں میں کھڑا ہل چلا رہا ہے اس کو کسی نے کہا او بابا جی تو ہل چلا رہا تھا تجھے نہیں پتہ کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے چلے گئے اس نے اسی وقت ہل روک دیا، ہل روک کر کہا اے اللہ! میری آنکھوں کو اندھا کر دے، میرے کانوں کو بہرہ کر دے۔

اس نے کہا یہ دعا کیوں کرتا ہے؟ کہنے لگا جن آنکھوں نے نبی ﷺ کا چہرا دیکھا۔نبی ﷺ نہیں رہے تو مجھے آنکھوں کی ضرورت نہیں، جن کانوں نے نبی ﷺ کا کلام سنا نبی ﷺ نہیں رہے تو ان کانوں کی ضرورت نہیں ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وارفتگی:

رسول اللہ ﷺ کا جسد اطہر رکھا ہوا ہے..... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے..... جوش میں آ گئے..... مسجد نبوی میں کھڑے ہوگئے..... تلوار ہاتھ میں لے کر کہا۔

"اولوگو! جس نے کہا محمد ﷺ فوت ہوگئے..... اس کا سر قلم کردوں گا، اس کا سراڑا دوں گا۔" (ابن ہشام ج۲، ص ٦٥٥)

یہ بڑے جذبات کی بات تھی..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وارفتگی کے حال میں مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم جنگلوں کی طرف نکل گئے ہیں۔

عورتیں رو رہی ہیں
مرد رو رہے ہیں
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہے
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہے
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رو رہے ہیں
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو کیوں روتا ہے؟
عائشہ رضی اللہ عنہا تو کیوں روتی ہے؟
فاطمہ رضی اللہ عنہا تو کیوں روتی ہے؟

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں کیوں نہ روؤں..... عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں کیوں نہ روؤں..... آج کے بعد جبرائیل امین علیہ السلام اب کبھی نہیں آئے گا، آسمانوں سے اب کوئی فرشتہ آئے گا، نہ آسمانوں سے کبھی اب قرآن مجید اترے گا، آسمانوں سے خدا کا پیغام اب کبھی نہیں آئے گا۔

یہ پیغام تھا صحابہ رضی اللہ عنہم رو رہے ہیں..... ایک آدمی نے کہا بابا جی تم کیوں روتے ہو..... فرمایا میں کیوں نہ روؤں جو روشنی مدینہ کی گلیوں میں پھرتی تھی ختم ہوگئی

نبی ﷺ ......جو سورج چمکتا تھا چلا گیا......جو چاند چمکتا تھا چلا گیا......اب جبرائیل علیہ السلام کیسے آئے گا، خدا کا پیغام کیسے آئے گا؟ مدینہ کی گلیوں میں خوشبو کیسے آئے گی...... نبی ﷺ نہیں رہے ہمیں زندگی کی ضرورت نہیں ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اعلان کیا!

''جس نے کہا کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے......میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے، مقام سنح کی بستی تھی مدینہ کے ساتھ دو میل کے فاصلے پر۔ ان کو اطلاع ملی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ پیغمبر ﷺ کے رفیق تھے سب سے زیادہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے، سب لوگوں کی نگاہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تھیں۔ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جذبات میں آ جاتے ......اسلام کی کشتی ڈوب جاتی، اسلام کے سہارے ٹوٹ جاتے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کا شرف:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں آئے، پتہ چلا رسول اللہ ﷺ کا جسد اطہر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہے۔

مسلمانو! نبی ﷺ کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے، قبر بھی اسی جگہ پر بنتی ہے۔ کسی پیغمبر کے بارے میں یہ اجازت نہیں ہے کہ اس کی لاش کو ایک انچ بھی اٹھا کر دوسری جگہ پر تدفین کی جائے۔ اس کی اجازت نہیں ہے!! نبی ﷺ جہاں فوت ہوتا ہے، اسی جگہ اس کی قبر بنتی ہے۔ رسول اللہ کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوئی اور تدفین بھی وہیں ہوئی۔ جہاں آپ ﷺ کی قبر ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہے اور حضور ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں، ان میں سے جو زندہ تھیں، ان میں سے باری باری ہر کسی کے پاس آپ ﷺ قیام فرماتے

تھے۔ لیکن جب آپ ﷺ بیمار ہوئے، تو اس رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ دوسرے دن دوسری بیوی کی باری تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیویو! میرا دل چاہتا ہے کہ میں بیماری کے سارے ایام عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاروں۔۔۔۔۔ کیا تمہاری طرف سے یہ اجازت ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخری وقت ہو اور کسی کی باری نہ آئے، اور پھر ناراض ہو جاؤ۔ تو سب نے خوشی کے ساتھ کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تیرے پاؤں کی مٹی پر قربان جاؤں، کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے ایام بھی تیرے گھر میں بسر ہوئے، حضور ﷺ کی وفات بھی تیرے حجرے میں ہوئی اور بعد میں پیغمبر ﷺ قیامت کی صبح تک تیرے حجرے میں آرام فرمائیں گے۔

اور پھر یہی جگہ ہے، کہ جس جگہ کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا!

ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ.

او لوگو! یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ہے، اس حجرے اور اس میرے منبر کے درمیان یہ ساری جگہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ جس جگہ پہ حضور علیہ السلام نے وفات پائی، وہ بھی جگہ جنت ہے......... یہ منبر ہے یہ بھی جنت ہے......... یہ راستے میں ساری جگہ جنت ہے......... جس کو ریاض الجنۃ کہا جاتا ہے۔ جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں، ان کو پتہ ہے، کہ اس جگہ پہ کتنی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس جگہ پہ کتنی برکات ہوتی ہیں......... جس کو نبی ﷺ نے جنت فرمایا!

ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ

یہ ریاض الجنۃ ہے۔ ریاض جنت! ریاض عربی میں باغ کو کہتے ہیں۔
ریاض الجنہ جنت کا باغ! پیغمبر ﷺ جنت کے باغ میں ہیں، جس جگہ کو حضور ﷺ نے جنت فرمایا ہے... تو حضور ﷺ نے فرمایا میرا یہ منبر... اور میرا یہ حجرہ... جو عائشہ کا حجرہ ہے یہ جنت ہے۔ اور اس جگہ حضور ﷺ کی قبر بنی اور بعد

میں پھر اسی جنت کے ٹکڑے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر بنی۔ پھر اسی جگہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر بنی۔

رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا خمیر ایک ہی مٹی سے:

قرآن میں ارشاد خداوندی ہے!

منها خلقنكم وفيها نعيد كم ومنها نخرجكم تارةً

اخرى

قرآن کہتا ہے جس مٹی سے آدمی کا خمیر تیار ہوتا ہے...... اسی مٹی میں اس آدمی کی قبر بنتی ہے...... پیدائش کے وقت انسان کے خمیر میں جو مٹی داخل کی جاتی ہے جس علاقے کی، جب وہ فوت ہوتا ہے تو اس علاقے میں اس کو دفن کیا جاتا ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

جس مٹی سے انسان کا خمیر بنایا گیا...... اسی مٹی میں اس کی تدفین عمل میں آئے گی، اسی مٹی میں وہ دفن ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کا خمیر جس مٹی سے بنا تھا۔

اسی مٹی سے خمیر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بنا تھا۔

اسی مٹی سے خمیر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بنا تھا۔

اور اسی مٹی میں پیغمبر ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ آج تک موجود ہیں۔

اور اس جگہ کو اللہ کے نبی نے کہا تھا کہ یہ جگہ جنت کا ٹکڑا ہے، اس کے جنت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیغمبر ﷺ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا۔

طبت حيا وميتا

اے اللہ کے رسول ﷺ! تیرا دنیا میں آنا بھی پاک تھا..... تیرا جانا بھی

پاک تھا۔ (بخاری ج ۱، صفحہ ۵۱۷) اور حضور ﷺ کے ماتھے پہ بوسہ دیا......اور فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ تونے دنیا میں نبوت کا حق ادا کر دیا اور یہ کہہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں چلے گئے۔ مسجد نبوی ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا!

من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات من کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت .

اولوگو! جو محمد ﷺ کی پوجا کرتا تھا، وہ سمجھ لے کہ محمد ﷺ تو دنیا سے رخصت ہو گئے اور جو خدا کی پوجا کرتا تھا، اس کو یاد رکھنا چاہیے خدا پہلے بھی زندہ تھا، خدا آج بھی زندہ ہے۔ (بخاری جلد۲، صفحہ ۶۴۰)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا...... ''جو کہے محمد ﷺ کہ فوت ہو گئے۔ اس کا سر قلم کر دوں گا۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا قرآن شریف کی یہ آیت نہیں سنی کہ

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ان سے پہلے دنیا میں جتنے بھی نبی آئے سب نبیوں نے دنیا سے جانا تھا، سب چلے گئے۔

افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم

اگر میرا پیغمبر ﷺ فوت ہو جائے یا قتل کر دیا جائے تو اے صحابیو! اے پیغمبر ﷺ کے دوستو! تم محمد ﷺ کا دین چھوڑ جاؤ گے؟

یہ آیت پیغمبر ﷺ کی زندگی میں اتر چکی تھی، جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے منبر پر آ کر یہ قرآن کی آیت سنائی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسے معلوم ہوا جیسے یہ اللہ تعالیٰ کا قرآن ابھی اترا ہے، کہتے ہیں کہ یہ ہمیں علم ہی نہ تھا، یہ سن کر ہمارا سینہ کھل گیا، ہمیں یقین ہو گیا کہ محمد ﷺ دنیا سے چلے گئے ہیں اور نبی

اکرم ﷺ کے جانے کے بعد پیغمبر ﷺ کے دین کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زندہ کیا۔
(قرطبی جلد۴، صفحہ۲۲۳۔ بخاری جلد۲، صفحہ۶۴۱)

وفات سے قبل حضور ﷺ نے اپنی ہاتھ کی انگلی بلند فرمائی اور تین دفعہ ارشاد فرمایا...... بلی الرفیق الاعلی ......اللہ تعالیٰ ہی سب سے اعلیٰ ساتھی ہے، اس کے ساتھ ہی حضور ﷺ کی روح مبارک اپنے اللہ سے جاملی۔

وفات کی خبر سنتے ہی مدینہ کی گلیوں میں رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا...... یہ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کا دن تھا۔ (زرقانی جلد۳، صفحہ ۱۱۰۔ فتح الباری جلد۸، صفحہ۹۸)

دوسرے دن منگل کے روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کپڑوں سمیت غسل دیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد۵، صفحہ ۲۶۰) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حجرہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں قبر کھودی، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جسم اطہر کو قبر میں اتارا۔ (بخاری کتاب الجنائز باب الوفات)

☆☆☆☆

ازواج سید المرسلین ﷺ

اہل بیت رضی اللہ عنہم کا حقیقی مفہوم:

اسلام میں اہل بیت رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے (جنہیں امت مسلمہ کے نزدیک ماں کا درجہ حاصل ہے) بولا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے، صاحبزادیاں، نواسے نواسیاں، چچا قریبی رشتہ دار بھی تبعاً اس میں داخل ہیں۔

عربی میں اہل بیت کا مفہوم ''گھر والے'' یا اہل خانہ کے ہیں۔ اردو لغت اور عام دوسری زبانوں کی اصطلاحات سے ظاہر ہے کہ جب کسی کے گھر والوں کا ذکر آئے گا اس سے سب سے پہلے اس کی بیویاں اور حقیقی اولاد ہی مراد ہو گی۔ اصطلاح عام میں ہر عورت اپنے خاوند کی گھر والی ہے۔ یعنی ہر عورت اپنے شوہر کی اہل بیت ہے۔ یہ اس اصطلاح کا حقیقی معنی ہے۔ مجاز کے طور پر اولاد بھائیوں، پوتے پوتیوں نواسے نواسوں اور خاندان کے جملہ افراد پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

جدید وقدیم اصطلاحات اور ذاتی آراء سے ہٹ کر ہم یہاں قرآن سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ قرآن عظیم میں مختلف مقامات پر اہل بیت کا لفظ بولا گیا ہے۔ ہر جگہ اہل بیت سے بیویاں ہی مراد لی گئی ہیں۔

وسار با هله انس من جانب الطود نادا (پارہ۲۰)

''اور موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے ساتھ طور کی جانب چلا۔''

وامر اهلك بالصلوة واصطبر عليها .

''اے نبی! اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر پختہ رہ''

واذ قال موسى لاهله امكثوا

''اور جب موسیٰ نے کہا اپنی بیوی سے'' (از معارف القرآن)

وامرته قائمه فضحكت فبشرناها باسحق ومن وراء اسحق يعقوب لئن قالت ياويلتا الدوانا عجوزو هذا بعلي شيخا ان هذا لشئي عجيب قالوا اتعجبين من امر الله رحمت الله وبركاته عليكم اهل البيت .

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھیں پس مسکرائی اور ہم نے اسحٰق کی خوشخبری دی، اس کے ساتھ) اسحٰق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی بیوی نے کہا (لڑکا کیسے پیدا ہو گا یعنی میں تو بوڑھی ہوں اور ابراہیم بھی کمزور ونحیف ہے یہ تو عجیب چیز ہے (فرشتوں نے کہا) کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ کی تقدیر پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو تم پر اے گھر والو۔''

انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر كم تطهيرا واذ كرن ما يتلى في بيوتكن من ايات الله والحكمه ان الله كان لطيفا خبيرا .

''بے شک اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں کہ تم سے پلیدی دور کریں اے نبی کے گھر والو اور تم کو پاک کر دیں پاک کرنے کی طرح ...... پڑھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب تم اپنے گھروں میں (اے نبی کی بیویو) بے شک اللہ تعالیٰ مہربانی اور خبریں رکھنے والا ہے۔''

قرآن کی ان واضح تصریحات کے بعد کسی قسم کی تاویل اور تفرد کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر عورت اپنے خاوند کی گھر والی یعنی شوہر

کی اہل بیت ہے۔ چنانچہ حقیقی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کا جب ذکر آئے گا تو اس میں سب سے پہلے ان کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر بیویاں مراد ہوں گی۔ اس کے ساتھ ان کی اولاد اور پھر ان کی اولادیں تبعاً اس میں داخل ہوں گی، آنحضرت ﷺ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا اپنے شوہر حضرت ابو العاص قاسم بن ربیع رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہل بیت میں۔ جب بھی آنحضرت ﷺ کے اہل بیت کا لفظ بولا جائے گا تو اس سے حقیقی طور پر آپ کی مقدس ازواج مطہرات، امہات المومنین رضی اللہ عنہن مراد ہوں گی۔

جو قدیم وجدید بعض علماء اسلام نے حدیث عباء اور حدیث ثقلین کی وجہ سے آپ کے نواسے اور نواسیوں اور ان کی اولاد کو اہل بیت عظام میں داخل کیا ہے، وہ آیات قرآنی کے خلاف نہیں ہے، بلکہ مجازی طور پر ان کا اہل بیت میں شامل کرنا قرین قیاس ہے۔

جن لوگوں نے اہل بیت سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد مراد لی ہے، ان میں جلیل القدر صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور تابعین میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ جب آیت ......**انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت** ......نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ چالیس دن تک صبح کے وقت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر سے گزرتے وقت یہ الفاظ دہرا کر تشریف لے جاتے۔

السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ و برکاتہ

الصلوۃ رحمکم اللہ.

"اے اہل بیت تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور رحمت ہو نماز پڑھو اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل فرمائے۔"

دوسری طرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

رائے ہے کہ اہل بیت سے مراد صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں راقم کی رائے کے مطابق دونوں آراء ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں ان میں تطبیق دی جائے تو دونوں اقوال قرآنی مقتضی کے عین مطابق نظر آئیں گی حقیقی طور پر اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں اور باقی گھر والوں کے عنوان سے اولاد کو بھی تبعاً شامل ہے۔

مؤرخین ومحدثین میں ابن جریر رحمہ اللہ، ابن منذر رحمہ اللہ ابن ابی حاتم طبرانی رحمہ اللہ ،ابن مردویہ وغیرھم نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتی ہیں، آنحضرت ﷺ میرے گھر میں جائے استراحت پر تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے خیبر کی بنی ہوئی چادر زیب تن کی ہوئی تھی، اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک ہنڈیا لائیں جس میں خزیرہ (قیمہ اور آٹا پر مشتمل عرب کا ایک عمدہ کھانا) تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے شوہر اور اپنے صاحبزادوں کو بلاؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بلایا وہ ابھی تناول فرما رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ پر یہ آیت تطہیر نازل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے ان سب کو چادر میں ڈھانپ لیا اور دست مبارک نکال کر آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا!

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے بھی پلیدی اور نجاست دور کر۔''

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے چادر اٹھا کر اپنا سر اندر داخل کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یعنی تو تو پہلے ہی بھلائی پر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم تو پہلے ہی اہل بیت میں داخل ہونے کی وجہ سے (نجاست سے دوری والی) بھلائی پر ہو۔ حضرت حکیم ترمذی اور عصر حاضر کے بعض مورخین کی طرف سے خاندان نبوت کو اہل بیت سے خارج کرنا مقتضائے قرآنی کے خلاف ہے۔

آیات قرآنی کے حقیقی مفہوم سے بلاشبہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن مراد ہیں۔

تاہم خاندان نبوت کے جملہ افراد اسی عنوان میں داخل ہیں۔ ملاحظہ ہو کہ

''اے صحابہ رضی اللہ عنہم! تم دنیا میں سب سے بہترین جماعت ہو، دنیا بھر سے چنے گئے ہو''۔

اس آیت کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں لیکن امت کے بعد کے لوگوں کو کون خارج کرسکتا ہے۔ اس سے امت محمدیہ کا ہر ہر فرد مراد ہے۔

اہل بیت رسول یعنی امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے فضائل:

آنحضرت ﷺ کی بیویوں اور گھر والیوں کی عظمت شان اور ان کا عالی مقام ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ قرآن عظیم ان کے تقدس وطہارت پر شاہد وعادل ہے۔ آپ کے اہل بیت میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو منفرد مقام حاصل ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وہ ہستی ہیں جنہوں نے دنیا میں آپ ﷺ کو رسول بننے کے بعد سب سے پہلے دیکھا اور آپ ہی وہ خاتون ہیں جن کے کانوں نے سب سے پہلے قرآن کی تلاوت سنی۔ جب آنحضرت ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق فرمائی۔

اہل بیت رسول ﷺ کی عظمت وشان پر قرآنی شواہد:

ینساء النبی لستن کاحدمن النساء ان اتقیتن

(پارہ ۲۲، سورۃ احزاب، آیت ۳۲)

اے نبی کی عورتو! تم نہیں ہو دوسری عورتوں جیسی (یعنی مرتبہ ومقام میں)

ان کنتم تردن الحیوۃ الدنیا وزینتها فتعالین امتعکن واسرحکن صراحا جمیلا .

''اگر تم چاہتی ہو دنیا کی زندگانی اور یہاں کی رونق اور زیبائش تو آؤ میں تمہیں ہر قسم کی آرائش اور آرائش سے نوازتا ہوں۔

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول ہی کو چاہتی ہو تو یہ بہت بڑی دولت ہے۔"

النبی اولی بالمومنین من انفسھم و ازواجه امها تھم (پارہ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۶)

"نبی مومنوں کو ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب (یعنی محبوب) ہے اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا (پارہ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۳)

"بے شک اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے برائی اور پلیدی کو دور کرے اے گھر والو اور تمہیں پاک کرتا جیسا کہ پاک ہونا چاہیے۔

الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت والطیبت للطیبین والطیبون للطیبت (پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۲۶)

"ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے، پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔"

تعداد ازواج کی حکمتیں:

انسان کی زندگی کا ایک اہم پہلو اس کی ازدواجی اور خانگی زندگی ہے۔ اس زندگی میں انسان کے اخلاق و اطوار کا بہت اہم یعنی نجی پہلو عیاں اور واضح ہوتا ہے۔ اسی خاطر یہ اصول مسلم ہے کہ اہل خانہ خصوصاً بیوی پر انسان کے باطنی احوال کا کوئی حال مخفی نہیں رہتا۔ ہر انسان کی زندگی کے دو پہلو نجی زندگی اور بیرونی زندگی ہے

انسان کو پرکھنے کی یہ سب سے بہتر صورت ہے کہ اس کے خانگی حالات دنیا کے سامنے آجائیں۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ بھی دونوں پہلوؤں پر مشتمل تھی۔ بیرونی زندگی کے تمام حالات وکمال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیائے عالم تک پہنچائے۔ پھر ایسی تفصیل کے ساتھ کہ اس کی نظیر کسی دوسرے مذہب یا ملت میں نہیں ملتی کہ کسی امت نے اپنے نبی کی زندگی کے حالات ایسی شرح وبسط اور تحقیق وتدقیق کے ساتھ تو کیا اس کا عشر عشیر دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا۔

خانگی اور اندرونی زندگی کے حالات کو امہات المومنین رضی اللہ عنہن ازواج رسول اللہ ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

جس سے اندرون خانہ آپ کی عبادت، تہجد، شب بیداری، فقیری ودرویشی اور اخلاقی وعملی زندگی کے تمام اندرونی اور خانگی حالات پر محدثین ومفسرین نے سینکڑوں فقہی اور علمی مسائل کا استنباط کیا اور تعلیم کا کام مردوں کے حلقے کے ساتھ عورتوں میں بھی شروع ہوا۔

تا کہ مسلم وغیر مسلم گھرانے نبی کے گھرانے کو پرکھ لیں، غالبًا اسی خاطر حضور ﷺ نے گیارہ بیویوں سے نکاح فرمایا (جن میں 9 آپ کی وفات کے وقت تک زندہ تھیں) تا کہ عورتوں کی کثیر جماعت آپ کی خانگی زندگی دنیا کے سامنے پیش کر سکے، اور دوسری وجہ یہ کہ بیوگان کی حوصلہ مندی ہو۔

اور اس لئے کہ بیوی جس قدر شوہر کے رازوں سے واقف ہو سکتی ہے۔ کوئی دوسرا شخص اس کی ہوا کو بھی نہیں پا سکتا......اور اس لئے عورتوں کی ایک کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کا شکوریب باقی نہ رہے، اور اس لئے کہ شریعت کے وہ احکام ومسائل جو عورتوں سے متعلق ہیں وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ذریعے دنیا تک پہنچ جائیں۔ ورنہ جو نبی عمر بھر شادی نہیں کرتا وہ بیوی کے حقوق اور اندرونی احوال کے متعلق امت کو کیا سبق دے سکتا ہے اور۔ مستشرقین کا یہ اعتراض کس

قدر عقل سوز ہے کہ آپ ﷺ کا متعدد عورتوں سے نکاح کرنا (معاذ اللہ) حظ نفس کیلئے تھا۔ دراصل انہیں نبی ﷺ کے صحیح حالات سے ہی واقفیت نہیں اور اگر کچھ حالات کا علم بھی ہے تو وہ غیر معتبر کتابوں سے۔ حضور ﷺ نے سوائے ایک شادی کے باقی تمام شادیاں بیواؤں سے کیں۔ جو نہ اپنے حسن و جمال کے باعث مشہور تھیں۔ نہ مال و دولت کے اعتبار سے ان کا کچھ امتیاز تھا۔ نہ آپ کا یہاں عیش و عشرت کا کوئی سامان تھا۔ سیرۃ کا طالب علم اس حقیقت سے واقف ہے کہ حضور ﷺ کے گھرانے میں دو دو ماہ تک چولہا گرم نہ ہوتا تھا، چنانچہ جب مدینہ منورہ میں فتوحات کے باعث فراوانی ہوئی تو بھی آپ ﷺ کے یہاں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا وہی نفقہ متعین رہا۔ جس سے ایک وقت کے کھانے کے بعد دوسرا وقت عذاب الجوع میں گزرتا تھا۔

پھر جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضور ﷺ سے نفقہ کی زیادتی کا مطالبہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے ایک ماہ کے لئے تمام بیویوں سے قطع تعلق اختیار فرمائی، جس پہ خود رب ذوالمنن کو صراحتاً مداخلت کرنا پڑی۔

یعنی اگر تم دنیا کی عیش و عشرت چاہتی ہو تو اپنی رائے ظاہر کرو، آج ہی تمہیں اپنے گھروں کو روانہ کیا جاتا ہے۔ وہاں جس عیش سے زندگی گزارو، کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ ورنہ خدا نے روز محشر میں جو چیز تمہارے لئے تیار کر رکھی ہے، وہ کسی اور کے لئے نہیں...... تب تمام بیویوں نے خدا اور رسول کی خوشنودی کو اختیار فرمایا اور عمر بھر نان جویں پر گزارا کیا۔ مدنی زندگی میں جب بے شمار فتوحات کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھروں میں فراوانی حد درجہ زیادہ تھی اس موقع پر بھی آنحضرت ﷺ کے پاس جو چیز پہنچی غربا و مساکین کے گھروں میں تقسیم کی گئی۔ ایسے حالات کے پیش نظر بھی جو شخص آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر کسی قسم کا اتہام باندھتا ہے سوائے اس کے قلت فہم اور معلومات کی کمی کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ رکھنے والا اس حقیقت سے واقف ہے کہ ابتدائے اسلام میں جب مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کے سامنے حسین لڑکی کی شادی کی پیش کش کی تو آپ ﷺ نے جس استغناء

ے جواب دیا اس سے بھی آپ ﷺ کی عفت و پاکبازی کی شفاف چادر آئینہ کی طرح نظر آرہی ہے۔ مشکوۃ شریف کے باب عشرۃ النساء میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بہت سی عورتیں آپ کے پاس شادی کے پیغام بھیجتی تھیں مگر آنحضرت ﷺ کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ حدیث و سیرۃ کی معروف کتاب زرقانی جلد سوم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا!

"میں نے اپنا اور کسی بیٹی کا اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک جبرائیل امین میرے پاس اللہ کی وحی لے کر نہیں آئے"

ام المومنین سیدہ طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا خویلد باپ اور فاطمہ بنت زائدہ ماں کی بیٹی تھیں، قصی پر پہنچ کر ان کا سلسلہ نسب آنحضرت سے مل جاتا ہے چونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جاہلیت کے رسوم ورواج سے پاک تھیں، اور صداقت و امانت میں بھی اہل مکہ کے نزدیک ان کا مقام نہایت بلند تھا اس لئے بعثت نبوی سے قبل ہی ان کا نام طاہرہ تھا، آپ کا پہلا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا جس سے ہند بن ابی ہالہ اور زینب بن ابی ہالہ دو بچے ہوئے تھے۔ آخر یہ دونوں مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابو ہالہ کے انتقال کے بعد عتیق بن عائذ مخزومی کے نکاح میں آئیں ان سے ایک لڑکی ہند پیدا ہوئی یہ بھی صحابیت کے شرف سے مشرف ہوئیں، اور ایک لڑکا عبداللہ بن عتیق پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد عتیق کا انتقال ہو گیا اور آپ بیوہ ہو گئیں۔ (زرقانی ج ۳، ص ۲۲۰)...... کچھ عرصہ قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی صداقت کا چرچا سن چکی تھیں، انہوں نے حضور ﷺ کو مال تجارت دے کر سفر شام روانہ فرمایا اس سفر کی برکات کا حال میسرہ غلام سے سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بے حد متاثر ہوئیں اور اسی وقت حضور ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا، یہ پیغام نفیسہ بنت امیہ کے ذریعے پہنچایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس عذر کو رفع کر دیا اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے

پیغام نکاح قبول کر لیا۔ (زرقانی جلد۳، صفحہ۲۸۲)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت ﷺ کی پھوپھی تھیں سے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے تمام حالات ذاتی دریافت کر لئے تھے...... ابن اسحاق لکھتے ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بالشافہ بھی بات پختہ کی۔

حضور ﷺ نے اس کی اطلاع جناب ابو طالب کو دی پھر آپ خاندان بنی ہاشم کو لے کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر گئے اور نکاح ہوا۔ جس کا خطبہ ابوطالب نے پڑھا، خطبہ کے الفاظ کا یہاں موقع نہیں، ابو طالب کے بلیغ خطبے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل نے بھی خطبہ پڑھا، پھر عمر بن اسد نے کہا میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ کی زوجیت میں دیا...... ابن اسحاق کے مطابق بیس اونٹ مہر مقرر ہوئے، ولیمہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے گائے ذبح کرائی۔ (زرقانی جلد۳، صفحہ۲۰۲) نکاح کے وقت آپ ﷺ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ سال تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کے بطن سے آپ کی چار صاحبزادیاں زینب رضی اللہ عنہا رقیہ رضی اللہ عنہا ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دو صاحبزادے قاسم رضی اللہ عنہ اور طیب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ آپ کی اولاد میں لڑکے صغر سنی میں انتقال کر گئے۔ البتہ صاحبزادیاں بڑی ہوئیں اور نکاح کی صفت سے سرفراز ہوئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی تک آپ ﷺ نے کسی اور عورت سے عقد نہیں فرمایا، آپ رضی اللہ عنہا پچیس سال تک آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں رہیں ۶۵ سال کی عمر میں ہجرت کے تین سال قبل مکہ میں انتقال کر گئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بے شمار فضائل سیرۃ کی ضخیم کتابوں میں مذکور ہیں۔ (زرقانی۔ شرح مواہب جلد۳، صفحہ ۲۲۶۔ سیرت ابن ہشام۔ سیرت النبی ﷺ جلد۲، صفحہ۲۵، ۲۶)

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ:

آپ کی دوسری زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں

ان کا نکاح حضرت خدیجہ ؓ کی وفات کے چند روز بعد مکہ ہی میں ہوا۔ یہ نکاح خولہ بنت حکیم کی معرفت ہوا، حضرت سودہ ؓ کا نکاح اول ان کے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا تھا، آنحضرت ﷺ کے اس نکاح میں چار سو درہم مہر مقرر ہوا، آخر عمر میں حضرت سودہ ؓ نے بڑھاپے کے باعث اپنی باری حضرت عائشہ ؓ کو ہبہ کر دی تھی، آپ ؓ نے ماہ ذی الحجہ ۲۳ھ کو مدینہ منورہ خلافت فاروقی کے آخیر زمانہ میں وفات پائی۔ (زرقانی، شرح مواہب جلد۳، صفحہ ۲۲۹)

ام المومنین سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ ؓ بنت ابوبکر ؓ

آپ کی تیسری زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ ؓ ہیں۔ والا کا نام ابوبکر ؓ اور والدہ کا نام زینب اور کنیت ام رومان تھی۔

حضرت سودہ ؓ کے نکاح کے بعد ماہ شوال ۱۰ھ میں آنحضرت ﷺ سے آپ کا نکاح ہوا، یہ نکاح بھی خولہ بنت حکیم کے ذریعے ہوا، یہاں بھی حضور ﷺ کے ساتھ نکاح میں چار سو درہم مہر مقرر ہوئے نکاح کے وقت حضرت عائشہ ؓ کی عمر ۶ سال تھی۔

یہ ایسا وقت تھا کہ عرب کے لوگوں کی صحتیں بہت قوی ہوتی تھیں، حضرت عائشہ ؓ جب ۹ سال کی عمر کی ہوئیں تو ظاہری جسم و وجاہت میں آج کی بیس سال کی عورت کے برابر خیال کی جاتی تھیں۔ ۹ سال سے کچھ ماہ اوپر ہوئے تو رخصتی اور عروس کی رسم ادا ہوئی۔

عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جبرائیل الامین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی بیٹی سے کر دیا ہے۔ جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی ایک تصویر بھی تھی جو مجھے دکھلائی گئی اور کہا یہ آپ کی بیوی ہے یہ مضمون صحیحین کی روائتوں میں بھی مذکور ہے۔ (زرقانی صفحہ ۲۲۳) حضرت عائشہ ؓ نو سال

آنحضرت ﷺ کی معیت میں رہیں۔ آپ ﷺ کے بعد اڑتالیس سال زندہ رہ کر ۶۶ سال کی عمر میں مدینہ منورہ ہی میں وفات پا گئیں۔ اس اثناء میں آپ نے علم وتقویٰ اور فقہ ومسائل میں جو حیرت انگیز خدمات انجام دیں وہ حضرت عائشہ ؓ ہی کا حصہ تھا۔

"سیرت عائشہ ؓ" میں سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں...... "حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک علم وفضل میں پوری دنیا کی عورتوں میں عائشہ صدیقہ ؓ کا کوئی ثانی نہیں پیدا ہوا۔"

حضور ﷺ کی صحبت ۹ سالوں میں آپ نے ایسا علم پایا کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وہ حضرت عائشہ ؓ ہی تھیں کہ جن کا نکاح عرش پر ہوا...... جن کو جبرائیل علیہ السلام کا سلام آیا، جن کی نسبت قرآن کی پاک دامنی کی گواہی دی...... جن سے دو ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں...... امیر معاویہ ؓ نے فرمایا میں نے حضرت عائشہ ؓ سے زیادہ فصیح وبلیغ خطیب دنیا بھر میں نہیں دیکھا...... وہ حضرت عائشہ ؓ ہی ہیں کہ حضور ﷺ کو جن سے سب عورتوں سے زیادہ محبت تھی...... حضرت عائشہ ؓ ہی ہیں کہ انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا...... حضرت عائشہ ؓ ہی کی چبائی ہوئی مسواک آپ ﷺ نے استعمال کی...... حضرت عائشہ ؓ ہی کے حجرے میں آنحضرت ﷺ نے وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ (مجمع الزوائد ج۹، ص ۲۴۱)

ام المومنین حضرت حفصہ ؓ بنت عمر ؓ:

آنحضرت ﷺ کی چوتھی بیوی ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر ؓ ہیں۔ والدہ کا نام زینب بنت مظعون ہے...... حضرت حفصہ ؓ کے نکاح کے پس منظر میں دوسرے محرکات کے علاوہ ایک محرک یہ بھی کارفرما تھا کہ صحابہ ؓ کی مقدس جماعت کے جن چار معتمد رفقاء کے ساتھ آپ کے گہرے تعلقات تھے ان میں حضرت ابوبکر ؓ کے گھر آپ کا نکاح ہوا، حضرت عثمان ؓ کے گھر یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں۔ حضرت علی ؓ کے گھر میں ایک بیٹی دی۔ اور حضرت فاروق اعظم ؓ کا بھی

رشتہ قائم ہو گیا اور اس طرح حضور ﷺ نے مرکزی کڑی بن کر مستقبل کے ان قائدین کو باہم مربوط بنا دیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوت سے قبل پیدا ہوئیں۔ پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سہمی سے ہوا۔ غزوہ بدر کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا۔

(زرقانی ج ۳، ص ۲۳۶)

جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نکاح کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس سے بہتر بیوی دے گا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس سے بہتر خاوند عنایت کرے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح آپ ﷺ کی بیٹی سے ہوا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے ہوا۔

نکاح کے وقت آپ ﷺ کی عمر ۵۵ سال تھی ...... ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی ...... جبرائیل وحی لے کر حاضر ہوئے۔

ارجع حفصة صوامة قوامة وانہا زوجتك في الجنة

"حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کر لیجئے وہ بڑی روزہ رکھنے والی اور عبادت گزار عورت ہے، اور جنت میں بھی آپ ﷺ کی بیوی ہو گی۔" (زرقانی ج ۳، صفحہ ۲۳۸)

چنانچہ آپ ﷺ نے رجوع فرما لیا۔

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شعبان ۴۵ھ خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی ...... حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ۱۲۰ احادیث مروی ہیں۔

ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ:

حضور ﷺ کی پانچویں بیوی ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ ہیں، چونکہ آپ جاہلیت کے زمانہ میں بہت سخی اور فیاض تھیں، اس لئے ام المساکین کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ آپ کا پہلا نکاح عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ موصوف غزوہ

اُحد میں شہید ہوئے۔عدت گزارنے کے بعد آنحضرت ﷺ سے نکاح ہوا۔پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا۔نکاح کے دو ماہ بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔نماز جنازہ خود آنحضرت ﷺ نے پڑھائی،انتقال کے وقت آپ کی عمر ۳۰ سال تھی۔جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔(عیون الاثر جلد ۲، صفحہ ۳۰۳)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ:

آنحضرت ﷺ کی چھٹی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ ہیں۔یہ ابوامیہ قریش مخزومی کی بیٹی تھیں،ام سلمہ کا پہلا نکاح ابوسلمہ کے ہاں ہوا۔خاوند موصوف بدر اور احد کے معرکوں میں شریک ہوا۔بعدازاں حضور ﷺ نے ایک سریہ (دستہ) کا امیر بنا کر روانہ کیا۔آخر دوران جنگ دشمن کی ایک کاری ضرب جان لیوا ثابت ہوئی۔آنحضرت ﷺ نے اس کی بیوہ عورت کی حوصلہ افزائی کے باعث اسے نکاح کا پیغام بھیج دیا...... چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میرے لئے اس وقت دنیا میں آپ ﷺ کی معیت سے زیادہ خوشی کی کوئی چیز نہ تھی۔

خطبہ نکاح پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عمر کے زیادہ ہونے کا عذر کیا۔ پھر کہا میرے ساتھ یتیم بچے ہیں۔آنحضرت ﷺ نے اس کے باوجود اس بیوہ خاتون کی دلداری فرمائی اور اسے امہات المومنین کے حلقہ مقدسہ میں شامل کر لیا۔آپ سے ۳۷۸ احادیث نبوی ﷺ مروی ہیں۔آخر ۵۴ھ یا ۵۹ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔(ابن حجر، اصابہ)

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش:

حضور ﷺ کی ساتویں زوجہ محترمہ ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش ہیں۔یہ حضور ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زوجیت سے پہلے آپ ﷺ کے متبنیٰ زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔

زید ؓ کی طلاق کے بعد جب آنحضرت ﷺ سے نکاح ہونے لگا تو مخالفین نے پروپیگنڈہ شروع کیا، محمد ﷺ اپنے متبنیٰ بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کر رہا ہے، فی الحقیقت یہ اعتراض جہالت کی سوچ کی پیداوار تھا، بالآخر حضور ﷺ کا نکاح بھی آسمانوں پر ہوا اور جبرائیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

...... فلما قضی زید منہا وطرا زوجنکھا ...... الخ

یہ نکاح ۴ھ میں ہوا اس وقت حضرت زینب ؓ کی عمر ۳۵ سال تھی، ان کا انتقال ۲۰ھ میں ۵۳ سال کی عمر میں ہوا۔

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث بن ضرار:

حضور ﷺ کی آٹھویں بیوی ام المومنین حضرت جویریہ ؓ بنت حارث بن ضرار ہیں...... آپ کا پہلا عقد مسافع بن صفوان سے ہوا تھا، غزوہ مریسیع میں شہید ہوئے...... حضرت جویریہ ؓ ایک باندی تھیں۔ نکاح کے بعد حضور ﷺ نے اسے آزاد کر دیا۔ ۵ھ میں آپ ﷺ نے نکاح فرمایا۔ جویریہ ؓ اس وقت بیس سال کی تھیں، ان کا انتقال ربیع الاول ۵۰ھ میں ۶۵ سال کی عمر میں ہوا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (زرقانی ج ۳، صفحہ ۲۵۲)

ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان ؓ

حضور ﷺ کی نویں بیوی امّ المومنین حضرت ام حبیبہ ؓ بنت ابی سفیان ؓ ہیں۔ آپ کا پہلا نکاح عبید اللہ بنت جحش سے ہوا۔ حضرت ام حبیبہ ؓ اپنے خاوند کے ہمراہ حبشہ چلی گئیں۔ ان کا خاوند مرتد ہوا، اس بات کی خبر حضور ﷺ کو آگاہی ہوئی تو آپ ﷺ نے پیغام نکاح بھیجا، حضرت ام حبیبہ ؓ ایسی خوش ہوئیں کہ قاصد کو زیور اتار کر دے دیئے۔ حضرت ابوسفیان ؓ کی بیٹی سے آپ ﷺ کے نکاح کے بعد اس کی سیاسی طاقت دھیمی پڑ گئی۔ اس کا زور مخالفت ٹوٹ گیا۔ بڑی حد تک اس نکاح نے فتح مکہ کا راستہ ہموار کر دیا...... حضرت ام حبیبہ ؓ سے ۱۶۵ احادیث مروی ہیں، موصوفہ

نے ۴۴ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا

آنحضرت ﷺ کی دسویں بیوی ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حی بن اخطب ہیں، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں، ان کا نکاح سلام بن مشکم سے ہوا۔ دوسرا نکاح کنانہ بن الحقیق سے ہوا تھا...... آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۰ھ ماہ رمضان میں ہوا، آپ رضی اللہ عنہا سے ۱۰ احادیث مروی ہیں۔

(عیون الاثر جلد۲، صفحہ ۳۰۷)

ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث رضی اللہ عنہا

آنحضرت ﷺ کی گیارہویں بیوی حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث ہیں...... ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں...... یہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری بیوی تھیں...... یہ آپ ﷺ سے قبل ابن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں...... آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھا...... نکاح اور عروسی دونوں مقام سرف پر ہوئے...... یہیں ام المومنین رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا...... آپ رضی اللہ عنہا سے ۷۶ احادیث مروی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی کنیزیں

ماریہ قبطیہ:

یہ مقوقس شاہ اسکندریہ نے بطور نذرانہ بھیجی تھی، بعد میں آپ کی ام ولد ہوگئیں۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے صاحبزادے انہیں کے بطن سے تھے۔ خلافت فاروقی میں ۱۶ھ میں انتقال کیا اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

ریحانہ رضی اللہ عنہا بنت شمعون:

یہ خاندان بنو قریظہ یا بنونضیر سے تھیں، اسیر ہو کر آئیں اور بطور کنیز

آپ ﷺ کے حضور میں رہیں، حجۃ الوداع کے بعد انتقال فرمایا، ایک قول کے مطابق آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے نکاح فرمایا تھا۔

نفیسہ رضی اللہ عنہا:

یہ باندی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو ہبہ فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ آپ کی ایک اور کنیز تھی جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

تعدد ازواج کی دوسری وجوہات:

تاریخ عالم کے مسلمات میں سے ہے کہ اسلام سے پہلے تمام دنیا میں یہ رواج تھا کہ ایک شخص کئی کئی عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا تھا، یہ دستور تمام دنیا میں رائج تھا حتیٰ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس دستور سے مستثنیٰ نہ تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں، حضرت اسحٰق علیہ السلام کی متعدد بیویاں، حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیسیوں بیویاں، حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں، علاوہ ازیں تورات اور انجیل میں بھی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی متعدد بیویوں کا ذکر ہے اور کہیں بھی تعدد ازواج کی ممانعت کا ادنیٰ اشارہ بھی نہیں ملتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہی دو ایسے نبی گزرے ہیں، جنہوں نے عمر بھر شادی نہیں فرمائی سو اگر ان کے فعل کو مشعل راہ بنایا جائے تو شادی بالکل ممنوع ہو جائے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اہلسنّت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ وہ جب قرب قیامت میں نازل ہوں گے، تو آپ کی شادی ہو گی اور اولاد بھی ہو گی، اسلام آیا تو نبی کی خصوصیات میں گیارہ بیویاں ہوئیں، جن کی چند حکمتیں پچھلے صفحات میں آپ نے ملاحظہ کیں، مگر عامۃ الناس کے لئے چار بیویوں تک نکاح کی اجازت دے دی گئی، تاکہ عفت اور تحصین فرج کے مقاصد پورے ہو جائیں، بے حیائی اور زناء کا دروازہ قطعی بند ہو جائے۔ جیسا کہ آج یورپ ایسی لعنتوں کا شکار بنا ہوا ہے کہ نہ ماں کا پتہ ہے، نہ بیٹی کا، نہ بہن کا، بس وہاں معاملہ صاف ہے۔ اسلام نے پہلے ہی چار تک ازواج کی اجازت دی اور ماضی کی طرح

سینکڑوں بیویوں کا سلسلہ ختم کر دیا۔ تاکہ ایک ہی پر اکتفا ہو۔ نہ اتنی کثرت کر دی جائے کہ ازواج کے حقوق کی ادائیگی ہی ناممکن ہو جائے۔

نقشہ اہل بیت رسول......امہات المومنین:

نمبر شمار	نام ازواج مطہرات	سنہ نکاح	عمر بوقت نکاح	کل عمر
۱۔	سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد	۲۵ میلاد النبی	۴۰ سال	۶۵ سال
۲۔	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ	نبوت کے دسویں سال	۵۰ سال	۷۲ سال
۳۔	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ	۱۱ نبوت رخصتی ۱ھ	۶ سال اور بعض روایات میں ۹ سال	۶۷ سال
۴۔	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر فاروق	شعبان ۳ھ	۲۲ سال	۵۹ سال
۵۔	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ رضی اللہ عنہ	۳ھ	۳۰ سال	۳۰ سال
۶۔	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ	۴ھ	۲۶ سال	۸۲ سال
۷۔	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش	۵ھ	۳۶ سال	۵۱ سال
۸۔	حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	شعبان ۵ھ	۲۰ سال	۷۱ سال
۹۔	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما	۶ھ	۳۶ سال	۷۴ سال
۱۰۔	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حی ابن اخطب	جمادی الاخر ۷ھ	۱۴ سال	۵۰ سال
۱۱۔	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث	ذی قعدہ ۷ھ	۳۶ سال	۸۰ سال

(ماخوذ از اہل بیت کا مختصر تعارف)

☆☆☆☆

اولاد سید المرسلین ﷺ

خالق ارض وسموات نے پیغمبر ﷺ کو تین بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔
بیٹوں کے نام یہ تھے: حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت طاہر طیب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور بیٹیوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھی۔

پیغمبر علیہ اسلام کی چار بیٹیوں کا ذکر تو قرآن میں ہے۔ قرآن پاک میں اللہ فرماتے ہیں!

یایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین۔

(سورۃ احزاب پارہ نمبر ۲۲)

''اے نبی ﷺ تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو''

یدنین علیھن من جلا بیبھن

''جب اپنے گھروں سے نکلا کریں تو بڑی چادروں سے پردہ کر کے نکلیں۔''

بنت کا لفظ ایک بیٹی پر اطلاق کیا جاتا ہے اور بنات کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ اس بناء پر ہمارا مسلک پختہ ہے اور اس پر قرآنی تائید موجود ہے۔ قارئین اب ہم اولاد رسول ﷺ کا مختصر تعارف پیش خدمت کرتے ہیں۔

طبقات ابن سعد سیرۃ ابن ہشام تاریخ ابن خلدون اور رحمۃ للعالمین میں

قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اولاد میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئی۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ:

ابن سعد اور ابن عساکر کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھے۔ ان سے چھوٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان سے چھوٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ قاسم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے حضور ﷺ کی کنیت ابو القاسم تھی۔ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ انتقال کر گئے۔ احادیث میں ہے کہ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص حضور ﷺ کے نام اور کنیت کو اپنے لیے جمع نہ کرے۔ یعنی ابو القاسم محمد نہ کہلائے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ایک سال پانچ ماہ زندہ رہ کر طائف میں فوت ہوئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ:

ان ہی کا لقب طیب اور طاہر ہے۔ مکہ معظمہ میں بعثت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ میں ہی وفات پائی ان ہی کی وفات پر سورۃ کوثر کا نزول ہوا۔ کفار سمجھتے تھے کہ فرزند کے زندہ نہ رہنے سے اب کوئی محمد ﷺ کا نام لیوا باقی نہ رہے گا۔ ''تفہیم القرآن'' میں ہے:

> ''پہلے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ اس پر عاص بن وائل نے کہا'' ان کی نسل ختم ہوگئی اب وہ ابتر ہیں'' (یعنی ان کی جڑ کٹ گئی) بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ عاص نے کہا محمد ﷺ ابتر ہیں۔ ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے جو ان کا قائم مقام بنے۔ جب وہ مر جائیں گے تو ان کا نام دنیا سے مٹ جائے گا اور ان سے تمہارا پیچھا چھوٹ جائے گا۔''
>
> (بحوالہ کتاب ''خدیجۃ الکبریٰ ص ۹۳)

عبد بن حمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے صاحبزادے عبداللہ کی وفات پر ابو جہل نے بھی ایسی ہی باتیں کہی تھیں۔ شمیر بن عطیہ سے ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ کے اس غم پر خوشی مناتے ہوئے ایسے ہی کمینہ پن کا مظاہرہ عقبہ بن ابی معیط نے کیا تھا۔ عطا کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا اپنا چچا ابولہب (جس کا گھر بالکل حضور ﷺ کے گھر کے متصل تھا) دوڑا ہوا مشرکین کے پاس گیا اور ان کو یہ خوشخبری دی کہ آج رات محمد ﷺ لاولد ہو گئے یا ان کی جڑ کٹ گئی۔

بعض کتابوں میں عبداللہ کو طاہر اور کئی جگہ طیب بھی تحریر کیا گیا ہے۔ یہ تھے وہ انتہائی دل شکن حالات جن میں سورۃ کوثر حضور ﷺ پر نازل کی گئی۔ ایک سال چھ ماہ آٹھ روز زندہ رہے آپ کی وفات طائف میں ہوئی۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ:

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو مقوقس کے بادشاہ اسکندر نے بطور نذرانہ بھیجا تھا۔ شہزادگان رسول ﷺ میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زیادہ مشہور ہوئے۔ جب آپ بیمار ہوئے تو آنحضرت ﷺ سخت غمگین ہوئے۔

بخاری شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو سخت بیماری اور آخری وقت میں ہاتھوں میں لے کر فرمایا۔

یا ابراھیم انا بفراقك لمحزونین

''اے ابراہیم رضی اللہ عنہ ہم تیرے غم میں بہت پریشان ہیں''

آپ کا انتقال ۱۶ ماہ کی عمر میں ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ میں ہوا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا:

آپ کی پیدائش کے وقت حضور اکرم ﷺ کی عمر تیس سال تھی۔ بالغ ہونے

پر ان کا نکاح ان کی خالہ کے صاحبزادے ابوالعاص قاسم بن ربیع بن عبد شمس سے ہوا، جن کی والدہ ہالہ بنت خویلد سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن تھیں۔ یہ نکاح دونوں بہنوں کی باہمی رضامندی سے ہوا تھا۔ جب حضور ﷺ نے توحید کی تبلیغ شروع کی تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی اسلام میں داخل ہوگئیں، مگر ان کے شوہر ابوالعاص جنگ بدر کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

سیدہ کا انتقال ۸ھ میں ہوا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کے مطابق میت کو غسل دیا اور جب غسل سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے اپنا تہبند عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اسے کفن کے اندر پہنا دو۔

سیدہ کی نماز جنازہ خود پڑھائی اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے انہیں قبر میں اتارا۔ جبکہ بعض روایات کے مطابق حضور ﷺ بہت غمگین رہے۔ آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ فرمارہے تھے۔

"زینب رضی اللہ عنہا میری سب سے اچھی لڑکی تھی، جو میری محبت میں ستائی گئی۔"

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد:

سیدہ کا ایک لڑکا علی تھا اور ایک لڑکی امامہ تھی۔ فتح مکہ کے روز یہی علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ردیف تھے، یعنی آپ ﷺ کے ساتھ اونٹ پر پیچھے سوار تھے۔ ایک روایت کے مطابق وہ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہوگئے تھے جو بہت ضعیف اور غیر مستند ہے۔ اصل بات یہی صحیح ہے کہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے تھے۔

سیدہ کی بیٹی امامہ حضور ﷺ کی وہ پیاری نواسی ہیں جنہیں گود میں لے کر آپ ﷺ اکثر نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک بار ان کے لیے فرمایا تھا:

"یہ اہل بیت میں میری سب سے زیادہ پیاری ہیں۔"

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات کے وقت اپنے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیں۔ چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وصیت پر عمل کیا اور امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا:

آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی عمر تینتیس سال تھی۔ آپ اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تین سال چھوٹی تھیں۔

مکہ مکرمہ میں بعثت سے پہلے حضور ﷺ نے آپ کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دیا تھا، لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ حضور ﷺ کو اللہ پاک نے رسالت ونبوت کی ذمہ داریوں سے سرفراز فرمایا اور آپ نے اسلام کی تبلیغ شروع کی مگر ابولہب شروع ہی سے آپ ﷺ کا مخالف ہو گیا تھا۔ اس لیے جب سورۃ ''تبت یدا ابی لھب' نازل ہوئی تو اس کے طیش کی کوئی حد نہ رہی اور انتقام کی آگ میں جلنے لگا۔ اس نے آپ ﷺ کو سخت اذیت میں مبتلا کرنے کے لیے عتبہ اور دوسری بیٹے عتیبہ کو (جس کے نکاح میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں) اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دینے پر مجبور کر دیا۔ یوں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو نہایت چھوٹی عمر میں اپنے والدین کے گھر میں رہتے ہوئے طلاق ہو گئی، جسے عرب کے اونچے گھرانوں میں رسوائی کا باعث سمجھا جاتا تھا۔

حضور ﷺ نے آپ کا نکاح ثانی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان سے کر دیا جو نہایت صالح متمول اور مخیّر نوجوان تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بات انتہائی عزت اور سعادت کا باعث تھی۔ یہ نکاح مکہ مکرمہ میں ہی ہو گیا تھا۔ کفار نے مسلمانوں پر زندگی اجیرن کر دی تو حضور ﷺ کی اجازت سے مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے، آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو بھی حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی اور یہ نیک جوڑا ہجرت کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ پہلے آدمی ہیں جنہوں
نے خدا کی راہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی۔''

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال:

۲ھ میں جنگ بدر سے تھوڑا پہلے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو چیچک نکلی۔اس وقت آنحضرت ﷺ بدر جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدہ کی تیمارداری کے لیے مدینہ میں ہی چھوڑا اور فرمایا کہ اس کے عوض اللہ پاک انہیں جہاد میں شامل ہونے کا ثواب عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ میں ہی ٹھہر گئے، حضور ﷺ ابھی بدر میں ہی تھے کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا اسی مرض میں انتقال ہوگیا اس وقت ان کی عمر ۲۱ سال تھی ۔جس وقت دفن کے بعد ان کی قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی عین اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ فتح بدر کی خوشخبری لیے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔سرور عالم ﷺ کو اپنی لخت جگر کے انتقال کا دلی صدمہ ہوا اور آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

بدر سے مدینہ واپس تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ اپنی نور نظر کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

''عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون جا چکے اب تم بھی ان سے جاملو۔''

(مہاجرین میں سے عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون پہلے صحابی تھے جو مدینہ میں آ کر فوت ہوئے تھے)

حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر عورتوں میں کہرام مچ گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں رونے سے منع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''عمر رضی اللہ عنہ انہیں رونے دو دل اور آنکھ کے رونے میں کوئی حرج
نہیں البتہ نوحہ اور بین منع ہیں۔''

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی چھوٹی بہن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی انکی قبر پر تشریف لائیں

اور قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگیں۔ حضور ﷺ اپنی چادر مبارک سے ان کے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔

نواسہ رسول عبداللہ کی ولادت:

پہلی ہجرت کر جانے کے بعد قیام حبشہ کے دوران سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا، جن کی نسبت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھی تھی۔

مدینہ منورہ میں جب حضرت عبداللہ ابھی چھ سال کی عمر کے تھے ایک مرغ نے انکی آنکھ میں چونچ ماری جس سے چہرہ متورم ہو گیا اور اس تکلیف میں انہوں نے جمادی الاول ۴ھ میں وفات پائی۔ نماز جنازہ حضور ﷺ نے پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قبر میں اتارا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اس قدر خوشگوار اور محبت بھرے تعلقات تھے کہ ان کی نسبت یہ ضرب المثل مشہور ہے:

''رقیہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر میاں بیوی کسی انسان نے نہیں دیکھے''

جب یہ دونوں نیک ہستیاں ازدواجی رشتے میں منسلک ہوئیں تو مکہ مکرمہ میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ:

''سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔''

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر کا ساتھ دے کر قائم کیا۔ آپ کے فرزند حضرت عبداللہ بن عثمان اپنی والدہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بعد دو سال تک زندہ رہے تھے اور انتقال کے وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

آپ نبی ﷺ کی تیسری صاجزادی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح مکہ مکرمہ میں ابو

لہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا جس نے حضور ﷺ کی بعثت کے بعد اپنے باپ کے کہنے پر انہیں طلاق دے کر حضور ﷺ کے خلاف انتقامی کارروائی کی تھی۔ اس وقت سیدہ بہت کم سن تھیں۔

حضور ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کی ایک صاحبزادی سیدہ رقیہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں ۲ھ میں انتقال کر گئیں اسی زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح کی درخواست کی، مگر وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا، جب حضور اکرم ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''میں تمہیں حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر کا پتہ دیتا ہوں اور عثمان کے لیے حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر رشتہ بتاتا ہوں''

پھر فرمایا حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مجھ سے کردو میں اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیتا ہوں۔ یوں بہترین رشتے وجود میں آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''یہ جبرائیل ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ خدائے بزرگ کا فرمان ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں۔''

چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضور ﷺ کی دو صاجزادیاں یکے بعد دیگرے آئی تھیں، اس لیے آپ ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اس نکاح کے چھ سال بعد تک زندہ رہیں اور شعبان ۹ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کو غسل دیا، حضور ﷺ نے کفن کے لیے اپنی چادر دی اور نماز جنازہ خود پڑھائی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ اور آپ کی قبر میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اترے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جس وقت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا گیا تو حضور ﷺ قبر کے پاس تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا:

آپ اپنی بہنوں میں سے چھوٹی تھیں اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی آخری اولاد تھیں۔ آپ خاتون جنت اور سیدۃ النساء کے علاوہ اور بھی بہت سے القابات سے مشہور تھیں، آپ کی پیدائش کے متعلق تین روایتیں ہیں:

۱۔ بعثت نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل۔

۲۔ بعثت نبوی ﷺ سے ایک سال قبل۔

بعثت نبوی ﷺ کے ایک سال بعد:

۳۔ سنہ البعثت میں۔

آپ بچپن ہی سے بہت سنجیدہ تنہائی پسند اور ذہین تھیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تربیت میں خاص محنت کی تھی۔ ۱۰ بعثت میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اکثر اداس رہنے لگیں۔ چونکہ گھر میں کوئی نگہداشت کرنے والا نہ تھا اور حضور ﷺ کو تبلیغ رسالت کی وجہ سے زیادہ وقت باہر گزارنا پڑتا تھا اور یوں بھی کفار کے ظلم وستم کی وجہ سے آپ کو کئی پریشانیاں لاحق تھیں اس لیے آپ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تھا۔ اس طرح گھر میں بچوں کی نگرانی کا کام آسان ہو گیا تھا۔

ہجرت کے بعد حضور ﷺ نے آپ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

خطبہ نکاح میں حضور ﷺ نے فرمایا میں نے چار سو مثقال چاندی کے مہر پر حضرت فاطمہ ؓ کا نکاح علی ؓ سے کر دیا اور پھر پوچھا اے علی ؓ تجھے منظور ہے۔ انہوں نے عرض کیا بسرو چشم قبول ہے۔

پھر آپ نے ان دونوں کے لیے دعا فرمائی کہ تم دونوں پر اللہ پاک برکت فرمائے اور تم سے پاک اولاد پیدا ہو۔ اس کے بعد چھوہاروں کا ایک تھال حاضرین میں تقسیم کر دیا۔ نکاح کے وقت سیدہ فاطمہ ؓ کی عمر پندرہ سال اور حضرت علی ؓ کی عمر تقریباً اکیس سال تھی۔ ان کا نکاح ۲ھ میں اور بعض روایات کے مطابق ۳ھ میں ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی اس پیاری بیٹی کو مندرجہ ذیل جہیز دیا تھا۔ ایک بستر مصری کپڑے کا جس میں اون بھری ہوئی تھی۔

ایک پلنگ، ایک چمڑے کا تکیہ، ایک مشکیزہ، مٹی کے دو گھڑے پانی کے لیے، ایک چکی، ایک پیالہ، دو چادریں، چاندی کے دو بازو بند، اور ایک جائے نماز۔ شادی کے بعد حضرت علی المرتضی ؓ نے ولیمہ کی دعوت کی جس میں پنیر کھجور جو کی روٹی اور گوشت تھا۔

شادی کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ ؓ اور حضرت علی ؓ اس مکان میں رہنے لگے تھے جو آنحضرت ﷺ کے ایک پیارے صحابی حضرت حارثہ بن نعمان ؓ نے دیا تھا۔

سیدہ فاطمہ ؓ اخلاق وسیرت میں اپنے محترم والد کا بہترین نمونہ تھیں۔ گھر کا سارا کام کاج خود کرتی تھیں اور تنگ دستی کے باوجود کبھی شکوہ شکایت نہ کرتی تھیں۔ آپ نے ایک مثالی بیوی کا نمونہ پیش کر کے مسلمان عورتوں کے لیے راہ عمل مقرر کر دی ہے تاکہ اس پر عمل کر کے مسلمانوں کے گھروں میں امن وسکون خوشی وخوشحالی اور خیر و برکت کے سدا بہار پھول مہکتے رہیں، افسوس ہے کہ آج ہمارے معاشرہ میں خاتون جنت کی تقلید کرنے کی بجائے مغرب کی بے حیا عورت کی نقل کرنے پر فخر کیا جاتا ہے۔

ایک دفعہ جب کہ بہت سے لونڈی، غلام حضور ﷺ کے پاس آئے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ سے کہا کہ اپنے ابا جان کے پاس جاؤ اور ان سے ایک لونڈی لے آؤ تا کہ گھر کا کام کرنے میں سہولت ہو۔ سیدہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تو ہوئیں مگر بات کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔ پھر بڑی مشکل سے بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں تمہیں کوئی قیدی خدمت کے لیے نہیں دے سکتا۔ ابھی اصحاب صفہ کی خورد و نوش کا تسلی بخش انتظام مجھے کرنا ہے۔ میں ان لوگوں کو کیسے بھول جاؤں جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کی خاطر فقر و فاقہ اختیار کیا ہے۔"

لونڈی لینے سے بہتر یہ ہے کہ تم ہر نماز کے بعد سبحان اللہ حتٰی الحمد للہ ۳۳۔۳۳۔ بار پڑھا کرو اور اللہ اکبر ۳۴ دفعہ پڑھو۔"

تنگ دستی کی وجہ سے اکثر فاقہ کشی تک نوبت پہنچ جاتی تھی مگر سیدہ نہایت صبر و شکر سے وقت گزارتی تھیں۔ حضور ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہا سے بہت پیار تھا اس لیے جب آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد سیدہ کو کسی نے ہنستے مسکراتے نہ دیکھا تھا۔ حضور ﷺ کی رحلت کے چھ ماہ بعد سیدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ آپ ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو ۲۹ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گئیں تھی وفات سے پہلے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا!

"میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا۔ اور سوائے اور میرے شوہر نامدار رضی اللہ عنہ کے اور کسی سے میرے غسل میں مدد نہ لینا۔ تدفین کے وقت زیادہ ہجوم نہ ہونے دینا۔"

اولاد:

سیدہ رضی اللہ عنہا خود بھی نامور خاتون تھیں اور آپ کی اولاد کو بھی اللہ پاک نے

ناموری عطا فرمائی۔ آپ کے چھ بچے تھے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت محسن رضی اللہ عنہ

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

ان میں سے حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تو بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تاریخ اسلام کی نامور شخصیتیں ہو گزری ہیں۔ حضور ﷺ کی نسل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہی باقی رہی اور اب دنیا کے سب ممالک میں اس خاندان کے افراد موجود ہیں۔ حضور ﷺ نے آپ کے لیے فرمایا ہے:

''فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔''

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تم اور تمہارا خاوند اور تمہاری اولاد میرے ساتھ جنت میں ایک جگہ ہوں گے۔

فاطمہ میرے جگر کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اس کو غصہ دلایا اس نے مجھے غصہ دلایا اور ناراض کیا۔ آپ سے اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں۔

(بحوالہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ص ۱۰۶، تالیف علی اصغر چودھری)

☆☆☆☆

﴿خلفاء سید المرسلین ﷺ﴾

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا مختصر تعارف:

آنحضرت ﷺ کی عالمگیر شخصیت اور آپ کی آفاقی حیثیت کا تقاضا تھا کہ آپ کا نظام آپ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی عدل ومساوات کا مینہ برساتا رہے۔ اس کے درخشندہ اصولوں سے انسانیت عافیت کا راستہ پاتی رہے، مشرق ومغرب اور شمال وجنوب میں اس کا پیغام پہنچتا رہے۔ اس کی رعایا پروری خدا ترسی اور انسانیت دوستی کے زریں جواہر پاروں سے ایک جہاں امن کا گہوارہ بنا رہے۔ بساط ارض پر راحت وچین کی بدلی برستی رہے، آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء جب مسند نبوت کے امین اور وارث بنے تو انہوں نے جس اولوالعزمی اور حیرت انگیز جدوجہد کے ذریعے نبوت کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کیا اور انہی نادر روز گار شمشیر آزماؤں کا حصہ تھا جس کی زندگیوں کا جہاز ایک طویل عرصہ تک مصائب وآلام کے سمندروں میں ہچکولے کھاتا رہا۔ نوائب وعواقب کے اتھاہ غاروں میں اٹکھیلیاں لیتا رہا، بالآخر انسانیت کے سب سے بڑے رہبر کے جانشینوں نے کائنات کے دشت کو اس نصب العین سے آراستہ کر دکھایا جو تیئس سال میں آسمانوں سے نازل ہو کر تکمیل کی خلعت سے آراستہ ہو رہا تھا۔

جس انسانیت نے دور نبوی کے لعل وگوہر سمیٹے تھے بالاخر وہ مریم شباب تک آ پہنچی۔ شجرۂ طیبہ کی شگفتہ شاخوں ایک گل سرسبز کی مانند صحن چمن میں پھیلنے لگیں،

گلستان عالم کو نوید بہار ملی دور اور بہت دور یہ مہک پہنچی اتنی دور کہ جس دوری کا تصور بھی عہد رسالت میں ممکن نہ تھا۔

ایک طرف مدینہ کی ریاست کو دیکھتے دوسری طرف پرتگال کی وادی پر نظر رکھتے۔ ادھر صحرائے حجاز ہے تو دوسری طرف ساحل مکران ہے۔ ادھر مہبط وحی ہے تو ادھر افریقہ کے دور افتادہ جزیرے ہیں۔ ہزاروں میلوں سے بھی کہیں آگے آنحضرت ﷺ کا پیغام لیکر آپ کے خلفاء نے چراغاں کیا۔ قیصر روم غارت ہوا، کسریٰ ایران کے بیخ و بن اکھڑ گئے، ہرقل و یزدگرد کی عظمتیں ہوا ہو گئیں، باذان بن ساسان غلامی کی دہلیز پر سجدہ ریز ہوا...... ظلمت جہل کافور ہوئی۔ اندھیارے چھٹ گئے۔ نصف سے بھی زیادہ دنیا پر ساری انسانیت کے رسول ﷺ کا پیغام پہنچا، اس شان و آن سے کہ صحیفۂ فطرت تکمیل کا زیور پہنتا ہے، محبت تمام ہوتی ہے ہر کوچے میں اسلام کا پیغام سنایا جاتا ہے۔ ہر خطے میں محمد ﷺ کے پیغام رساں اترتے ہیں۔ مبلغوں نے، تاجروں نے، علماء نے، سفراء نے، گورنروں نے، صرف خلفاء ہی نہیں بلکہ خلفاء کے ہر رفیق نے، ہر جگہ ہر گوشے کو، پیغام محمدی ﷺ سے ہم آغوش کیا۔

شرف انسانیت کے تمام قوانین جو انتہائی شکل میں آنحضرت ﷺ پر مکمل ہوئے تھے، ان سے آپ کے خلفاء نے نصف صدی تک زمزمہ سنج کیا۔

قارئین !اب ہم خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا مختصر تعارف اور حالات زندگی تحریر کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

احوال سوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت:

۵۷۳ء بمقام مکہ مکرمہ۔

نام:

ابتدائی نام عبدالکعبہ..... آنحضرت ﷺ نے آپ کا نام عبداللہ رکھا۔

کنیت:

اسلام سے قبل ایک عورت ام بکر کے ساتھ نکاح کے نتیجے میں بکر نامی لڑکا پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو ابوبکر کہا گیا۔

والد کا نام ونسب:

ابوقحافہ عثمان عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب۔

والدہ کا نام اور نسب:

ام الخیر سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب۔

والد کا قبول اسلام:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد نے فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔

ابوقحافہ کی وفات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ۹۲ برس کی عمر میں ۱۴ ھ میں ہوئی۔ (الاصابہ ج ۴ صفحہ ۲۲۵)

قبل از اسلام:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل بھی ایک متمول تاجر اور کاروباری کے طور پر معروف تھے۔ ان کی دیانت اور راست بازی کا شہرہ دور دور تک تھا۔

بعد از اسلام:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آئینہ دل پہلے آئینہ شفاف کی مانند تھا۔ نبوت سے قبل

آپ کو آنحضرت ﷺ سے گہرا انس تھا۔۱۸سال کی عمر میں آنحضرت ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہ کی دوستی ہوگئی تھی۔اس وقت حضور ﷺ کی عمر بیس سال تھی۔ جونہی آپ ﷺ نے دعویٰ نبوت فرمایا!مردوں میں سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

رفاقت نبوت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۱۸ سال کی عمر سے لے کر ۶۱ سال کی عمر تک ۴۳سال آنحضرت ﷺ کی صحبت پائی۔اس دوران مکہ اور مدینہ میں صلح و جنگ کے تمام مواقع پر آپ کو صحبت نبوت میسر رہی۔

امامت:

آنحضرت ﷺ نے وفات سے چار روز قبل مرض الموت میں فرمایا:
(ترجمہ) ابوبکر کو بلاؤ آ کر میرے مصلے پر نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی زندگی ہی میں آپ ﷺ کے حکم پر نیابت نبوت کے فرائض سنبھال چکے تھے۔

خلافت:

جب آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو جانشین پیغمبر کے طور پر تسلیم کیا۔آپ ﷺ کا دور خلافت دوسال تین ماہ دس دن تک قائم رہا۔اس دور میں کل ۱۱۴اہم جنگیں لڑی گئیں۔مسیلمہ کذاب کا خاتمہ اور قیصر روم کا پہلا معرکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تاریخی کارنامے ہیں۔آپ کا دور خلافت گیارہ لاکھ مربع میل تک محیط رہا۔

وفات:

۱۳ ہجری ۲۲ جمادی الثانی کو یہ آفتاب خلافت ۶۳ سال کی عمر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔اس طرح خلافت راشدہ کے مہر منیر کی ضیا گستری سے

عالم عرب و عجم عدل وانصاف کے حسن سے آراستہ ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

احوال وسوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت:

ہجرت نبوی سے ۴۰ برس قبل (۵۸۴ء)

نام:

عمر بن خطاب

والد کا نام ونسب:

خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے مشہور قبیلہ بنی عدی سے تھا۔

والدہ:

خنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ

قبول اسلام:

آنحضرت ﷺ کی دعا آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا باعث بنی۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ اس وقت نبوت کا ساتواں سال تھا۔

بعداز اسلام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مشرکین مکہ میں کھلبلی مچ گئی۔ چند روز

بعد ہی خانہ کعبہ میں اذان ہونے لگی۔اس وقت تک ۴۰ دوسرے افراد بھی مسلمان ہو چکے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں سات (۷) سال اور مدینہ منورہ میں دس (۱۰) سال تک ہر موقع پر صحبت نبوی ﷺ سے شرف پایا۔تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔اسلام کی بڑی بڑی مہموں میں آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ہمر کاب رہے۔آپ کے بے شمار فضائل احادیث کی کتب میں موجود ہیں۔

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ:

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جونہی فتنوں کا دور شروع ہوا۔منکرین زکوۃ اور منکرین حدیث وختم نبوت کی غوغا آرائی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑھ چڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔

خلافت:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایام وفات ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے نامزد کر دیا تھا۔عہد فاروقی رضی اللہ عنہ اسلام کا تابندہ اور روشن دور ہے۔آپ کی فتوحات اور بے مثال جدوجہد اسلام کے ماتھے پر جھومر کی طرح روشن ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت غلبہ اسلام کا شاہکار ہے۔بے شمار قرآنی آیات جن میں غلبۂ اسلام کی بشارات دی گئی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں تکمیل کے خلعت سے آراستہ ہوئیں، قیصر وکسریٰ کا خاتمہ دنیا کی بڑی بڑی قوتوں کی اسلام کی در دولت پر جبہ سائی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمتِ وشوکت کا آئینہ دار ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے دس سال چھ ماہ دس دن تک ۲۲لاکھ مربع میل پر اسلام کے اقتدار کو رونق بخشی۔

شہادت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۴ ہجری یکم محرم کو نماز فجر میں ایک ایرانی ابولولو فیروز مجوسی کے ہاتھوں زخمی ہو کر جام شہادت پا گئے۔

حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

احوال وسوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت:

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی سے ۴۷ برس قبل ۵۷۷ء میں پیدا ہوئے۔

نام:

عثمان۔

کنیت:

ابوعبداللہ۔

لقب:

ذوالنورین (دو نوروں والے) اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیوں سے نکاح ہے۔

والد کا نام ونسب:

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القریشی

والدہ کا نام ونسب:

اروی بنت کریز بن ربیعہ بن صہیب بن عبد شمس بن عبد مناف۔

آنحضرت ﷺ سے پہلی رشتہ داری:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی کریز بیضاء ام الحکیم آنحضرت ﷺ کے والد کی سگی بہن تھیں۔ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نانی آنحضرت ﷺ کی

پھوپھی کہلاتی ہیں۔

قبولِ اسلام:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر کے چونتیسویں سال میں اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے مسلمان ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا خاندانی تعلق بنو امیہ سے تھا۔

بعد از اسلام:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عرب کے متمول تاجر اور رئیس تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ سے کیا۔ جب چند سال بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو ان کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی آپ سے بیاہی گئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ واقعہ بیعت رضوان آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا عظیم شاہکار ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ناشرِ قرآن کی حیثیت حاصل ہے۔

جنگ بدر میں آنحضرت ﷺ کے حکم سے تشریف نہ لے جا سکے۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کی تمام جنگوں میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ احادیث کا ایک اہم ذخیرہ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر شاہد عدل ہے۔

خلافت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی نے آپ رضی اللہ عنہ کو مسند رسول پر براجمان کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنتے ہی فتوحات کا دور دوبارہ شروع ہو گیا۔ ۲۲۔۱۱ لاکھ مربع میل سے بڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ کی فتوحات ۴۴۔۱۱ لاکھ

مربع میل تک پہنچ گئیں۔ خلافت کے پہلے چھ سالوں میں اسلام عرب وعجم سے نکل کر یورپ اور فرانس کے دروازے تک پہنچ گیا۔

شہادت:

خلافت کے ساتویں سال سے آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف سازشوں کا طوفان شروع ہوا۔ عبداللہ بن سباء (مشہور یہودی النسل) شیعہ مذہب کے بانی کے طرف سے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اول کا نعرہ لگایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف مصر میں ایک سازشی گروہ تیار کیا گیا۔ بالاخر ۳۵ ہجری میں باغیوں کے ایک گروہ نے جب تمام لوگ حج پر گئے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر کے ۱۸ ذوالحج کو آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔ اس طرح اسلام کا دعویٰ کرنے والوں نے اسلام ہی کے ستون کو توڑ کر اسلام میں فتنہ آرائی کا آغاز کر دیا۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

احوال وسوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت:

بعثت نبوت سے دس سال قبل آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

نام ونسب:

علی رضی اللہ عنہ بن عبد مناف ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کی چچا زاد تھیں۔ اس طرح آپ نجیب الطرفین ہیں۔

والد:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب عبد مناف کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ

آنحضرت ﷺ کے سرپرست رہے۔ ساری زندگی آنحضرت ﷺ کے خیر خواہ اور محب رہے۔ کلمہ اسلام کی دولت سے محروم رہنے کے باوجود آنحضرت ﷺ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ آپ کے اسلام قبول نہ کرنے کا آنحضرت ﷺ کو آخر دم تک قلق رہا۔

تربیت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابھی بچپن ہی میں تھے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ کے آغوش تربیت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

قبول از اسلام:

بچوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا۔ آنحضرت ﷺ کی محبت میں بچپن اور جوانی کا کچھ حصہ گزارا۔

بعد از اسلام:

آپ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کے ساتھ داماد رسول ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سب سے چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔ ان سے آپ کی اولاد حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت محسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ آپ نے غزدہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ عہد صدیقی رضی اللہ عنہ، عہد فاروقی رضی اللہ عنہ اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں ان حضرات کے مشیر وزیر اور قاضی القضاۃ کی حیثیت سے آپ رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ مقام حاصل رہا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی محبت کے جھوٹے دعوے دار اس بات کا جواب نہیں دے سکے کہ انہوں نے خلفاء ثلاثہ کے اقتدا ، میں ۲۴ سال تک اسلام کی خدمت کی۔ خلفاء ثلاثہ

پر اعتماد رکھنا انہیں پانا مقتدا اور پیشوا ماننا تاریخ کا حصہ ہے، لیکن آپ ؓ کی محبت کا راگ الاپنے والے حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کو کافر قرار دیکر کیونکر حضرت علی ؓ کی محبت کے دعویٰ سے سچے ثابت ہو سکتے ہیں۔

عہد خلافت:

حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کے بعد آپ ؓ مسند خلافت پر براجمان ہوئے۔ آپ ؓ کے دور میں جنگ جمل، جنگ صفین جیسے افسوسناک واقعات پیش آئے۔ یہ دونوں جنگیں اگرچہ قاتلان عثمان ؓ کا بدلہ لینے کے لئے تھیں۔ تاہم اس میں مسلمانوں کو بے پناہ نقصان ہوا۔ آپ ؓ نے ساڑھے پانچ سال تک ۲۲ لاکھ مربع میل کے علاقے پر خلافت کا منصب سنبھالا۔

شہادت:

اس وقت آپ ؓ کی عمر ۶۳ سال تھی کہ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو یہ آفتاب خلافت عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھوں غروب ہوا۔

حضرت سیدنا حسن بن علی ؓ

احوال وسوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت:

ہجرت نبوی کے چوتھے سال آپ ؓ کی ولادت ہوئی۔

نام ونسب:

حسن ؓ بن علی ؓ بن ابو طالب بن عبد المطلب۔

والدہ:

سیدہ فاطمہ ؓ بنت محمد ﷺ بن عبد اللہ

تربیت:

آپ رضی اللہ عنہ نے ابتدائی ۶ سال کا حصہ اپنے نانا حضرت محمد رسول ﷺ کے قرب میں گزارا۔

وفات رسول ﷺ کے بعد:

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ادوار میں آپ رضی اللہ عنہ کی حیثیت ایک شہزادہ رسول اور انتہائی قابل تکریم نوجوان کی تھی۔ تمام خلفاء آپ رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ فضائل احادیث کے مطابق مسلمانوں کے تمام حلقہ احباب آپ رضی اللہ عنہ کی محبت کو آنحضرت ﷺ کی محبت خیال کرتے تھے۔

خلافت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ چھ ماہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی خلافت ان کے سپرد کر دی۔

اس طرح آپ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کے مصداق قرار پائے۔

ان البنی هذا سید لعل الله ان یصلح بین فئتین من المسلمین ۔

میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

وفات:

کوفہ سے واپسی پر ۴۱ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

احوال وسوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت:

۶۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عمر میں چھ سال چھوٹے تھے۔

نام ونسب:

معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان بن امیہ بن عبدشمس۔

قبول اسلام:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں شروع ہی سے اسلام کی محبت جاگزیں۔ اس لئے کفر کی حالت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے خلاف کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ مشرکین مکہ کے سردار اور سپہ سالار تھے۔

علماء تاریخ کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ سے قبل ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ لیکن والد کے خوف سے اسے ظاہر نہیں کیا۔ بعد میں اسلام کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کی صحبت:

قبولِ اسلام کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات نبوی میں شرکت کی۔ غزوہ حنین، طائف، خیبر اور یمامہ کی لڑائیوں میں آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب رہے۔

کتابت وحی:

بخاری شریف کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ وحی الٰہی کے کاتب بھی رہے۔ عہد

صدیقی رضی اللہ عنہ، عہد فاروقی رضی اللہ عنہ اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں آپ بطور گورنر شام، اردن وغیرہ رہے۔

مسیلمہ کذاب کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کا سر آپ رضی اللہ عنہ ہی نے قلم کیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سیادت و قیادت عرب میں مسلمہ حیثیت رکھتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے ڈیڑھ سو سال بعد لکھی جانے والی تاریخ میں بعض جگہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کے نشتر چلائے گئے ہیں تو ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

خلافت:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد ۴۱ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پوری امت کی بیعت خلافت قائم ہوگئی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے ۱۹ سال تک ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

وفات:

۶۰ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات دمشق شام میں ہوئی۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

احوال و سوانح (ولادت سے وفات تک)

ولادت:

سنہ ایک ہجری جائے ولادت قباء مدینہ منورہ۔

نام:

عبداللہ۔

کنیت:

ابو بکر

والد کا نام ونسب:

زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ

والدہ کا نام ونسب:

اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابو بکر رضی اللہ عنہ بن ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب۔ آپ رضی اللہ عنہ ماں اور باپ دونوں طرف سے قریشی النسل ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنا حواری قرار دیا تھا۔

وطن مالوف:

آپ رضی اللہ عنہ کا آبائی وطن مکہ مکرمہ تھا۔ حضور ﷺ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کے ماموں زاد بھائی تھے۔

آنحضرت ﷺ سے تعلق:

آٹھ سال کی عمر میں آنحضرت ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بیعت کا شرف بخشا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل احادیث اور سیر کی کتب میں موجود ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ ہی کے نام آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت امّ عبداللہ تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد:

آپ رضی اللہ عنہ کے کارناموں کا آغاز طرابلس سے ہوتا ہے۔ اس جنگ میں

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فوجوں سے مل کر کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ لیبیا، الجزائر، مراکش کے کئی علاقوں میں آپ شریک جہاد رہے۔

خلافت:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب تخت پر یزید متمکن ہوا تو اس کی امارت سے اختلاف کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یزید سے جونہی اختلاف کیا بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء نے حجاز عرب پر آپ رضی اللہ عنہ کی امارت کا اعلان کردیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حجاز، عراق، یمن، مصر اور خراسان میں بارہ سال تک بطور خلیفہ اور امیر المومنین رہے۔

شہادت:

عبدالملک کے دور حکومت میں حجاج نے مکہ مکرمہ میں فوجوں کی چڑھائی کی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، عمارہ اور ایک ساتھی عبداللہ تینوں کے سر کاٹے گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش کو کئی روز تک چوک میں لٹکایا گیا۔ بعد میں تینوں کے سر دمشق بھیج دیئے گئے۔ جگہ جگہ سروں کی نمائش کی گئی، اسلامی تاریخ کا یہ المناک واقعہ ایسا جاں گداز اور مشہور ہے کہ صدیوں تک تاریخ نے اس واقعہ پر آنسو بہائے ہیں۔ یہ واقعہ ۷۳ ہجری جمادی الاخریٰ کو پیش آیا۔

(ماخوذ از خلافت وحکومت علامہ فاروقی شہید رحمہ اللہ)

☆☆☆☆

﴿معجزات سید المرسلین ﷺ﴾

معجزے کا معنی اور مفہوم:

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے ہاتھ سے کبھی کبھی ایسی خلاف عادت باتیں ظاہر کرا دیتا ہے جن کے کرنے سے دنیا کے لوگ عاجز ہوتے ہیں۔ ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔ معجزہ میں ہاتھ نبی کا ہوتا ہے اور طاقت خدا کی کارفرما ہوتی ہے۔

معجزات کی تعداد:

علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے معجزات لامحدود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے معجزات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہاتھوں کے معجزات ہیں، پاؤں کے معجزات ہیں، آپ ﷺ کی آنکھوں کے معجزات علیحدہ ہیں، آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے علیحدہ معجزات ہیں، آپ ﷺ کے کپڑوں کے علیحدہ معجزات ہیں، آپ ﷺ کے جسم کے علیحدہ معجزات ہیں، آپ ﷺ کی زلفوں کے علیحدہ معجزات ہیں، زبان نبوت کے علیحدہ معجزات ہیں، آپ ﷺ کی گفتگو کے علیحدہ معجزات ہیں۔ آپ ﷺ کے چلنے کے علیحدہ معجزات ہیں، جس جگہ آپ ﷺ نے قدم رکھا اس جگہ کے علیحدہ معجزات ہیں، آپ ﷺ کے جنگوں کے علیحدہ معجزات ہیں، جس سواری پر آپ ﷺ سوار ہوئے اس کے علیحدہ معجزات ہیں، مکے کی تیرہ سالہ زندگی کے علیحدہ معجزات ہیں، مدینہ کی دس سالہ زندگی کے علیحدہ معجزات ہیں، نبوت سے پہلے کے معجزات علیحدہ ہیں اور نبوت کے بعد کے علیحدہ معجزات ہیں۔

علماء کرام نے حضور ﷺ کے چار بڑے معجزات بتلائے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا معجزہ اللہ کا قرآن ہے، دوسرا معجزہ ختم نبوت ہے، تیسرا معجزہ معراج النبی ﷺ ہے اور چوتھا معجزہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضور ﷺ کا معجزہ قرآن:

حضور ﷺ کو خالق ارض والسموات نے جو معجزات عطا فرمائے ان میں سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے۔ قرآن اپنی فصاحت و بلاغت، اسلوب بیان، غیب کی خبریں بتانے علوم القرآن سچائی اور حقانیت کے علاوہ قیامت تک کے لئے منبع ہدایت ہے۔ اور ایسی جامع کتاب ہے کہ دنیا جس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ اور ایسی کتاب کہ جس کی حفاظت اللہ رب العالمین خود فرما رہے ہیں۔ حضور ﷺ بھی آخری نبی اور قرآن بھی آخری کتاب۔

حضور ﷺ کی ختم نبوت دوسرا بڑا معجزہ:

حضور ﷺ کا دوسرا بڑا معجزہ ختم نبوت ہے۔ خاتم النبین کا مطلب ہے آخری نبی۔ مطلب یہ ہے کہ اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ حضور ﷺ کی مبارک زندگی اب ہمیشہ کے لئے انسانوں کے لئے مشعل راہ رہے گی۔ سورۃ احزاب میں اللہ نے فرمایا!

> ”محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔“

حضور ﷺ نے فرمایا، میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ چھوڑی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی، تو سنو وہ اینٹ

ہیں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ یعنی میرے آنے سے نبوت کی عمارت مکمل ہوگئی ہے۔ اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پر کرنے کے لئے کوئی نبی آئے۔

(بخاری، باب خاتم النبیین)

حضور ﷺ کا تیسرا بڑا معجزہ معراج:

حضور ﷺ کا تیسرا بڑا معجزہ معراج ہے۔ اور معراج عروج سے ہے اور عروج کا معنی بلندی پر چڑھنا، رفعت و عظمت کو چھونا۔ خالق ارض و سموات نے ہر نبی کو معراج کرایا، ہر نبی کا معراج جدا جدا ہے۔

نوح علیہ السلام کو معراج ہوا...... طوفان کی موجوں میں

زکریا علیہ السلام کو معراج ہوا...... آرے سے چیر کر

یونس علیہ السلام کو معراج ہوا...... مچھلی کے پیٹ میں آ کر

ابراہیم علیہ السلام کو معراج ہوا...... آگ میں گر کر

یوسف علیہ السلام کو معراج ہوا...... جیل میں جا کر

یعقوب علیہ السلام کو معراج ہوا...... چالیس سال رو کر

اسماعیل علیہ السلام کو معراج ہوا...... چھری کے نیچے

ایوب علیہ السلام کو معراج ہوا...... آزمائش میں آ کر

اور آمنہ کے لعل ﷺ کو معراج ہوا...... آسمانوں پر جا کر، قرب خداوندی میں پہنچ کر۔ اور وہاں سے رب العالمین نے فرمایا کہ محبوب آج ہم نے آپ ﷺ کو وہاں پہنچادیا ہے جہاں پر دنیا والوں میں سے کوئی نہیں جاسکا۔

حضور ﷺ کا چوتھا معجزہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

حضور ﷺ کا سب سے بڑا اہم معجزہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ کیوں؟

سارے قرآن کا نچوڑ...... صحابہ رضی اللہ عنہم

حضور کی ساری زندگی کا نچوڑ...... صحابہ رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ کی گفتگو کا نچوڑ...... صحابہ رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ کے کردار واخلاق کا نچوڑ...... صحابہ رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ کی مکی ومدنی زندگی کا حاصل...... صحابہ رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ کی خلوت وجلوت کا نچوڑ...... صحابہ رضی اللہ عنہم

اسلام میں آنحضرت ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو مرتبہ اور مقام حاصل ہے اس کے مطابق یہ جماعت دنیا میں سب سے برگزیدہ، مقدس اور نہایت بلند منصب پر فائز ہے، انبیاء کے بعد اس جماعت سے بہتر کوئی مخلوق نہیں۔ اس گروہ کے ہر فرد کو عدالت وانصاف، سچائی، اور شرافت کا جو اعزاز عطا ہوا اس پر ملائکہ بھی رشک کررہے ہیں۔ ان کی زندگیوں کا جہاز مصائب دہر کے تھپیڑوں میں اٹھکیلیاں لیتا رہا۔ مشکلات کے بھنور میں ہچکولے کھاتا رہا، آلام کی کھائیوں میں جان بلب رہا، تاہم یہ لوگ طوفانوں کی تیز وتند موجوں میں بھی اسلام کے دامن رحمت سے وابستہ رہے۔

عرب کے ان صحراء نشینوں نے ہر دکھ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا، ہر پریشانی میں تاجدار رسالت کی صحبت فیض سے مشام جاں کو معطر کیا، بڑی سے بڑی قربانی دیکر بھی دین مصطفوی ﷺ سے وابستگی کو باقی رکھا، وطن، قوم، ملک، بستی، اولاد، تجارت، القصہ متاع حیات کی ہر چیز لٹا کر بھی خدا کے رسول ﷺ کی رفاقت کو نہیں چھوڑا۔

خشک تنے سے کھجوریں:

حضور ﷺ مدینہ میں موجود ہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے عرض کی یارسول اللہ ﷺ دو دنوں سے کھایا پیا کچھ نہیں، عمر رضی اللہ عنہ آئے عرض کی دو دن سے کھایا پیا کچھ نہیں، حضور ﷺ نے فرمایا ”تم نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا پیا، تمہارے پیغمبر نے چار دن سے کچھ نہیں کھایا پیا، تمہارے پیٹ پر ایک پتھر ہے تمہارے نبی کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے ہیں“۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ ابھی اللہ تعالیٰ انتظام کرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول

اللہ ﷺ کو کسی نے بتایا۔ یارسول اللہ ﷺ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب سے میں گزر رہا تھا تو میں نے دیکھا اس کے مکان کے صحن میں کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں چلو مقداد رضی اللہ عنہ کے گھر چلتے ہیں۔ آدھی رات کا وقت ہے، بے تکلفی ہے، حضور ﷺ نے جا کر مقداد رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی بیٹی سوئی ہوئی اٹھتی ہے۔ اور اس نے سلاخوں کے اندر سے دیکھا کہ ساری دنیا کا سردار ہمارے دروازے پہ کھڑا ہے، اپنے والد کو جگایا، ابا جان اٹھو ساری دنیا کی دولت دروازے پر آ چکی ہے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اٹھے دروازہ کھولا۔

میرے ماں باپ آپ ﷺ پہ فدا ہو جائیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ اتنی دور سے چل کر آئے ہیں، مقداد رضی اللہ عنہ کو حکم کر دیتے۔ مقداد رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے دروازے پر حاضر ہو جاتا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مقداد رضی اللہ عنہ! آج ہم بے تکلفی سے آئے ہیں، اس لئے آئے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ کھایا نہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ کھایا نہیں، تیرے پیغمبر ﷺ نے بھی کچھ کھایا نہیں، پتہ چلا ہے کہ تیرے گھر میں کھجوروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مقداد رضی اللہ عنہ اس لئے تیرے گھر میں آئے ہیں۔ سنا ہے تیرے گھر میں کھجوروں کا ڈھیر ہے۔ یہ بات سننے کی دیر تھی کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کیوں روتا ہے؟ فرمایا!

خبر گرم ہے ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

کھجوروں کا ڈھیر ضرور تھا لیکن شام سے پہلے ساری کھجوریں میں نے فقیروں میں بانٹ دی ہیں۔ اس لئے روتا ہوں کہ دنیا کا سردار میرے گھر میں موجود ہو اور میرے گھر میں کھجوروں کا ڈھیر موجود نہ ہو۔ مقداد رضی اللہ عنہ زار و قطار رو رہا ہے، جب مقداد رضی اللہ عنہ کو پیغمبر نے روتے دیکھا تو رحمت کا دریا جوش میں آیا حضور ﷺ نے فرمایا مقداد رضی اللہ عنہ تیرے گھر کے قریب کوئی کھجور کا درخت ہے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی درخت تو نہیں ہے ایک کھجور کا

خشک تنا میرے دروازے پر ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا یہ میری نبوت والی چادر لے جاؤ اور اس خشک تنے کے نیچے بچھا دو اور میرا سلام کہو اور خشک تنے سے کہو کہ محمد ﷺ تجھ سے کھجوریں مانگتا ہے۔

مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے چادر لے کر میں خشک تنے کے پاس گیا۔ میں نے اسے پیغمبر ﷺ کا سلام کہا۔ میں نے جب اسے نبی ﷺ کا سلام کہا تو جیسے خشک تنے میں بہار آ گئی ہو، وہ ہلنے لگا اور اس کے بعد میں نے چادر نیچے بچھائی اور چادر نیچے بچھا کر کہا اے خشک تنے تجھ سے رسول اللہ ﷺ کھجوریں مانگتے ہیں۔ یہ کہنے کی دیر تھی، اس خشک تنے سے کھجوریں گرنے لگیں، کھجوریں چادر پہ پڑیں، ساری چادر کھجوروں سے بھر گئی، میں چادر اٹھا کر گھر لے آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو چادر نہ اٹھاتا تو صبح تک کھجوریں برستی رہتیں۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آزادی کیلئے کھجوروں کا معجزاتی باغ:

حضور ﷺ کی مجلس لگی ہوئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک صحابی سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا سلمان تم بڑے پریشان رہتے ہو، کبھی کبھی آتے ہو، بتاؤ سلمان تمہیں کیا تکلیف ہے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یا رسول اللہ ﷺ اور تکلیف کوئی نہیں لیکن میرا مالک یہودی ہے۔ مجھ سے بڑا کام لیتا ہے اور کہتا ہے اگر تو نے محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر روزانہ زیادتی کرتا ہے۔ کئی کئی دن گزر جاتے ہیں مجھے کھانے کے لئے کچھ نہیں دیتا۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے دیکھا، پیغمبر ﷺ نے سلمان رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سنیں تو نبی ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ سلمان پھر کئی دنوں کے بعد آئے حضور ﷺ نے فرمایا سلمان رضی اللہ عنہ! بڑی دیر کے بعد آئے ہو؟

عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرا یہودی مالک مجھے اجازت نہیں دیتا۔ وہ مجھے

مارتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا سلمان جاؤ آج اپنے مالک سے پوچھ کر آؤ کہ کتنے پیسے لے کر تمہیں آزاد کرے گا؟ سلمان اپنے مالک سے پوچھتے ہیں تو مالک کہتا ہے اے سلمان اگر تو آزاد ہونا چاہتا ہے تو چالیس اوقیہ سونا دے دو، تین سو کھجوروں کے درخت لگاؤ کھجوروں کا باغ لگاؤ، جب کھجوریں درخت بن جائیں، باغ لگ جائے، تنا آور درخت بن جائیں، کھجوریں اترنے لگ جائیں گی، اس کے بعد تمہیں آزادی ملے گی۔ سلمان رضی اللہ عنہ کئی دن تک رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر نہیں آئے، نبی ﷺ کے دربار میں نہیں آئے، کئی دنوں کے بعد آئے حضور ﷺ نے فرمایا! سلمان رضی اللہ عنہ! تو نے بتایا نہیں کہ تیرا مالک کیا کہتا ہے؟

عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے مالک نے اتنی بڑی شرط لگادی کہ اے کالی کملی والے میں اس شرط کو پورا نہیں کرسکتا۔ اتنا کون دے گا۔ چلو سونا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع کرلیں گے لیکن تین سو کھجوروں کا باغ کون لگائے؟ اور پھر باغ لگ جائے اور درخت بڑے ہوجائیں، وہ کھجوریں دینے لگ جائیں، اس کے بعد مجھے آزادی ملے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا سلمان گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، یہ سودا بڑا سستا ہے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میرے لئے کیا حکم ہے؟ حضور ﷺ نے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ دعا کرو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دعا کی، حضور ﷺ نے ایک صحابی کو فرمایا کہ جاؤ مدینہ سے باہر قبیلہ ثنیہ میں ایک یہودی رہتا ہے۔ اس یہودی کو میرا پیغام دو اور اس سے کہو کہ محمد رسول اللہ ﷺ، ہمارے جو نبی ہیں وہ تجھ سے تین سو کھجوروں کی قلمیں مانگتے ہیں۔ وہ صحابی تین سو کھجوروں کی قلمیں لینے چلے گئے۔ قلمیں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا! عمر رضی اللہ عنہ! تم میرے ساتھ چلو۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا تم اپنے مالک سے پوچھ کر آؤ کس جگہ یہ باغ لگانا ہے، کس جگہ پر درخت لگانے ہیں۔ حضور ﷺ قلموں کو لے کر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے

کہ اس جگہ پر چلے گئے جہاں باغ لگانا تھا، جن لوگوں نے حج کیا ہوا ہے انہیں پتہ ہے، مدینہ سے مسجد قبا کی طرف جائیں تو راستے میں وہ جگہ آتی ہے جہاں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا باغ تھا۔ جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔ پیغمبر ﷺ کے ہاتھ میں قلمیں ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پانی کا برتن ہے۔ حضور ﷺ نبوت والے ہاتھوں سے قلمیں لگا رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے پانی دیتے جا رہے ہیں۔ اور جس وقت پیغمبر علیہ السلام قلموں سے فارغ ہو گئے، ایک دن گزر گیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دوسرا دن ہوا...... پیغمبر ﷺ پھر آئے،...... پیغمبر ﷺ نے وہاں دعا مانگی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ پیچھے سے جو درختوں کی قلمیں لگ چکی ہیں...... وہ درخت بن چکے ہیں...... ایک دن اور گزرا تو ان درختوں پر پھل لگ چکے ہیں...... کل پرسوں، جو درخت کالی کملی والے نے لگائے تھے، جو قلمیں لگائیں تھیں، ایک دن قلمیں لگتی ہیں، دوسرے دن وہ درخت بن جاتے ہیں۔ تیسرے دن ان کو کھجوروں کے خوشے لگے جاتے ہیں۔

چوتھے دن حضور ﷺ نے فرمایا سلمان جاؤ اپنے مالک یہودی سے کہو چالیس اوقیہ سونا بھی حاضر ہے اور تین سو کھجوروں کا باغ بھی حاضر ہے، جس وقت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے یہودی مالک کو جا کر کہا، کہ یہ سونا ہے اور وہ دیکھو تمہاری جگہ پر باغ لگ چکا ہے۔

اس نے کہا تیرا دماغ ٹھیک ہے۔ میں نے پرسوں کہا تھا، ایک دن میں باغ کیسے لگ گیا؟

سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے مالک اگر یہ میرا کمال ہوتا تو کبھی پورا نہ ہوتا، یہ کمال اس پیغمبر ﷺ کا ہے، یہ کمال اس آمنہ کے لعل ﷺ کا ہے، جو انگلی آسمانوں کی طرف کرتا ہے، چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ جاؤ جا کر دیکھو۔ یہودی آیا اس نے آکر دیکھا جو پرسوں جگہ صاف تھی، آج وہ ساری کی ساری جگہ باغ ہے، تین سو کھجوروں کے درخت لگ چکے ہیں۔ خشک تنوں پر بہار آچکی ہے۔ کھجوروں کے خوشے لگ چکے ہیں،

[illegible] کھجوروں سے گچھے لگ چکے ہیں۔ اس نے باغ کو دیکھا، حیرت کی گہرائیوں میں گر گیا۔ اسکے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، کھڑا ہو کر کہتا ہے اے سلمان! جا تو بھی آزاد ہے، یہ باغ اسلام کیلئے وقف ہے، مجھے محمد ﷺ کا کلمہ پڑھا کے مسلمان کر دے۔

(اسد الغابہ جلد ۴، صفحہ ۹۵۱)

حضور ﷺ کا لعاب دہن:

نبوت وصداقت ہجرت کی رات غار ثور کی تنہائیوں میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سارے سوراخ اپنی چادر کو پھاڑ کر بند کر دیئے۔ ایک سوراخ باقی بچ گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنا پاؤں رکھا اور نبی ﷺ صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں محوِ استراحت ہیں۔ سانپ نے ڈنگ مارا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آنسوؤں کا قطرہ جذبات کی روانی کا پیکر بن کر نبوت کے چہرے پر گرا، حضور ﷺ بیدار ہوئے اور پوچھا صدیق رضی اللہ عنہ کیا ہوا؟ عرض کیا آقا ﷺ! سانپ نے کاٹا ہے۔ حضور ﷺ نے لعاب لگایا تو درد جاتا رہا۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱، صفحہ ۳۳۔ صفوۃ الصفوۃ جلد ۱، صفحہ ۲۴۰)

خیبر کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا! تو بتایا گیا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ حضور ﷺ نے بلوایا اور بلا کر اپنا نبوت والا لعاب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لگایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں ایسی ہوگئیں کہ جیسے زندگی میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ (بخاری کتاب المغازی۔ ابن حجر فتح الباری جلد ۷، صفحہ ۳۶۵)

حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آقا میری والدہ کیلئے ہدایت کی دعا فرما دیں۔ حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھائے...... **اللّٰھم اھد ام ابی ھریرہ**...... اے اللہ! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ادھر سے بھاگے راستے میں کسی نے پوچھا، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہاں جاتے ہو؟ فرمایا گھر جا کر دیکھنا چاہتا ہوں

کہ میں پہلے گھر پہنچتا ہوں یا نبی ﷺ کی دعا پہنچتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، دروازہ بند ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اماں نے تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھولا اور کہتی ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! جلدی کر مجھے محمد ﷺ کے دروازے پر لے جا کر کلمہ پڑھا دے۔

(مشکوٰۃ باب فی المعجزات الفصل الاول صفحہ ۵۳۵)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کیلئے دودھ میں برکت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تین دن کے بھوکے مدینہ کے چوک میں لیٹے ہوئے ہیں۔ شیخین آئے اور گزر گئے، حضور ﷺ کا گزر ہوا پوچھا ابوہریرہ کیا ہوا؟ عرض کیا کہ بھوک نے بڑا ستایا ہے۔ حضور ﷺ گھر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کوئی چیز ہے؟ عرض کیا کہ دودھ کا ایک پیالہ رکھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے دودھ کا پیالہ منگوایا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ طالب علم آئے، آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بسم اللہ کر کے ان کو پلانا شروع کرو۔ جب طالب علم دودھ پی چکے تو فرمایا! ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اب تو پی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیا، آپ ﷺ نے فرمایا اور پی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پیا، تیسری مرتبہ آپ ﷺ کے حکم پر پیا، پھر اس کے بعد حضور ﷺ نے نبوت والے ہاتھوں میں لے کر خود پیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے پیدا کرنے والے کی قسم! اگر پیغمبر ﷺ دودھ کا پیالہ نہ پکڑتے تو قیامت تک اس سے دودھ ختم نہ ہوتا۔

☆☆☆☆

اوصاف سید المرسلین ﷺ

ایک جھلک:

حامل نبوت کی صورت کیا تھی؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"یوسف مصر کو دیکھنے والیوں نے انگلیاں کاٹ ڈالیں تو کیا ہوا، وہ جو میرے یوسف کو دیکھ لیتیں تو گردنیں کٹا لیتیں"۔

(صحیح بخاری)

ابن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"چاندنی رات میں اس وقت مجھ پر عرش و فرش کے دو ماہتابوں میں اشتباہ ہو گیا۔ جب مصور یکتا ﷺ کی تصور یکتا پر سرخ حلہ تھا اور سیاہ زلفوں سے حسین متین چہرہ رات سے نکلتا ہوا دن دکھائی دے رہا تھا"۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت جوان، نیک خو، سچا اور سخی پوری زندگی میں نہیں دیکھا"۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"دندان نبوی ﷺ میں قدرے فاصلہ تھا۔ آپ مسکراتے تو معلوم

ہوتا ایک نور ہے جو آپ ﷺ کے دہن مبارک سے ظاہر ہو رہا ہے۔"

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ربیع بن معوذ سے کہا "حضور ﷺ کے کچھ اوصاف تو بیان کرو ..... ربیع مسکراتے ہوئے کہنے لگے..... اے بیٹے، تو اگر رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیتا تو گویا ایک آفتاب تیری نگاہوں سے گزر جاتا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ کو نیند کی حالت میں دیکھ کر ایک شیشی میں آپ کے پسینہ مبارک کے قطرات گراتی جا رہی تھی۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا "ام ایمن کیا کر رہی ہو؟"

صحابیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اپنے بچوں کی شادی پر آپ کا یہ عطر استعمال کروں گی۔ مجھے ایسی خوشبو کسی عطر میں نہیں ملی۔

وجاہت نبوت:

تروتازہ کھلا ہوا کتابی چہرہ، رخسار مبارک بھرے ہوئے، بدن گھٹا ہوا، دہن مبارک اعتدال کے ساتھ کشادہ، پیٹ اور سینہ ہموار، کلائیاں دراز اور ہتھیلیاں فراخ، دونوں قدم گداز اور پر گوشت، آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے، ابرو باریک خمدار، جب شانہ مبارک سے چادر ہٹاتے تو معلوم ہوتا کہ چاندنی کی دو ڈالیاں ہیں۔ جب مسکراتے تو دندان مبارک موتیوں کی لڑی نظر آتے۔ دراز قامت لوگوں کے ساتھ چلتے تو قد مبارک نسبتاً کم رہتا۔ پستہ قد لوگوں میں آپ ﷺ دراز قامت معلوم ہوتے۔

آپ ﷺ کی شخصیت بڑی وجیہ اور بہت جاذب نظر تھی۔ روئے مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح منور اور تاباں تھا۔ سر کے بالوں میں اگر خود بخود مانگ نکل آتی تو نکالتے، ورنہ اس کا اہتمام نہ کرتے تھے۔ دونوں ابروں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر آتی۔ سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل تھا۔ گفتگو کرتے

تو نگاہیں نیچی رکھتے۔ آپ ﷺ کی نظر بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی۔ عادت مبارکہ گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی۔ یعنی غایت شرم وحیاء کے باعث پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ کبھی چلتے وقت صحابہ کرام ﷺ کو آگے کر دیتے۔ دائیں بائیں دیکھنے کی عادت نہ تھی۔ سلام میں ابتداء فرماتے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ بڑے وقار اور سنجیدگی کے ساتھ چلتے تھے۔ آپ ﷺ کا چہرہ ایسا تھا گویا چاند آپ ﷺ کے چہرہ میں ضوفشاں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ کا چہرہ پروقار اور بارعب، قد میانہ، رنگ سفید سرخی مائل، ضخیم راس، گھنی داڑھی، بھری ہوئی ہتھیلیاں اور قدم جب آپ چلتے تو معلوم ہوتا بلندی سے نشیب کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔ سرعت رفتار ایسی کہ گویا زمین لپٹی جا رہی ہے۔

آنحضرت ﷺ میانہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان دوسروں کی بہ نسبت زیادہ فاصلہ تھا۔ سر کے بال گھنے تھے، جو کانوں کی لووں تک آئے رہتے تھے۔ آپ کی ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ صفات مردوں کے لئے پسندیدہ ہیں۔ اس لئے کہ قوت اور بہادری کی علامت ہیں۔ سر مبارک بڑا تھا۔ اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط اور بڑی بڑی تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی باریک دھار تھی۔ آپ ﷺ چلتے تو معلوم ہوتا آپ ﷺ بلندی سے نیچے تشریف لا رہے ہیں۔

ایک دوسری روایت ہے آنحضرت ﷺ کے سر کے بال گھنگریالے تھے۔ آپ ﷺ کا چہرہ بالکل گول تھا نہ بدن بھاری۔ البتہ آخری عمر میں آپ ﷺ کا بدن بھاری ہو گیا تھا۔ تاہم جوانی اور نوجوانی کی جولانیوں میں کچھ فرق نہ آیا۔ آپ ﷺ کے چہرے میں معمولی سی گولائی تھی۔ آپ ﷺ کی آنکھوں کی پتلی سیاہ اور پلکیں دراز تھیں۔ آپ ﷺ جب کسی سے مخاطب ہوتے تو پوری توجہ فرماتے۔ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ انبیاء کا سلسلہ ختم کرنے والے تھے۔ سب سے زیادہ دریا دل، سب سے زیادہ راست گو، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے اور سب سے زیادہ خاندانی شرافت والے تھے۔ جو شخص آپ کو ﷺ اچانک دیکھتا، مرعوب ہو جاتا۔ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا، گرویدہ ہو جاتا۔ آپ ﷺ کا سراپا بیان کرنے والا یقیناً کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور ﷺ جیسا جمال و کمال کا مرقع نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کا چہرہ ایسا روشن اور تاباں ہے کہ تشنہ لب اس سے سیرابی حاصل کر سکتے ہیں۔ جو یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہے۔ آپ کے محسن رفیق سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی نسبت کہا:

"آپ ﷺ امین ہیں، مصطفیٰ ﷺ ہیں، لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ ﷺ چاند کی چمکنے والی ایسی روشنی ہیں، جس سے تاریکی چھٹ جاتی ہے"۔

ام معبد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

"آنحضرت ﷺ دور سے بے حد وجیہ اور خوبصورت نظر آتے۔ قریب سے انتہائی پرکشش اور جاذب معلوم ہوتے"۔

(از شمائل ترمذی)

حدیث شریف میں ہے...... آپ کے چہرے پر ہر وقت تبسم کھلتا رہتا۔ آپ ہر آنے والے کے ساتھ ایسے ملتے گویا وہ آپ کا دیرینہ واقف ہے۔ ہر صحابی رضی اللہ عنہ یہی گمان کرتا کہ حضور ﷺ کو میرے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔

(پیغمبر اسلام ﷺ کا مختصر تعارف از علامہ فاروقی شہید رحمہ اللہ)

سیرۃ نبوی ﷺ کا امتیازی پہلو!

حضور علیہ السلام کا امتیاز انبیاء پر ایسے ہی ہے جیسے چاند کو ستاروں پر، سورج کو باقی لامعات پر، سمندر کو ندیوں پر گلستانوں کو سبزہ زاروں پر، اور یہ کہ جمعہ کو

دوسرے ایام پر، رمضان المبارک کو باقی مہینوں پر، مسجد حرام کو جمیع مساجد پر اگرچہ باقی تمام فضیلتیں بھی فضیلت نبوی ﷺ کی یوزہ گر ہیں، تاہم ان سے اعجاز نبوی ﷺ ہی نمایاں ہے۔

جمادات کی یہ مثال مثل لہ کو قریب الفہم کرنے کی خاطر تھی، انسانیت کے باب میں بھی آپ اگر نظر کریں تو حضور سرور کائنات ﷺ کو کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پر ایسے ہی فوقیت حاصل ہے۔ جیسے..... بادشاہ کو وزراء پر، صحابی کو تابعی پر، تابعی کو تبع تابعی پر، آئمہ کو اولیاء پر، اسلاف کو اخلاف پر، مفسر کو محدث پر، معلم کو مبلغ پر، عالم کو عابد پر..... تو اسی طرح حضور ﷺ کی فضیلت کیلئے عالم انسانیت سے سینکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں..... اگر مناقب کے باب میں حدود سے تجاوز نہ سمجھا جائے تو یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ آفاق ہستی میں تفاوت مراتب کا سلسلہ ختمی مرتبت کی مرتبت کو اجاگر کرنے کیلئے معرض شہود میں آیا..... بات موضوع سخن سے دور نہ نکل جائے۔

حسن یوسف دم عیسٰی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اگر اور انبیا انبیاء ہیں تو رحمت دعضو کا تاج پہن کر آنے والا یہ نبی خاتم النبیین ہے۔ (القرآن پ۲۲ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳)

اگر اور انبیاء کرام کی نبوتیں، ایک قوم، ایک بستی، ایک شہر ایک جگ یا ایک قرن کیلئے تو آپ کی نبوت جمیع آفاق اور تمام عالمین کیلئے رہبری کی حامل ہے۔ (القران)

اگر اور انبیاء کی نبوتیں عوام کیلئے خاص ہیں تو عبداللہ کے یتیم کی نبوت کے سامنے انبیاء و مرسلین بھی دم بخود نظر آرہے ہیں۔ بلکہ ان کی بعثت ہی سرور کائنات کی نبوت کی تصدیق پر موقوف ہے۔ (و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین)

اس کوہ صفاء پر جلوہ افروز ہونے والے نبی کی ظفر مندیوں کی کیا انتہا ہو سکتی

ہے۔ جسے اس وقت ہی نبوت کا تاج پہنا دیا گیا تھا کہ ابھی آدم پانی اور مٹی میں تھے۔ (از مسند احمد)

پھر اس نبوت کی عظمت یہ کہ یہ نبوت قیامت تک رہے گی۔ (مستدرک حاکم بیہقی وابونعیم)

جب دوسری نبوتیں زمانوں کے ختم ہونے کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئیں۔ (مستدرک)

اگر دوسرے انبیاء کو کمالات نبوت کے ساتھ فقط مخلوق محض ہونے کا شرف ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کو سبب تخلیق ہونے کا اعجاز۔ جس طرح ہمارے نبی کائنات میں مقصد تخلیق ہونے کے لحاظ سے اول ہیں تو ایسے ہی عہد الست میں بلیٰ کا جواب کہنے والوں میں بھی آپ کا نام سب سے اول ہے۔ (از خصائص کبریٰ)

شاید اسی کے سبب قیامت میں آپ ﷺ ہی سب سے پہلے قبر سے اٹھائے جائیں۔ (مسند احمد)

اسی طرح دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام ابھی شور قیامت میں پانی پانی ہوں گے اور ہمارے نبی کو اول پکارا جائے گا تاکہ مقام محمود پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی منتخب و مخصوص حمد کریں ......قال النبی اول من یدعی کذالك ـ الخ...... اولیت کی مناسبت دیکھو، آپ ﷺ ہی قیامت کے دن سب سے پہلے سجدہ ریز ہوں گے۔ (مسند احمد)

دوسرے انبیاء، اولیاء بعد میں شفاعت کریں گے، اول شفیع ہمارے آقا و مرسل ہی ہوں گے (ابونعیم)۔ جامعیت نبوی ملاحظہ ہو!

دوسرے نبی فقط اپنی اپنی امتوں کی سفارش کریں گے اور محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کل کائنات کی شفاعت کر کے شفاعت کبریٰ کا مقام پائیں گے۔ (مسند احمد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

ہمارے نبی ایسے وقت میں شفاعت کریں گے۔ جب دوسرے انبیاء کی زبانوں پر ہوگا ......لسنت لہالست لہا...... میں اس (شفاعت) کا اہل نہیں، اہل

نہیں، تو آقائے انسانیت فرما رہے ہوں گے۔ انا لھا انا حتّٰی میں اس کا اہل ہوں، میں اس کا اہل ہوں۔ (ابن ابی شیبہ)

ہمارے نبی عرش کی ایسی دنیا تک پہنچے جہاں ملائک کو رسائی کی طاقت نہیں۔ ختم نبوت کے حامل نبی کی شان مرتبت کا صدقہ ہے کہ پل صراط کو عبور کرنے والے بھی آپ ﷺ ہی سب سے پہلے ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

باب جنت کھٹکھٹانے والے آپ ﷺ ہی ہوں گے۔ (ابونعیم)

جنت میں سب سے اول داخل ہونیوالے بھی آپ ﷺ ہونگے۔ (دارمی)

آپ ﷺ کو کتاب بھی ایسی عطا ہوئی ہیں جس نے باقی تمام ساوی کتب کے احکام منسوخ کر دیئے...... (القران) ......الیوم اکملت لکم دینکم...... دوسرے انبیاء کو دین محض ملا تو آپ کو کمال دین عطا ہوا۔ اس طرح پہلے دین ہنگامی تھے تو آپ کا دین دوامی حیثیت کا حامل تھا۔ پھر آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب محفوظ و معنون اس طرح ہوئی کہ خود بھیجنے والے نے حفاظت کا ذمہ لے لیا......انانحن نزلنا الذکر...... اور جس سے تحریف وتبدیل کا سلسلہ قطعاً ناممکن ہوگیا۔ جس شریعت موسوی میں جلال غالب تھا۔ آنحضرت ﷺ کی ذات ایسی ہوئی جس میں جلال و جمال کی رنگینی ورعنائی نے اعتدال کا حسن عظیم پیدا کر دیا۔ ایسے ہی مندرجہ بالا شرائع میں تفارت تھا۔ تو آپ ﷺ کی شریعت کی تساوی ہوئی۔
(مستدرک حاکم)

بنابریں دوسری شریعتوں میں صرف باطن پر احکام لگائے گئے تو نبی علیہ السلام نے ظاہر کے ساتھ باطن پر بھی حکم کیا یعنی آپ کو شریعت کے ساتھ طریقت بھی عطا ہوئی۔ مزید یہ کہ انبیاء سابقین نے شرائع اصلیہ پر ہی اکتفا کیا لیکن ہمارے آقا و مرسل کی شریعت کو اجتہادی مذاہب بھی عطا ہوئے۔ جس سے مذہب کی جامعیت و کاملیت میں کچھ شبہ نہیں رہتا...... پھر شرائع کی جزئیات کو دیکھئے کہ اور انبیاء کو ایک ایک نماز یا حد تین نمازیں ملیں تو عظیم نبی کو سب سے زیادہ نمازیں عطا ہوئیں۔ (طحاوی شریف)

اعجاز نبوی یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اوروں کو ایک نماز کے بدلے میں ایک ہی کا ثواب ملے گا امت محمدیہ کو ہر نماز کے عوض ۱۰ نمازوں کا اجر دیا جائے گا۔(من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ...... مزید کمال یہ کہ دوسرے انبیاء نے بطور شکر کے اپنی نمازیں خود متعین کیں۔ تو مہبط جبرئیل کو آسمانوں کی مہمانی کے موقعہ پر خدائے برتر کی طرف سے یہ تحفہ ملا۔(مشکوٰۃ)

پھر مواضع صلوٰۃ کے لئے پہلی امتیں صرف مخصوص مسجد یا صومعوں میں نماز ادا کر سکتی تھیں، مگر امت محمدیہ کیلئے کرۂ ارض کا ہر خطہ مسجد بنا دیا گیا۔

(بخاری و خصائص کبریٰ جلد۲، صفحہ ۱۸۷)

محسن انسانیت کو یہ اعجاز بھی عطا ہوا کہ اذانوں میں تکبیروں میں خطبوں میں دعاؤں کے افتتاح واختتام میں آپ ﷺ کے منصب نبوت کی شہادت کو ہر مسلمان کیلئے ضروری قرار دیا گیا ...... حتیٰ کہ زمینوں میں، غاروں میں، پہاڑوں میں، صحراؤں میں، اور بیابانوں میں بھی آپ کا نام پکارا گیا ...... ورفعنا لك ذكرك ...... اگر اور انبیاء کو عملی معجزات (عصائے موسیٰ، ید بیضا، احیاء عیسیٰ وغیرہ) عطا ہوئے۔ جو آنکھوں کو مطمئن کر سکے تو حضور ﷺ کو ایسے سینکڑوں معجزات کے ساتھ علمی معجزہ (قرآن) بھی دیا جو روح کو اطمینان بخش دے۔ ضمیر و عقل کو سکون مہیا کرے ...... پھر یہ ایسا علمی معجزہ کہ اسے دوام نصیب ہوا جبکہ دوسروں کے معجزات ہنگامی تھے۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳)

نیز دوسرے انبیاء کی کتب میں صرف ایک ہی مضمون مثلاً تہذیب معاشرت اور ایک لغت پر نازل ہوئیں۔ تو حضور ﷺ کے علمی معجزات میں سات اصولی مضامین بتائے گئے، جس سے ادوار و زمن کی تمام ضرورتیں بآسانی حل ہو سکتی ہیں ...... نبی اکرم ﷺ کے جوامع الکلم ہونے کا اعجاز یہ کہ ان کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں سینکڑوں صحیفوں اور آسمانی کتابوں کے جمیع مضامین سمو دیئے گئے ہیں۔(مشکوٰۃ)

پہلے انبیاء کو انفرادی عبادتیں عطا ہوئیں مگر ہمارے نبی ﷺ کو صف بندی ایسی اجتماعی عبادت ملی، حج کا اجتماع ملا کہ امیر وغریب، آقا وغلام ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں، جس سے مساوات محمدی ﷺ کی شان نمایاں ہوتی ہے۔

(از روایت حذیفہ ؓ)

یہ کیا ہی اعجاز قرآن ہے کہ ایک ہی علمی معجزے نے عالم انسانیت کی اکثریت کو مسخر کر رکھا ہے۔ جبکہ اور انبیاء کے معجزات اقلیتوں کو جھکا کر رام کر سکے۔ ادھر کلام ہدیٰ کے سحر سے کروڑوں ایمان لے آئے۔ جو ایمان نہ لائے اسکے اصول ماننے پر مجبور ہو گئے...... پھر بعض نے انہیں اسلامی اصول کہہ کر تسلیم کر لیا بعض نے عملاً تسلیم کیا تو زبانیں ساکت رہیں۔ (بخاری)

آخری کتاب بھی ایسی ہے کہ جس میں فاتحہ الکتاب اور خواتیم سورۃ البقرۃ کا مضمون پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوا۔ پھر اس کتاب کے ہر لفظ کی تلاوت سے دس نیکیاں دی جائیں گی۔ (مشکوٰۃ ودارمی)

پھر ایسا اثر اس میں پیدا کیا گیا کہ اس کلام کی سینکڑوں مرتبہ کی تلاوت کے بعد بھی قلب ونظر کا شوق تلاوت اپنے تئیں کوئی کمی محسوس نہ کرے گا۔ نہ ہی محققین اس کے مطالب واضح کر کے امتیں فقط اپنے نبی کے نام سے پہچانی جائیں گی۔

(مسلم روایت ابو ہریرہ ؓ)

انبیاء سابقین اپنے اسماء سے پکارے گئے ...... یا آدم. یا نوح .یا ابراهیم. یا یحیی. یا موسیٰ. یا داوٗد. یا زکریا. یاعیسیٰ ...... ہمارے محسن کو تکریماً منصبی القاب سے پکارا گیا۔ شان محبوبیت ہے..... یاایھا النبی، یاایھا المزمل، یاایھا المدثر اور کبھی یاایھا الرسول کہا گیا...... یہ شان محبوبیت ہے۔ اور یہ کہ آنحضرت ﷺ کو نام لیکر پکارنے سے روکا گیا۔ خاتم النبیین کا اعجاز ملاحظہ ہو، دوسرے انبیاء کو روحانی معراج ہوا مگر یہ ضیف السماء روحانی مدراج ومعارج کی سر بلندیوں کے ساتھ ساتھ سموات کے اس پار پہنچا کہ ملائکہ بھی وہاں کی رسائی نہیں رکھتے۔

جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی انتہا ہوئی وہاں سے تو ہمارے محسن نے ابتداء کی تھی...... یہی وہ آخری نبی ﷺ ہیں۔ جس کی بیوی کو ملائکہ کا سلام آیا۔ (نسائی)

(سیرت النبی شبلی ج ۳، صفحہ ۳۴۸)

آنحضرت ﷺ ہی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس کی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا۔ (بخاری)

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام اور دو ہزار ملائکہ بھی آئے۔ غزوہ اُحد میں جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی حفاظت کی۔ آپ ﷺ کو اپنے امتی بلال رضی اللہ عنہ کا وجود مثالی جنت میں دکھایا گیا۔ (بخاری و مسلم)

آپ ﷺ نے بلا حجاب جمال الٰہی کو دیکھا...... آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں مسیح علیہ السلام کا وجود مثالی دیکھا۔ (سیرت النبی ﷺ شبلی، جلد ۳)

آپ ﷺ نے دوران سفر وادی ارزق میں دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گھاٹی سے اتر رہے ہیں۔ (صحیح مسلم)

ہرشا کی گھاٹی میں آپ ﷺ نے متی کے بیٹے یونس کو سرخ اونٹنی پر دیکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام کمبل کا جبہ پہنے ہوئے ہیں اور نکیل کھجور کی چھال کی ہے۔ (صحیح مسلم)

واقعہ معراج کے بعد آپ ﷺ کفار کے سامنے بیت المقدس کا پورا نقشہ دکھا رہے تھے، آپ ﷺ کے اشارے سے بت گرنے لگے۔ (بخاری)

پہاڑوں سے سلام کا جواب آیا۔ (ترمذی)

روایت کے مطابق تین مرتبہ شق صدر ہوا۔ ہر مرتبہ سینہ نور سے بھر دیا گیا۔ آپ ﷺ کا لعاب مبارک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی کو لگا درست ہوگئی، لعاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں پہنچا درست ہوگئیں، وہی لعاب کڑوے کنوئیں میں گرا میٹھا ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ کا بوجھ ایک آدمی کے ساتھ کیا گیا، آپ بھاری نکلے۔ "

آدمیوں کے ساتھ بوجھ کیا گیا، آپ ﷺ پھر بھی بھاری نکلے۔ پھر ہزار کے ساتھ وزن ہوا آپ ﷺ پھر بھی بھاری نکلے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا اگر کل دنیا کے ساتھ بھی آپ ﷺ کا بوجھ کیا جائے تو آنحضرت ﷺ کا پلڑا جھک جائے گا۔

(سنن دارمی باب کیف)

جب شک واضطراب اور ڈھل مل کے خوگروں نے آنحضرت ﷺ سے قبل مسیح اللہ کو ابن اللہ کہا، اہل تبت نے ولائی کی مسند پر بٹھایا۔ ہندوؤں نے ایشور کو خدا کا اوتار کہا، اور اہل انگلستان نے کنگ آرتھر کو معصوم وغیر معصوم کی شناخت کا آلہ بنایا۔ تاتاریوں نے بیگم النقوا کے بیٹوں کو فرزندان نور قرار دیا، زنان مصر نے جمال یوسف کی جھلک دیکھی تو بے ساختگی کے عالم میں پکارنے لگیں، یہ تو " فرشتہ بزرگ" ہے، یہ تو جزوی کمالات کی رفعتوں کا پرتو تھا...... جب وجہ منیر کی تابانیت ہوئی تو آپ ﷺ کے متعلق بھی بعض نے مالک وخالق ہونے کا فاسد عقیدہ گھڑا۔ اجی بشر تو نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر دیکھا آپ نے کہ قرآن نے ان کا زعم باطل کر کے کیسے ان کی کایا کلپ کر دی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... رسولا منکم...... یہ رسول تمہیں میں سے ہے۔ پھر نبی ﷺ کی زبان حق ترجمان سے کہلا دیا...... هل كنت الا بشرا رسولا ...... میں اللہ کا رسول بشر ہوں، مشرکین مکہ جن کی عقل وبصارت پر، اباطیل کے حجاب تھے، وہ کیا جانتے تھے مقام بشریت کو، انہیں کیا خبر تھی کہ یہی مخلوقات کا برترین درجہ ہے، حالانکہ بشرا گر بشر ہو تو نورانی مخلوق بھی اس پر غبطہ کرتی ہے، رشک کرتی ہے۔ قرآن کریم نے ان کوتاہ بینوں کو نظر بلند پرواز کا ہم عنان بنا کر جا بجا اعلان فرما دیا......" ہم نے تمہاری طرف تم ہی میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا ہے۔" (القرآن)

آخر اسے بھی تمہاری طرح انسانی ضروریات ہو سکتی ہیں۔ وہ تو مقتضیات الہیہ کا پابند ہے لیکن تم ہو...... کہ اپنی مجبوریوں کے باعث...... میری اطاعت سے عذر لنگ تراشتے ہو؟ ...... اپنے صاحب کو دیکھو وہ انسانی مصروفیات کے انہیں کو حرف

آخر قرار دے سکیں گے بلکہ اس سمندر کی اتھاہ گہرائیوں سے ہدایت علمیت کی نئی نئی سیپیاں نکلتی رہیں گی، نہ ہی یہ کلام کسی اور کلام سے ملتبس ہوگا۔ (دارمی)

ایسا معجز کلام ہمارے نبی ہی کیلئے منتخب کیا گیا...... یہی وہ کلام ہے جس کی سورتوں کی تلاوت ارض وسما کی آفرینش سے قبل خود باری تعالیٰ نے فرمائی۔ جس پر ملائکہ نے امت محمدیہ کو پیغام تہنیت دیا۔ (دارمی)

فقط جس کی ایک سورۃ الدخان کی تلاوت سے ۷۰ ہزار ملائکہ مغفرت کی دعا کرنے لگیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۷)

جس کتاب میں روحانی جسمانی سینکڑوں امراض کا علاج ہے۔ جس میں صلاح وعمل، فکر ونظر، غور و خوض کی تلقینات کے علاوہ سیاسیات، معاشیات، اقتصادیات، عمرانیات کے درس موجود ہیں۔ جس میں علمی، عملی، تبلیغی، تعلیمی، معاشرتی ہدایات، علوم ومعارف، اسرار ورموز، قصص وواقعات، پند ونصائح اور اسلوب زندگی کی ہر نگارش اپنی کاملت کے ساتھ عیاں اور نمایاں ہے۔ ایجاز و اختصار کا یہ مرقع رشد وہدایت کے آفتاب کی کوثر سے ڈھلی ہوئی زبان میں ہر دور کیلئے مشعل راہ بنا رہا ہے۔

ارکان اسلام کی قبولیت ملاحظہ ہو۔ ہمارے نبی ﷺ کو دوران عبادت ہی تحیت وسلام کا تحفہ نادرہ عطا ہوا۔ جبکہ دوسرے انبیاء اس کی جہت سے مخاطب ہی نہیں۔ کیا ہی عجب مقام ہے ہمارے نبی کا یوم محشر میں دوسرے انبیاء کے پرچم محدود لوگوں کیلئے ہوں گے۔ لیکن رہبری بنی آدم کا پرچم عالمگیر ہوگا۔ کل ذریت آدم اس کے نیچے ہوگی اس کا نام لواء الحمد ہوگا۔ (مسند احمد)

روز محشر میں شافعی محشر خطیب ہوں گے۔ دوسرے انبیاء سامعین ہوں گے۔ (خصائص کبریٰ)

امت محمدیہ اپنے اعضائے وضو کی انوکھی روشنی سے پہچانی جائے گی، دوسری باوجود لیل ونہار میرے تابع کئے ہوئے ہے۔ اس کا اٹھنا، بیٹھنا، جاگنا، سونا اور لمحات

زندگی کا ہر نفس میرے احکام کی پیروی میں ہے، یہ درست ہے کہ وہ نبوت کے ایسے مقام علو پر فائز ہے کہ تم اس سے ہزاروں گنا زیادہ ظاہری عبادتیں کر کے بھی اس کا مرتبہ نہیں پا سکتے۔ تاہم تمہیں اپنے ہی قبیلہ اور قوم کے اس عظیم انسان کی طرح میرے اوامر و نواہی کا خیال کرنا چاہئے۔

وہ جس انقلابی تحریک کا والی اور علمبر دار ہے تمہیں اس کا سپاہی بن کر کام کرنا چاہئے۔

ہمارا محسن رحمۃ للعالمین ہے:

یعنی جہانوں کیلئے رحمت، زمانوں کیلئے رحمت، اپنوں کیلئے رحمت، غیروں کے لئے، رحمت عالم دنیا کے لئے رحمت، عالم عقبی کیلئے رحمت، عالم برزخ کے لئے رحمت، عالم حیوانات کیلئے رحمت، سب کے لئے رحمت، سراپائے رحمت، جس نے گناہگاروں کو اسرار توبہ کی تعلیم دی۔ جس نے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کو جداگانہ مرتب فرمایا۔ جس نے مراتب احسان اور مقامات عرفان عطا کیے۔ جس نے رہزنوں کو دیانت اور دشمنوں کو اخوت کا سبق دیا...... وہ رحمۃ للعالمین کہ جس کے پرچم تلے چینی وافغانی، افرنجی وایرانی، شامی وسوڈانی، مصری وعدنانی، رومی وخراسانی، ہندی وجاپانی، فوقانی وتحتانی ایک ساتھ کھڑے ہیں۔ جس نے رنگتوں کا تبان ختم کر دیا، زبانوں کا اختلاف مٹا دیا، الوان کا فرق ہیچ بتایا، صورتوں کا بُعد بعید کر دیا...... ایک خدا ایک رسول اور ایک کتاب کے ماننے والے، جاننے والے، سمجھنے والے ایک ہی صف میں کھڑے کر دیئے ...... جس نے شمالی عرب کو روما کی غلامی سے اور عرب کو ایرانی کی آلائشوں سے آزاد کر دیا ..... جس نے غلاموں کو حریت کا جذبہ دیا، غارت گری غارت کر دی، طوائف الملوکی ختم کر دی، شاہوں کے حیوانی تعیش اور سرداروں کے عشرتی فواحش کی دھجیاں اڑا دیں۔ تمام دنیا کو امن وسلامتی کا پیغام دیا۔ دشمن کو راست کر نیوالا نظام دیا، صلح وآشتی کو مرتفع کیا...... جس نے غلامی کے نقائص دور

کرنے کی تدابیر کیں، غلاموں کیلئے برابر کا کھانا، برابر کا پہنانا، ان کی استطاعت سے بڑھ کر کام نہ لینا فرض ٹھہرایا۔ اس طرح غلاموں کو خاندانوں کا ایک جزو یا ممبر بنایا، غلاموں کو حق مکاتبت بخشا، جس نے قانون شریعت میں غلاموں کی آزادی کے مواقع نکالے، آقاؤں کو حریت اور عتاق کے فضائل سنائے ...... جس نے غلاموں کو حصول قرابت وصہریت اخذ امارت وقیادت، نصب امارت وولایت اور عطائے صلح دامان سے مالا مال کیا، یقیناً وہی نبی رحمۃ للعالمین ہے جس نے انسان کو انسانیت سکھائی، بنی آدم کو ان کے فرائض وواجبات کی ادائیگی کا سبق دیا، اپنا ہر اصول ہو بہو انسانی فطرت کے سانچے میں سمجھایا، اتحاد واتفاق کو اساسی زندگی کہا، الصاق وارتباط ہی سے کامرانیوں کے مظاہر سمجھائے، پھر اس کے فیض سے صرف امیر یا صرف غریب ہی نہیں بلکہ دنیائے انسانیت کے ہر طبقے ہر فرد اس ہدایت کے سرچشمہ سے سیرابی حاصل کر سکتا ہے ...... حکمران کیسے حکمرانی کریں، بادشاہ کیسے رعیت پروری کرے۔ غریب، امیر، کسان، مزدور، محنت کش، دانشور، سرمایہ دار، جاگیردار، کس طرح اپنی حیات مستعار کے ایام سنواریں کہ فوز وفلاح کے امیدوار ہو جائیں ......
پھر اسلامی مملکت کے اصول وقوانین، نظام فوجداری کی تدوین، خارجہ پالیسی، بین الاقوامی تعلقات، سیاست کے پیچ وخم، معاشی بدحالیوں میں اپنا طریق کار، اقتصادی ناہمواریوں میں اپنا کردار، کفار کے ساتھ صلح وآشتی کے مواقع، دشمن کی صفوں کو خاک کرنے کی تدابیر، ذمیوں کے ساتھ اسلامی سلطنت کا برتاؤ، مرتدوں کے ساتھ اسلام کا طرز عمل، جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک!

علاوہ ازیں انسانی زندگی اور اسلامی سلطنت کا کوئی موڑ ایسا نہیں جس کی پیچیدگیوں کا حل ہمارے نبی نہ سکھایا ہو، نہ بتایا ہو۔ اسی خاطر مجھے یہ بات کہنے میں کچھ باک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کو صرف مسلمانوں کا رہبر بنا کر پیش کرنیکی بجائے آپ کو غیر مسلم اقوام کا ہادی ومہدی بھی بتایا جائے، تو حقیقت کی ترجمانی ہوگی۔

کیونکہ آج دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں جس کے بیشتر اعلیٰ اصول

آنحضرت ﷺ کی تعلیمات سے ماخوذ نہ ہوں۔ ان اقوام کے اسلام لانے سے مجھے بحث نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کی زندگی سے اخروی نہ سہی دنیوی رہنمائی تو ضرور حاصل کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی اس جامع صفات شخصیت کے پیش نظر قرآن نے آپ کو رحمۃ للعالمین کے نادر وصف سے موصوف کیا ہے۔ کیوں نہ ہو جس نے کاہنوں کے ترہب سے جدا، ہندوؤں کے جوگ سے علیحدہ، عیسائیوں کے نن ومنک سے ماورا ... عالم انسانیت کو ایک جامع اور ہمہ گیر نظام دیا جس نے عورتوں کی اہانت کی رسم ختم کر کے بیٹیوں کو زندہ درگور ہونے سے محفوظ کیا۔ جس نے کہانت وشعبدہ بازی کے تقدس توڑ دیئے۔ افراط وتفریط کی برائیاں مٹادیں۔ اس نے ایک قرآن دیا جس نے علوم ومعارف کا ایک عظیم خزانہ عالم کو دیا۔ پھر وہ علوم عملی صورت میں سنت کے نام سے دنیا کو دیئے۔ جس کے باعث پہلی کتاب کے مغلقات واضح ہو گئے۔ معقدات کھل گئے، اجمال کی تفصیل کر دی، متن کی تشریح کر دی، رحمۃ للعالمین کا جاری کردہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور تا قیامت ان کے فیوضات سے دنیا منور ہوتی رہے گی۔

(رہبر ورہنما از مولانا فاروقی شہید ؒ)

آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق

عدل واحسان:

جو شخص کسی کے ساتھ برائی کرے، اس کے ساتھ اتنی ہی برائی کی جائے۔ یہ عدل ہے۔ اس کے انتقام کو چھوڑ دینا درگزر کرنا معاف کر دینا یہ احسان ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دونوں اصولوں پر عمل کر کے اخلاق امت کو سنوارنے کی کوشش کی، تاہم دوسرے اصول یعنی احسان کے واقعات سے آنحضرت ﷺ کی پوری زندگی بھری پڑی ہے۔

آپ ﷺ نے تحمل اور نرم مزاجی کا سبق سمجھایا۔ فقراء پر آپ ﷺ نے مالی

احسان کیا۔ دشمنوں پر ان کی سختیوں سے درگزر کر کے بھی محسن کا درجہ پایا، اخلاق کی سب سے بھاری اور دشوار صفت جو اکثر نفوس پر شاق گزرتی ہے وہ عفوو درگزر، ضبط نفس، تحمل اور برداشت ہے۔ لیکن نبی علیہ السلام نے اس درشت زمین کو بھی باسانی طے فرمایا...... یہ برداشت کا انتہائی درجہ ہی تھا کہ کفار طعنے دے رہے ہیں، مشرکین کو ڑا کرکٹ پھینک رہے ہیں، دشمن راستوں میں کانٹے بچھا رہے ہیں، ابو جہل آنحضرت کے مکان کا گھیراؤ کر رہا ہے، گالیاں دی جا رہی ہیں، مکہ سے نکالا جا رہا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تپتی ریت پر لٹایا جا رہا ہے، انگاروں پہ جلایا جا رہا ہے، شعب ابی طالب میں محصور کیا جا رہا ہے، قیامت خیز مصائب کا مورد بنا جا رہا ہے، مگر جب اپنا اقتدار آیا تب بھی انتقام نہ لیا۔ فتح مکہ میں جب دشمنوں کی گردنیں ماری جا سکتی تھیں، اپنا رعب عدل کر کے بھی جمایا سکتا تھا، ایسے موقع پر محسن اعظم ﷺ نے فرمایا ......**لا تثریب علیکم الیوم**...... یعنی آج کے دن تمہارے اوپر کوئی سختی نہیں، میں نے اپنے سب دشمنوں کو معاف کر دیا، یہ اخلاق کی تلوار دلوں سے نیچے اتر گئی، احسان کی تیغ نے جفا کاروں پر ایسا اثر جمایا کہ بیشتر کلمہ پڑھ گئے ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ جو آدمی خدا کے حکم تو توڑتا اسے شرعی سزا دی جاتی۔ اور تو اور اخلاق کا یہی رنگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی غالب آ گیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا ما غضبو اھم یغفرون

''اور جب ان کو غصہ آتا ہے وہ معاف کر دیتے ہیں''

یہ سب کمالات محسن انسانیت ﷺ کا پرتو تھے پھر عدل کے مواقع میں بھی آپ نے عظیم اخلاق پیش کیا۔ ایک دفعہ جب بنو مخذوم قبیلہ کی مسلمان عورت فاطمہ رضی اللہ عنہا چوری کے جرم میں گرفتار کر کے دربار رسالت میں لائی گئی۔ قریش نے چاہا کہ اس کو سزا نہ دی جائے، حضرت اسامہ بن زیدہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے آپ ﷺ تک سفارش پہنچائی گئی اس موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم سے پہلی قومیں اس لیے ہلاک ہوئی ہیں کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا اسے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اگر کوئی معمولی آدمی چوری کرتا، اسے سزا دی جاتی تھی۔ خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔''

برائی کی جگہ نیکی:

''احسان'' سے بھی اگلا درجہ یہ ہے، اس کے عوض نیکی کا سلوک کیا جائے۔ اس پر معافی ہی نہیں بلکہ اس کے عوض احسان کیا جائے۔ آپ ﷺ بھی بیشتر دفعہ نہ صرف معاف کرتے بلکہ زیادتی کرنے والے کے ساتھ بھلائی کرتے۔ اچھا سلوک کرتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک سن رسیدہ بڑھیا کو بوجھ اٹھائے دیکھا، تو لپک کر آپ ﷺ نے اس کا بوجھ اپنے سر لے لیا...... بڑھیا نے کہا اے نوجوان ...... تیرے روشن چہرے سے بلند اخلاق وکردار کی مہک آتی ہے ......دیکھنا میری نصیحت یاد رکھنا...... مکہ میں ایک جادوگر محمد نامی کہیں سے آیا ہے، اس کے پھندے میں نہ پھنس جانا، اس کی صحبت سے دور رہنا۔ وہ آباؤ اجداد کا دین چھوڑ بیٹھا ہے، سب لوگ اسے دیوانہ اور مجنوں خیال کرتے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کی نسبت بہت سی باتیں کیے جارہی تھی، لیکن آپ ﷺ بھلائی کے ساتھ عظیم احسان کے پیکر بنے ہوئے تھے، آخر اس نے پوچھا اے نوجوان ...... تیرا نام کیا ہے ...... آپ ﷺ فرمارہے تھے۔ اماں محمد ﷺ ہی میرا نام ہے ......بس بڑھیا انگشت بدنداں رہ گئی اور حیرت سے کہہ رہی تھی ......اے محمد ﷺ......اگر آپ ﷺ کا اخلاق ایسا بلند ہے تو مجھے جلد کلمہ شہادت پڑھا دیجئے۔

(سیرت ابن ہشام)

فقر واستغنا:

مکی زندگی کے احوال میں خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''مجھ پر تیس دن رات (مسلسل) ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی ایسا کھانا مہیا نہیں ہو سکا جسے جاندار کھاتے ہیں۔ بجز اس سے کہ جسے چھوٹی سی پوٹلی بنا کر بلال رضی اللہ عنہ اپنی بغل میں داب لیتے۔''

اعلیٰ اخلاقی عادات کے شہہ پارے:

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''آپ گھر والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی گالی یا گندی بات نہ آئی تھی۔ آپ ﷺ کسی پر لعنت نہیں کرتے تھے، دوسروں کی ایذا رسانی پر صبر فرماتے تھے، آپ ﷺ کنبہ کی اصلاح اور قوم کی درستگی کی طرف بہت توجہ فرماتے۔ آنحضرت ﷺ آسمانی بادشاہت پر ہمیشہ نظر جمائے رہتے تھے۔''

صحیح بخاری میں ہے:

''آپ ﷺ اطاعت شعاروں کو خوشخبری دینے والے، گناہگاروں کو ڈرانے والے، نہ درشت خو تھے نہ سخت خو، معافی مانگنے والوں کو معاف کر دیتے۔ آپ ﷺ گناہگاروں کو بخش دیتے تھے۔''

مشہور اسلامی فلسفی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں!

''آپ مویشیوں کو چارہ خود ڈالتے، گھر میں جھاڑو دیتے، بکری کا دودھ خود دھو لیتے، خادموں کو ان کے کاموں میں مدد دیتے، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے۔ بازار سے سودا خود لاتے، ادنیٰ و اعلیٰ کو پہلے خود سلام کرتے، غلام و آقا، حبشی و ترک میں فرق نہ کرتے، رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے۔ کتنا ہی حقیر شخص دعوت

دیتا قبول فرمالیتے، جو کھانا سامنے آتا اسے رات کے کھانے کیلئے
اٹھا نہ رکھتے۔ آپ ﷺ نیک مزاج نرم خو کشادہ دل اور خندہ جبیں
تھے۔ اندوہ گیں تے، ترش رونہ تھے۔"

اعلیٰ عادات واطوار:

سیرت ابن ہشام میں ہے:

"مکہ میں آپ کی راہگزر پر ایک عورت کوڑا کرکٹ کی ٹوکری لیے کھڑی ہوتی۔ جونہی وجہ منور کا حامل گزرتا، وہ عورت نجاست آنحضرت ﷺ کے نورانی چہرہ پر ڈال دیتی، جب ایک روز آپ نے گلی میں عورت کو نہ پایا تو دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ عورت ایک روز سے بیمار ہے، آنحضرت ﷺ اس کے مکان پر عیادت کے لیے تشریف لے گئے، یہ حالت دیکھ کر عورت سر گرداں ہوئی کہ کیا وجہ ہے کہ میری نجاست سے آلود ہونے والے آج میری عیادت کے لیے آیا ہے۔ عورت یہ بلند اخلاق دیکھ کر غلاموں میں شامل ہو گئی۔"

یہی وہ چیز تھی جس کے باعث ہر معاشرہ نے حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ کی توصیف میں دل وجان لگا دیئے۔

آپ بیماروں کی تیمارداری کے لیے بنفس نفیس خود تشریف لے جاتے۔ دشمنوں کے ساتھ بھی اخلاق سے پیش آتے۔ گالی دینے والوں کو معاف کر دیتے۔ وقتاً فوقتاً ہمسائے کی حالت دریافت کرتے تھے۔ کہیں وہ تکلیف میں نہ ہو، صداقت وامانت آپ ﷺ کا طرہ امتیاز تھا۔ دشمن بھی اپنی امانتیں حضور ﷺ کے پاس رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا جو حصہ مکہ میں گزرا...... اس وقت تک مکہ والوں نے قریب سے اعلیٰ اخلاق کے حامل کی ہر ادا کو جانچ لیا۔

ادھر مدینہ میں غریبوں کو پالا جا رہا ہے۔ جھونپڑیوں میں آپ ﷺ کی جلوہ افروزی ہوئی تو مزدور کا سر اونچا ہو گیا، خستہ حال مسافروں کی حاجت روائی ہوئی تو سب کے سب دل جھک گئے ......اپنے پر دوسروں کو فوقیت دی گئی تو سب رطب اللسان ہو گئے تکلفات کے حجاب اٹھے تو انس و غمگساری نے دل جیت لیے۔ یاد کرنے والوں پر رحم و کرم کا مینہ برسا تو تالیف قلوب کا سامان ہو گیا۔

کھلے عام تبلیغ و جہاد کا دور شروع ہوا تو معاشرتی اصلاح و عمل کا عظیم راستہ کھل گیا، نبی آخر الزماں ﷺ کے اخلاقی فکر و عمل نے ساری دنیا کو معاشرتی خوبیوں اور ایسے طرز زندگی کا سبق دیا۔ باہمی الصاق و ارتباط کی راہ دکھائی۔ اپنی تنگی میں دوسروں کے دکھ کا مداوا کرنے کا درس دیا۔

آپ ﷺ کی عفت و پاکبازی کو دیکھو......شرم و حیا ملاحظہ کرو...... عدل و انصاف جانچو...... اخوت و مساوات دیکھو...... امانت و دیانت پر غور کرو...... مقابل میں کسی بھی عہد ساز شخصیت کی تاریخ چھان مارو کہاں ایسی شجاعت ...... کہاں ایسی استقامت...... کہاں ایسی کریمانہ زندگی ...... کہاں ایسی عاجزی و انکساری...... کہاں ایسا جود و سخا...... کہاں ایسا ایفائے عہد...... کہاں ایسی خوش روئی ...... کہاں ایسا عدل و احسان ...... اگر کسی میں ایک وصف کی کاملیت ہے تو دوسرے کا فقدان ...... ایک کمال ہے تو دوسرا نقص......بس ہمارا محسن ہی جمیع کمالات کا ایسا مجسمہ تھا جس کی سیرت و صورت کے مثل کوئی سانچہ بنایا ہی نہیں گیا...... ڈھالا ہی نہیں گیا۔ متصور ہی نہیں ہوا۔

کبھی جمال ہے تو کبھی جلال ہے، کبھی تبسم ہے تو کبھی تفکر ہے، ایک وقت مبلغ ہے دوسرے وقت معلم ہے، ایک وقت مربی ہے دوسرے وقت سیاست دان ہیں، ایک طرف منتظم ہیں دوسری طرف جرنیل ہیں، شہسوار ہیں ایک طرف فوجوں کو تربیت دے رہے ہیں، دوسرے طرف جنگی کمان کر رہے ہیں، ایک طرف بین الاقوامی سیاسی معاہدے ہو رہے ہیں دوسری طرف سلطنتوں کی سلطنتیں قدموں پر

آ پڑی ہیں۔

ایسے عظیم جامع اور کامل رہبر ورہنما کی معاشرت کا طرز چھوڑ کر جو مسلمان کسی دوسری قوم کا طرز اپنا تا ہے، اسے خود ہی فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس کے اسلام کا دعویٰ کہاں تک درست ہے۔

آنحضرت ﷺ کا طریق عیادت مریض:

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا غلام سخت بیمار ہو گیا۔ آپ ﷺ عیادت کو گئے۔ جب وہ درد سے چیخا، آپ ﷺ فرماتے! گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ میں تمہارے پاس ہوں۔

ایک یہودی لڑکا جو آپ ﷺ کا خادم تھا، بیمار ہو گیا۔ آپ ﷺ عیادت کو گئے، وہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہیں، آپ عیادت کو گئے۔ تسلی دی، سینہ پر ہاتھ رکھا، دعا فرمائی وہ صحت یاب ہو گئے۔

عبداللہ بن ابی مرض الموت میں ہے۔ آپ ﷺ عیادت کو گئے۔

جابر بن عبداللہ بستر علالت پر تھے۔ آپ ﷺ عیادت کو گئے۔ آپ ﷺ نے منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے۔

آنحضرت ﷺ کا طریق خدمت خلق:

ایک بڑھیا جا رہی تھی۔ سر کا بوجھ بھاری ہے۔ وہ بمشکل قدم اٹھا سکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ بڑھے اور خود اس کا بوجھ اٹھالیا۔

ایک عورت ٹھوکر کھا کر گرتی ہے۔ قریش تمسخر کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اسے اٹھالیا اور گھر تک پہنچایا۔

ایک غلام آٹا پیس رہا ہے اور درد سے کراہ رہا ہے۔ آپ ﷺ قریب پہنچے، اسے آرام کے لیے لٹا دیا اور سارا آٹا خود پیس دیا۔ فرمایا ”اگر آٹا پیسنے کی ضرورت پڑے

تو مجھے بلا لیا کرو۔"

ایک بوڑھا غلام بڑی مشکل سے پانی کا مشکیزہ لا رہا ہے، آپ ﷺ بڑھے اور اس کا سارا کام خود کر دیا...... فرمایا۔"جب کبھی کام کی ضرورت پڑے تو مجھے بلایا کرو۔"

آنحضرت ﷺ ایک بیوہ کا سامان اٹھا کر لا رہے ہیں، ابوسفیان کہتا ہے تم نے حقیر حقیر لوگوں کا کام کر کے اپنی قوم (قریش) کو بدنام کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں ہاشم کا پوتا ہوں جو امیروں اور غریبوں کی یکساں حمایت کرتا تھا۔

مدینہ کی لونڈیاں حاضر ہوتیں، کام عرض کرتیں، آپ اٹھتے اور خود کام کر دیتے۔ (از مشکوۃ شریف)

تاریخ طبری اور "رحمتہ للعالمین" میں ہے!

بسا اوقات نبی علیہ السلام کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تا کہ رات کے اندھیرے میں آپ کے پاؤں زخمی ہوں۔ گھر کے دروازے پر عفونتیں پھینکی جاتیں تا کہ صحت وجمعیت خاطر میں خلل پیدا ہو۔

نبی علیہ السلام اس قدر فرما دیا کرتے ......فرزندان عبد مناف...... ہمسائیگی کا خوب حق ادا کرتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چادر کو بھینچ کر رسی جیسا بنایا۔ جب آپ ﷺ سجدہ میں گئے تو چادر کو حضور ﷺ کی گردن مبارک میں ڈال دیا اور پیچ پر پیچ دینا شروع کر دیئے...... گردن مبارک بہت بھنچ گئی تھی۔ تاہم حضور ﷺ اطمینان قلب سے سجدہ کی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے دھکے دے کر عقبہ کر ہٹایا اور زبان سے یہ آیت سنائی:

......اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰہ......

کیا تم ایسے آدمی کو مار رہے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔''

وہ کتنا ہی عظیم اور رفعتوں کا حامل نبی ہے کہ اہل کفر کی ناگفتہ بہ ایذاؤں کے باوجود فریضہ تبلیغ میں کوتاہی نہیں کرتا۔

آخر جب کفار مکہ آپ کی تبلیغ ہدایت سے حد درجہ تنگ آ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ظلم و تشدد کے ذریعے یہ تحریک روکے نہیں رکتی تو رؤساء قریش نے مصالحت اور سمجھوتے کا ڈول ڈالا...... یہ لوگ ابتدائی وفد کی صورت میں ابو طالب کے پاس پہنچے۔

سردار بولا ابو طالب! اپنے بھتیجے کو سمجھاؤ۔ وہ ہمارے دین کے تار پود اکھاڑ رہا ہے...... اسے کہو اگر سرداری کی ضرورت ہو تو ہم متفقہ طور پر آپ ﷺ کو مکہ کا سردار منتخب کرتے ہیں۔ اگر دولت وزر کی ضرورت ہو تو ہم خزانوں کے منہ کھول دیتے ہیں...... اگر اسے مکہ کے کسی متمول گھرانے میں شادی کی خواہش ہو تو جس کا نام کہے گا فوراً تعمیل کی جائے گی...... مگر وہ کلمہ توحید کی آواز بند کر دے اس سے ہمارے بتوں کا تقدس ٹوٹتا ہے، آباؤ واجداد کا دین خطرے میں پڑتا ہے۔ خدا کے لئے اسے سمجھاؤ۔ مقصد یہ تھا کہ محمد ﷺ کے انقلابی پروگرام کے اس پر اثر پروپیگنڈے سے عاجز آ گئے ہیں، خدارا اسے بند کرو...... آنحضرت ﷺ کی یہ سرد جنگ واضح طور پر قریش کی شکست تھی۔

اے اسلام کے نام پر اپنی عظمتوں کا پھریرا لہرانے والو!

چند ہی ٹکوں کے عوض مقدس ضمیر کا سودا کرنے والو!

سختی و بلا کے خوف سے اسلاف کا نصب العین چھوڑ جانے والو!

اس ہادی برحق کو دیکھو۔ آج سارے مکہ کی سیادت اس کے قدموں میں پڑی ہے۔ غور کرو نبوت کے لبوں سے کیا جنبش ہوئی ہے...... جب ابو طالب رؤساء مکہ کی یہ پیش کش لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے اور اجلاس کا پورا واقعہ سنایا...... اب جلال نبوت اپنے جوبن پر تھا...... سید لولاک ﷺ ان پیش کشوں کو ٹکراتے ہوئے واشگاف

انداز میں کہہ رہے تھے:

''خدا کی قسم! اگر ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند بھی
رکھ دیا جائے تو بھی اپنے موقف سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹوں گا۔''

(پیغمبر اسلام ﷺ کا تعارف از علامہ فاروقی ؒ)

☆☆☆☆

اصحاب وخاندان سید المرسلین ﷺ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کے آئینہ میں:

O...... ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون وعدا عليه حقا في التوراة والانجيل والقران
(پ۱۱،سورة التوبه

O...... وعدالله الذين امنو امنكم وعملوا الصلحات ليستخلفهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم۔
(پ۱۸سورة النور)

O...... اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوىٰ لهم مغفرة و اجر عظيم۔(پ۲۶سورة الحجرات)

O...... اولئك هم المفلحون . (پارہ۱،سورة البقرة)

O...... اولئك هم الراشدون . (پ۲۶سورة الحجرات)

O...... اولئك هم الفائزون . (پ۱۰سورة الانفال)

O...... اولئك هم المؤمنون حقاً (پ۱۰سورة الانفال)

☆...... بیشک اللہ تعالٰی نے سواد کر لیا مومنوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی جانوں اور اموال کا جنت کے بدلے میں کیونکہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں دشمنان خدا اور رسول ﷺ کو قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں اسی وجہ سے تورات اور انجیل اور قرآن میں ان کا تذکرہ ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر لیا ہے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے عمل کرنے والوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے کہ ضرور بالضرور ان کو اقتدار بخشے گا زمین میں، جیسا کہ انکے اگلوں کو اقتدار دیا گیا تھا اور جمادے گا دین ان کا، جس کو پسند کر دیا ان کیلئے۔

☆...... یہی وہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ہیں، جن کے دلوں کے تقویٰ کا خدا نے امتحان لیا ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔

☆...... یہی لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کامیاب ہیں۔

☆...... یہی لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ہدایت دینے والے ہیں۔

☆...... یہی لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کامران ہیں، یہی لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) پکے سچے مؤمن ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احادیث کے آئینے میں

(فرامین رسول ﷺ)

O...... علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین (مشکوٰۃ شریف)

O...... من سبّنی فاقتلوه ومن سب اصحابی فاجلد وه (مشکوٰۃ)

O...... اصحابی کا النجوم فبا یهم اقتد یتم اهتد یتم (ترمذی)

O...... یظهر فی اخرالزمان قوم یسمون الرفضه یر فضون الا سلام

O...... سیاتی من بعدی قوم یقال لهم الرفضة فان ادر کتهم فاقتلوهم فانهم مشر کون فانهم یسبتون ابا بکر وعمر ومن سب اصحابی فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین (ابن ماجه)

O...... سیاتی قوم یسبتونهم ویستنقصونهم فلا تجالسو نهم ولا نشاربو هم ولا تو اکلو هم ولا تنا کحوهم ولا تنکحوالیهم ولا تصلوا معهم ولا تصلوا الیهم حلة اللعنة (ابن ماجه)

☆...... میرے اور میرے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو لازم پکڑو۔

☆...... جو مجھے گالی دے اسے قتل کر دو اور جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دے اسے کوڑے لگاؤ۔

☆...... میرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

☆...... آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جن کو رافضی کہا جائے گا وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے۔

☆...... عنقریب میری بعد کچھ لوگ ہوں گے جن کو رافضی کہا جائے گا اور اگر تم ان کے پاؤ تو ان کو قتل کرو کیونکہ وہ مشرک ہیں، وہ لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالی بکیں گے اور جو شخص میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی بکے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت۔

☆...... عنقریب کچھ لوگ ہوں گے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہیں گے اور ان کی تنقیص کریں گے پس نہ ان کے پاس بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ ان کے ساتھ رشتہ ناطہ کرو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، نہ ان کا جنازہ پڑھو، ان پر لعنت برستی ہے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۱۷۹ مقدمہ العواصم ص ۲۴)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی خدمات:

ارشاد نبوت ہے۔ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو۔ (۱) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۲) سالم بن معقل رضی اللہ عنہ (۳) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (۴) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ یعنی پہلے دو مہاجرین اور آخر الذکر دونوں انصاری ہیں۔

بیر معونہ کی جانب ۶۷ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی تعلیم کے معلم بن کر گئے تھے، مگر وہ بے دردی سے ذبح کر دیئے گئے۔

جامع القرآن:

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ابو زید رضی اللہ عنہ

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
ام ورقہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا المعروف (شہیدہ)

کاتبین القرآن:

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان
☆ حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ
☆ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ
☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
☆ حضرت حذافہ بن یمان رضی اللہ عنہ
☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

کل تعداد چالیس ہے۔

قراء صحابہ رضی اللہ عنہم:

خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سالم رضی اللہ عنہ، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن اسائب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحلیمہ معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سینکڑوں اور ہزاروں تابعین دولت قرآن سے مالا مال ہوئے۔ علاوہ ازیں ۶۷ شہیدین بیر معونہ اور ۷۰۰ قراء جنگ یمامہ عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں شہید ہوئے۔

اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم:

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے

ہوئے سنا کہ میری امت کے چیدہ اور پسندیدہ اور رفیع المرتبت افراد وہ ہیں کہ جن کے متعلق مجھ کو ملاء اعلیٰ (ملائکہ مقربین) نے یہ خبر دی ہے کہ وہ لوگ ظاہر میں خدائے عزوجل کی رحمت واسعہ کا خیال کر کے ہنستے اور دل ہی دل میں خداوند ذوالجلال کے عذاب وعتاب کی شدت کے خوف سے روتے رہتے ہیں۔ صبح وشام خدا کے پاکیزہ اور پاک گھروں یعنی مسجدوں میں خدا کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

زبانوں سے خدا کو رغبت اور رہبت (امید اور خوف) کے ساتھ پکارتے رہتے ہیں اور دلوں سے اس کی لقاء کے مشتاق ہیں۔ لوگوں پر ان کا بار نہایت ہلکا اور خود ان کے نفوس پر وہ نہایت بھاری اور گراں زمین پر پاپیادہ نہایت آہستگی اور سکون کے ساتھ چلتے ہیں، اکڑتے اور اتراتے ہوئے نہیں چلتے، چیونٹی کی چال چلتے ہیں یعنی ان کی رفتار سے تواضع اور مسکنت ٹپکتی ہوئی ہوتی ہے۔

قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور پرانے بوسیدہ کپڑے پہنتے ہیں۔ ہر وقت خداوند ذوالجلال کے زیر نگاہ رہتے ہیں، خدا کی آنکھ ہر وقت ان کی حفاظت کرتی ہے۔ روحیں ان کی دنیا میں ہیں اور دل ان کے آخرت میں۔ آخرت کے سوا ان کو کسی کا فکر نہیں، ہر وقت آخرت اور قبر کی تیاری میں ہیں۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ باش

ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

...... بعد ازاں رسول کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

ذلك لمن خاف مقامي وخاف وعيد ...... یہ (وعدہ) اس شخص کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری دھمکی سے ڈرے۔

اسماء اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم:

اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کی تعداد کم وبیش ہوتی رہتی تھی۔ عارف سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف میں لکھا ہے کہ اصحاب صفہ کی تعداد چار سو تک بھی پہنچی ہے۔

ابو عبد الرحمن سلمیؒ اور ابن اعرابی اور حاکمؒ نے ان کے اسماء واحوال جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سب کو جمع کر دیا اور زہاد صحابہ ؓ اور اصحاب صفہ ؓ کا مفصل تذکرہ لکھا ہے۔

دیکھو فتح الباری ص ۲۴۳ ج ۱۱ ...... باب **كيف كان عيش النبي ﷺ واصحابه وتخليهم عن الدنيا** ——

جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ ابو عبیدہ عامر بن الجراح ؓ
۲۔ عمار بن یاسر ابو الیقظان ؓ
۳۔ عبد اللہ بن مسعود ؓ
۴۔ مقداد بن عمرو ؓ
۵۔ خباب ابن ارت ؓ
(۶) بلال بن رباح ؓ
(۷) صہیب بن سنان ؓ
(۸) زید بن الخطاب ؓ یعنی حضرت عمر بن الخطاب ؓ کے بھائی۔
(۹) ابو مرثد کناز بن حصین عدوی ؓ
(۱۰) ابو کبشہ ؓ مولی رسول اللہ ﷺ
۱۱۔ صفوان بن بیضاء ؓ
۱۲۔ ابو عبس بن جبر ؓ
۱۳۔ سالم مولی ابو حذیفہ ؓ
۱۴۔ مسطح بن اثاثہ ؓ
۱۵۔ عکاشہ بن محصن ؓ
۱۶۔ مسعود بن ربیع ؓ
۱۷۔ عمیر بن عوف ؓ
۱۸۔ عویم بن ساعدہ ؓ
۱۹۔ [illegible] ؓ
۲۰۔ سالم بن عمیر ؓ
۲۱۔ ابو بشر کعب بن عمرو ؓ
۲۲۔ خبیب بن یساف ؓ
۲۳۔ عبد اللہ بن انیس ؓ
۲۴۔ جندب بن جنادہ ابو ذر غفاری ؓ
(۲۵) عتبہ بن مسعود ہذلی ؓ
(۲۶) عبد اللہ بن عمر ؓ ... کے ساتھ رہتے تھے اور انہیں کے ساتھ مسجد میں شب گزارتے تھے۔
(۲۷) سلمان فارسی ؓ
(۲۸) حذیفہ بن الیمان ؓ

(۲۹) ابوالدرداء عویمر بن عامر رضی اللہ عنہ
(۳۰) عبداللہ بن زید جہنی رضی اللہ عنہ
(۳۱) معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہ
(۳۲) سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ
(۳۳) ثابت ودیعہ رضی اللہ عنہ
(۳۴) حجاج عمر اسلمی رضی اللہ عنہ
(۳۵) ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ
(۳۶) ثوبان رضی اللہ عنہ مولی رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ ﷺ کے سپہ سالار صحابہ:

۱۔ حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ الجراح رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
۴۔ فاتح مصر حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے مؤذن:

۱۔ ابوعبداللہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت عبداللہ بن ام کلثوم قرشی عامری رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے نواسے نواسیاں:

۱۔ حضرت علی بن قاسم ابوالعاص بن ربیع اموی رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عثمان بن عفان اموی رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت محسن بن علی رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنت ابو العاص، آپ کا پہلا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرا نکاح مغیرہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔
۷۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ، آپ کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

سے ہوا۔

۸۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ بچپن میں انتقال کر گئیں۔

۹۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ، آپ کا نکاح حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

آنحضرت ﷺ کے ایمان لانے والے چچا اور چچازاد برادران:

۱۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب

۲۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب

آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابو طالب

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابو طالب

۴۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بن ابو طالب

۵۔ حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کی پھوپھیاں:

۱۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب

۲۔ امیمہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب

۳۔ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب

(اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آئینی حیثیت، از فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆☆

سید المرسلین ﷺ کے عشاق کا انداز محبت

اسلامی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ جس آدمی کے دل میں آنحضرت ﷺ سے عشق و محبت اس درجہ تک نہ ہو کہ اپنے والدین اولاد اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہستی خدا کے بعد صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو سمجھتا ہو اس وقت تک اس کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا، خود اسلام اور شارع اسلام کا یہی تقاضا ہے اور چودہ سو سال سے امت محمدیہ کے ہاں اس اصول میں دو رائیں نہیں ہوئیں اور مسلمانوں کے باہمی اختلاف کے وجود اس اصل میں کوئی تبدیلی نہیں، کوئی تاویل کوئی نرمی کوئی چشم پوشی کوئی مدافعت نہیں برتی گئی، اسلام کی بنیاد ہی آنحضرت ﷺ کے ساتھ گہری عقیدت اور بے پناہ محبت پر رکھی گئی ہے، اسلام میں جو شخص محبت رسول میں جتنا غرق ہوگا وہ اسی قدر برگزیدہ اور ولی کہلائے گا۔ پھر عشق رسول ﷺ کا مفہوم صرف زبانی دعوے یا نعرے ہی نہیں، بلکہ زندگی کے ہر عمل اور حیات مستعار کے ہر زاویئے میں عاشق آنحضرت ﷺ کے مقدس اسوہ حسنہ سے رہنمائی حاصل کرتا ہو۔

قرآن عظیم کا بیان ہے!

قل ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی.

”کہہ دو اگر اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔“

لقد کان لکم فی رسول اللّٰه اسوة حسنة.

”تمہارے لئے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ ﷺ کی چال۔“

خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے!

لا یومن احد کم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ:
''ہرگز وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جس نے اپنی خواہشات کو میری لائی ہوئی چیز (سنت رسول ﷺ) کے تابع نہ بنایا'' (مشکوۃ)

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔
''تم میں کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لئے اس کے والدین اولاد اور تمام دنیا سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔'' (بخاری شریف)

ترکت فیکم امرین کتاب اللہ وسنتی عضواعلیھا باالنواجذ لن تضلوا بعدی۔
''میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑ دی ہیں اللہ کی کتاب اور اپنی سنت اور ان کو ڈاڑھوں سے مضبوطی سے تھام لو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔''

قرآن عظیم اور آنحضرت ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں دنیا میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ عشق ومحبت اور الفت و پیار میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی سب سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی ان کا ایک طبقہ غربت وافلاس کے تھپیڑوں میں معاشی تنگ دستی سے دو چار تھا، دوسرا طبقہ اعلیٰ طرز زندگی اور خوشحالی سے عبارت تھا۔ وہ تاجر بھی تھے۔ زمیندار اور حرفت پیشہ بھی، دکاندار بھی تھے اور مزدور بھی، کاروباری مسابقت بھی رکھتے تھے اور فقر و درویشی کے آلام کے سزاوار بھی تھے۔ تاہم جہاں بھی رسول اللہ ﷺ کی ذات مستودہ صفات اور آپ ﷺ کے احکام کی تعمیل کا سوال آیا، انہوں نے زندگی کی ہر چیز حتیٰ کہ اولاد، ازداج، مال و دولت سب کچھ اپنے رسول ﷺ کے اشارہ ابرو پر لٹا دیا، بڑی بڑی حویلیاں کاروبار مال واسباب چھوڑ کر آنحضرت ﷺ کے ارشادات

کی تعمیل کی۔

ان کے یہاں سب سے قیمتی متاع آنحضرت ﷺ کی برگزیدہ ہستی اور آپ کے احکام کی تعمیل تھی، خود قرآن شاہد ہے۔

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله.

''ایسے مرد (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کہ انہیں ان کی تجارت اللہ کے ذکر یعنی اسلام پر عمل کرنے سے نہیں روکتی۔''

ہجرت کے چھٹے سال صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی قریش کی جانب سے شرائط صلح پر گفتگو کے لئے آتا ہے، اس نے جن الفاظ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفاداری کا نقشہ خود قریش کے سامنے کھینچا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک کافر کے دل پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق رسول ﷺ کا کتنا گہرا اثر تھا۔ عروہ کا بیان ہے:

''میں نے قیصر و کسریٰ کے دربار دیکھے ہیں۔ لیکن جو والہانہ عقیدت کا منظر آنحضرت ﷺ کے پیروکاروں میں دیکھا وہ کہیں نظر نہیں آیا، جب محمد ﷺ بات کرتے ہیں تو گردنیں جھک جاتی ہیں۔ اور محفل پر سکون طاری ہو جاتا ہے۔ نظر بھر کر ان کی طرف کوئی شخص دیکھ نہیں سکتا، آپ کے وضو کا پانی، آپ کا بلغم زمین پر گرنے نہیں پاتا کہ وہ اسے ہاتھوں پر لے لیتے ہیں۔ اور اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔''

(ترجمان السنہ ج ا ص ۸۵)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں آنحضرت ﷺ کے عشق و محبت سے معمور تھیں، ان کا ہر طرزِ عمل آپ کا مشابہ ہوتا تھا۔ فرائض و واجبات سے لیکر نوافل اور سنن تک ہر جگہ انہوں نے آپ ﷺ کی پیروی کی، انفرادی عبادت اور حقوق اللہ کے ساتھ انہوں نے حقوق العباد میں بھی ہر جگہ آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کو مدنظر رکھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب آنحضرت ﷺ کے حکم پر کارزار میں نکلتے اور شمشیروں کے سائے میں معرکہ زن ہوتے تو انہیں سب سے زیادہ حسرت اس بات کی ہوتی کہ وہ آنحضرت ﷺ کی ذات کی حفاظت یا آپ ﷺ کے دین کی سر بلندی کیلئے جان کا نذرانہ پیش کر دیں، اس کی سینکڑوں مثالیں صفحہ قرطاس پر مرقوم ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کی قیادت میں جنگوں کے موقع پر ایسے ایسے والہانہ طریقوں سے جانوں کے نذرانے پیش کئے کہ دنیائے مذاہب کی کوئی تاریخ اس کی نظیر پیش نہ کر سکی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلب ودماغ میں آنحضرت ﷺ کی محبت کا دیپ کس طرح روشن تھا، آپ کے قلوب کی چنگاری عشق مصطفیٰ میں کیسے سلگتی تھی، ان کے دلوں کا آئینہ شفاف کس انداز سے محمدی الفت سے جگمگ کرتا تھا، آپ ﷺ کی خوشی کو خوشی اور آپ ﷺ کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھ کر کس طرح انہوں نے وطن سے بے وطن اور گھروں کے گھر چھوڑ دیئے تھے، وہ اپنی اولاد، اور جانوں کو کس اعلیٰ انداز سے آنحضرت ﷺ کی چوکھٹ پر قربان کرتے تھے ان کی مثالوں سے تاریخ اسلام روشن ہے، احادیث کے ہزاروں گلدستے ان عطر بیز کہانیوں سے مشام جان کو معطر کر رہے ہیں، ہم یہاں صرف چند واقعات کو نقل کر کے ناظرین کے سامنے عشق ومحبت اور الفت وعقیدت کا نیا باب کھولنا چاہتے ہیں، امید ہے ان سچے اور ایمان افروز واقعات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درخشندہ تاریخ کے نابغہ روزگار ایام اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ گہرے تعلقات کے بارے میں ان کا عالی کردار نئی نسلوں کے لئے نشان کا کام دیتا رہے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نعرہ حق اور عشق رسول ﷺ:

جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا اور آنحضرت ﷺ کی غلامی کا شرف حاصل کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے توحید باری تعالیٰ پر ایک بلیغ خطبہ

دیا، کفار و مشرکین ان کلمات حق سے مانوس نہ تھے اور یہ آواز ان کے باپ دادوں کے عقائد کے بھی خلاف تھی، سنتے ہی آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے اور آپ کو اس قدر زدوکوب کیا کہ دیکھنے والوں کو آپ کی موت کا یقین ہو گیا آپ کے قبیلہ بنی تیم کے لوگوں نے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور اٹھا کر گھر لے گئے شام کے قریب جب آپ کو ہوش آیا اور حواس بحال ہوئے تو بجائے اس کے کہ اپنی تکلیف بیان کریں آنکھ کھولتے ہی اپنے محبوب ﷺ کا حال پوچھا، قبیلہ کے لوگوں نے آپ سے قطع تعلق کر لیا۔ با ایں ہمہ بس اسی ایک محبوب نام کی رٹ لگی رہی۔ (اسد الغابہ)

آخر کار لوگوں نے انہیں رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیا، آپ ﷺ نے یہ حالت دیکھی تو بڑی رقت پیدا ہوئی اور آپ کے اوپر گر کر آپ کا بوسہ لیا۔

☆...... رسول کریم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رفیق سفر تھے۔ رات کی تاریکی میں دونوں برابر چلے جا رہے تھے پیچھے سے کفار و مشرکین کے تعاقب کا خطرہ تھا۔ مگر مکہ مکرمہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر کوہ ثور تھا، جہاں راستہ بے حد دشوار گزار تھا، آپ ﷺ کے قدم مبارک زخمی ہوئے جاتے تھے آپ نے رحمتہ للعالمین ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ آخر ایک غار تک پہنچے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو باہر ٹھہرایا اور خود اندر جا کر غار کو صاف کیا، تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخ بند کئے ایک سوراخ بند نہ ہو سکا۔ اسے اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے بند کر کے بیٹھے گئے اور حضور ﷺ آپ کے زانوں مبارک پر سر رکھ کر محو استراحت ہو گئے، اتفاق کی بات کہ اس سوراخ میں کوئی سانپ تھا۔ اس نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے کو ڈس لیا اور آپ درد کے مارے بے تاب ہو گئے مگر اُف تک نہ کی۔ ایک آنسو کا قطرہ نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور پر گرا جس سے آپ ﷺ کی آنکھ مبارک کھل گئی۔ حضور ﷺ کو جب واقعہ کا علم ہوا تو اپنا لعاب دہن آپ کے زخم پر لگا دیا جس سے زہر کا اثر زائل ہو گیا۔

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد) حضرت

ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ حضور ﷺ سے بیعت اسلام کریں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیوں روتے ہو، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، یقیناً ابو طالب کا اسلام میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک اور روشنی پہنچاتا بہ نسبت (میرے والد) ان کے اسلام کے لئے کہ ابو طالب کے اسلام سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک ہوتی۔ (مدارج النبوۃ۔ اصابہ)

قرب نبوی ﷺ کا شرف حاصل ہے جس کو آج بھی
گنبد خضری شہادت دے رہا ہے آج بھی
ارفع واعلیٰ ہے انسانوں میں بعداز انبیاء
مرحبا صد مرحبا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باصفا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی والہانہ عقیدت:

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کو تمہارے اسلام لانے سے جس قدر خوشی ہوئی ہے بس میرے لئے وہ خوشی ہے، میں اپنی خوشی کو نبی کریم ﷺ کی خوشی پر قربان کر دیتا ہوں۔ (مدارج النبوۃ)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ اس لئے کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ کو یہ بات پسند ہے کہ تم اسلام میں سبقت کرو۔

تاریخ بتلائی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ سے اتنی محبت بڑھی کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو رسول پاک ﷺ کا زمانہ یاد آجاتا تو آپ رونے لگتے اور روتے روتے بے ہوش ہو جاتے، ایک مرتبہ آپ رات کو حفاظتی

گشت فرما رہے تھے ایک گھر میں چراغ کی روشنی محسوس ہوئی اور ایک بوڑھیا کی آواز کان میں پڑی جو اون کو دھنتی ہوئی چند اشعار پڑھ رہی تھی جن کا ترجمہ یہ ہے کہ

محمد ﷺ پر نیکیوں کا درود پہنچے اور پاک صاف لوگوں کی طرف سے جو برگزیدہ ہوں ان کا درود پہنچے، بے شک رسول اللہ ﷺ راتوں کو عبادت کرنے والے تھے اور آخیر راتوں کو رونے والے تھے، کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میں اور میرا محبوب کبھی اکٹھے ہو سکتے ہیں یا نہیں اس لئے کہ موت مختلف حالتوں میں آتی ہے، نہ معلوم میری موت کس حالت میں آئے اور حضور ﷺ سے مرنے کے بعد ملنا ہو سکے یا نہ ہو سکے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان اشعار کو سن کر رونے بیٹھ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت کی ایک ادنی جھلک یہ بھی دیکھیے کہ اپنی اس بہادری کے باوجود (حضور ﷺ کے وصال کی حالت کا تحمل نہ فرما سکے) سخت حیرانی و پریشانی کے عالم میں تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے جو حضور ﷺ کے انتقال کی جھوٹی خبر اڑا رہے ہیں، جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس وقت نہایت ہی استقلال کا ثبوت دیتے ہوئے بات واضح فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لرز گئے اور آنکھوں میں آنسو بھر لاتے ہیں اور آپ کی حالت ایسی ہو جاتی ہے، جیسے بے ہوشی کی حالت ہوتی ہے اور گویا یوں فرمایا۔

نعم سری طیف من اھوی فارقنی
والحب یعترض اللذات بالالم
ہاں مجھے محبوب کا آیا خیال آنکھیں ہیں تر
عشق لذت پر الم کا ڈال دیتا ہے اثر

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عشق رسول ﷺ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

پاس کسی کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ غزوہ تبوک میں جانے والوں کی امداد کریں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں اسی وقت دس ہزار اشرفیاں بھیج دیں، قاصد نے لا کر حضور پاک ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں آپ اپنے دست مبارک سے انہیں اوپر نیچے کرتے رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا کرتے رہے:

''اے عثمان رضی اللہ عنہ! اللہ تیری مغفرت فرمائے، اللہ تعالیٰ تیرے ان گناہوں کو جو تو نے چھپ کر کئے یا علانیہ کئے یا جن کو تو نے مخفی رکھا اور وہ گناہ جو آئندہ تجھ سے قیامت تک سرزد ہوں سب کو معاف فرمائے۔''

☆...... ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ کون شخص ہے جو مسلمانوں کے لئے بیرٔ رومہ خرید کو عام مسلمانوں کو اس سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دے دے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں قیامت میں اس کو سیراب فرمائیں گے یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے اس کو ۳۵ ہزار درہم میں خرید لیا اور عام مسلمانوں پر وقف فرمالیا۔ یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب محبوب کی محبت لوح قلب میں راسخ ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قلب حضور میں چونکہ پر نور ﷺ کی محبت رچی بسی تھی اس لئے آپ نے اپنے محبوب کی محبت میں اس کو خرید لیا اور درہم و دینار آپ کی خدمت میں پیش کر کے محبوب کی رضا حاصل کی۔

کیا بیر رومہ وقف تو نے ساری ملت پر
یہ تھی اسلام کی خاطر عظیم الشان قربانی

☆...... حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی رحلت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنا شدید رنج ہوا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا تو یہ حال تھا کہ جیسے وسوسہ اور جنون ہو گیا ہو۔ میں بھی انہی لوگوں میں سے تھا ایک روز میں مدینہ منورہ کے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلہ پر بیٹھا ہوا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لوگ بیعت کر رہے تھے

میرے پاس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے اور سلام کیا، مجھے اس بات کی قطعاً خبر نہ ہوئی اس لئے کہ مجھے آپ ﷺ کی رحلت کا انتہائی رنج تھا۔ (کنز العمال جلد ۴ ص ۴۸)

ایک روایت میں ہے کہ آپ رحلت نبوی ﷺ پر بالکل گم سم تھے کہ دوسرے دن تک بالکل آواز نہیں نکلی، چلتے پھرتے تھے مگر بولا نہیں جاتا تھا، یہ محبت شدید ہی کا اثر تھا کہ آپ ﷺ کی رحلت پر اتنے مدہوش ہو گئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرنے کی بھی خبر نہ رہی، ساری توجہ اور سارا دھیان نبی کریم ﷺ پر ہی رہ گیا تھا۔

سلام اے فخر و محبوب پیمبر ﷺ شان رحمانی
سلام اے صبر احمد آشنائے رمز سبحانی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت:

- سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت شدید ملاحظہ کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ احب الینا من اموالنا واولادنا
واباء نا وامهاتنا ومن الماء البارد علی الظماء.

(مدراج النبوۃ و فتح الملہم ص ۴۲۱)

"یعنی جب آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو حضور ﷺ سے کتنی محبت ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے پاک کی قسم حضور ﷺ ہم لوگوں کے نزدیک اپنے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے۔"

جب نبی کریم ﷺ کی رحلت کا سانحہ پیش آیا تو آپ ایسے چپ چاپ بیٹھے رہ گئے کہ حرکت بھی بدن کو نہ ہوتی تھی۔ بس ایک حالت تھی جو آپ پر گزر رہی تھی اور کیوں نہ ہوتی، اس لئے کہ یہ حضرات کامل الایمان اور آنحضرت ﷺ کے

نشۂ عشق میں مخمور تھے۔ آپ ہی کی ذات گرامی محور و مرکز عقیدت والفت تھی۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا عشق:

پروانہ رسول ﷺ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی کا واقعہ تو بہت مشہور ہے کہ جب آپ ﷺ کو کفر پر مجبور کرنے کے لئے گرم پتھر پر لٹا کر سخت سے سخت تکلیف دی گئی تو آپ اس وقت بھی احد احد ہی کہتے رہے۔

ایک مرتبہ امیہ بن خلف نے آپ کو دھمکی دی کہ اگر تم باز نہ آئے تو ذلت کے ساتھ مارے جاؤ گے۔ اس کے جواب میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ

> ''میرے جسم پر تمہارا زور چل سکتا ہے لیکن میں اپنا دل اور اپنی جان محمد (ﷺ) اور محمد ﷺ کے خدا کے پاس رہن رکھ چکا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ اس ظالم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر جور وستم کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ کو رات دن بھوکا پیاسا رکھا جاتا اور ہر طرح ظلم وستم کی چکی میں پیسا جاتا رہا، مگر آپ رضی اللہ عنہ ہر ظلم وستم کو برداشت کرتے رہے، کیونکہ ان مصیبتوں کی تلخیاں حلاوت ایمان اور محبت رسول ﷺ کے سامنے ہیچ ہو گئی تھیں۔ آپ حلاوۃ الایمان اور محبت رسول ﷺ کی چاشنی میں ایسے مست تھے کہ مصائب و شدائد کی تلخی محسوس ہی نہ ہوئی۔''

☆...... سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب بیت المقدس کی تسخیر ہو گئی تو آپ نے مسلمانوں کے سامنے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا، اسکے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج اس مبارک موقع پر آپ اذان دیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا امیر المومنین میں نے عہد کر لیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دوں گا، لیکن آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اذان دیتا ہوں۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ جب آپ کے منہ سے اللہ اکبر اللہ اکبر الفاظ

نکلے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رقت طاری ہوگئی، انہیں وہ دور یاد آ گیا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اذان دیا کرتے تھے، جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اشھد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روتے روتے نڈھال ہوگئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رو رہے تھے ان سب کو فراق رسول ﷺ نے تڑپا ہی دیا تھا۔

اسی طرح جب آپ کے انتقال کا وقت آیا تو آپ کی اہلیہ محترمہ اور دیگر عزیز واقارب گریہ وزاری کرنے لگے اور واکرباہ (ہائے مصیبت) کہنے لگے۔ اس پر حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واطرباہ (ہائے کیا خوشی کا مقام ہے) اور فرمار ہے ہیں کہ کتنی خوشی اور مسرت کا مقام ہے کہ میں کل اپنے محبوب ﷺ سے ملوں گا اور آپ کی جماعت سے ملاقات کروں گا۔ (بہجۃ النفوس)

دیکھئے موت کی شدت بھی حلاوت لقاء رسول ﷺ میں فنا ہوگئی۔ اس لئے آپ موت کے وقت بھی خوش تھے کہ کل اپنے محبوب کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

در غربت مرگ بیم تنہائی نیست
یاران عزیزاں طرب بیشتر اندا
زندگی بھر تو رہا پروانہ شمع رسول ﷺ
تیرے دم سے دین قیم کے ہوئے زندہ اصول
پاگئے جب سرور کونین ﷺ دنیا سے وصال
تیری دل کو اس قدر اس کا ہوا حزن و ملال

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی وارفتگی:

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب بظاہر شکست ہو رہی تھی تو کسی نے یہ خبر اڑا دی کہ حضور ﷺ بھی شہید ہوگئے۔ اس وحشت ناک خبر سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو اثر ہونا

تھا وہ ظاہر ہے، اس وجہ سے اور بھی زیادہ غمگین اور پریشان ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن نضر چلے جارہے تھے کہ مہاجرین وانصار کی ایک جماعت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہورہا ہے کہ مسلمان پریشان سے نظر آرہے ہیں، ان حضرات نے کہا کہ افسوس حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی فرمایا کہ حضور ﷺ کے بعد پھر تم زندہ رہ کر کیا کرو گے، تلوار ہاتھ میں لو اور چل کر شہید ہو جاؤ، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کے نرغے میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرما کر حیات جاودانی حاصل کر لی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی محبت اور آپ ﷺ کے ساتھ تعلق پر غور فرمادیں کہ جس ذات گرامی ﷺ کے دیدار کے لئے جینا تھا جب وہ ہی نہیں رہے تو اس فانی زندگی میں کیا دھرا ہے، اس سے بہتر تو یہ ہے کہ شہادت کا درجہ حاصل کر کے فوراً محبوب کے قدموں میں چلے جاؤ تاکہ محبوب کی زیارت تو ہوا کرے، واقعی یہ وہ مقدس حضرات ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے نبھائے اور اپنی جان خدا کے سپرد کر کے کامیاب ہو گئے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا پیار:

آنحضرت ﷺ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جنہیں اپنے محبوب رحمتہ للعالمین ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کو اپنے گھر میں بھی جا کر سکون نہ ملتا تھا، یہاں تک کہ واپس الٹے پاؤں بارگاہ نبوت ﷺ میں آکر جمال مبارک کی زیارت نہ کر لیتے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس حال میں آئے کہ آپ کا رنگ روپ اڑا ہوا تھا۔ حالت شکستہ و پراگندہ تھی، چہرے سے غم واندوہ نمایاں تھا، آپ ﷺ نے اپنے صحابی کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ ثوبان رضی اللہ عنہ تم نے یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟ کس لئے تمہارا رنگ فق ہے، عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے نہ تو کوئی مرض ہے اور نہ کسی قسم کا جنون، بجز اس کے کہ میں جب جمال جہاں آراء کو نہیں دیکھتا تو متوحش اور

پریشان ہو جاتا ہوں اور شدید وحشت طاری ہو جاتی ہے، جب تک کہ میں بارگاہ میں حاضر ہو کر جمال مبارک کی زیارت سے فیض یاب نہیں ہوتا سکون نہیں پاتا۔ میں آخرت کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ آخرت میں آپ ﷺ کو تو انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ سب سے اعلیٰ مقام پر لے جایا جائے گا میں وہاں آپ ﷺ کی زیارت کیسے کر سکوں گا، ظاہر ہے کہ میں آپ ﷺ کا درجہ تو نہیں پا سکتا، پھر میں اپنی آنکھوں کو کیسے منور کر سکوں گا۔

(کتب تفاسیر)

ملاحظہ فرمایئے کہ دنیا میں آپ ﷺ کے دیدار سے لذت حاصل کرنے کے باوجود آخرت کا غم لگا ہوا ہے کہ کائنات کی یہ عظیم اور بابرکت ہستی صرف اس قابل نہیں کہ دنیا میں ہی ان سے محبت کی جائے اور ان کے دیدار سے سکون دل حاصل کیا جائے بلکہ آپ ﷺ کی ہستی مبارک تو اتنی عظیم ہے کہ دنیا و آخرت دونوں میں آپ ﷺ کے دیدار سے لذت حاصل کریں۔ اور آپ ﷺ کے نور سے دونوں جہان میں اپنی آنکھوں کو منور کیا کریں اور اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچائیں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا عشق:

غزوہ احد میں ابتلاء نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منہزم کر دیا تھا۔ اس کے باوجود آنحضرت ﷺ کی محبت میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ وہ اس طرح آنحضرت ﷺ پر فدا ہوتے تھے۔ جس طرح دیگر غزوات و مجاہدات میں فدا ہوتے تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جب ایک موقع پر گردن مبارک اٹھا کر کفار کی جمعیت کو دیکھنا چاہا تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ جوش محبت میں بے اختیار پکار اٹھے کہ یارسول اللہ ﷺ آپ سر اٹھا کر نہ دیکھئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی تیر لگ جائے۔ ابھی تو میرا سینہ آپ ﷺ کے سینہ کے لئے سپر ہے۔ (بخاری ج۲ ص۵۸۱)

آپ کی زبان پر اس وقت یہ شعر تھا:

نفسی لنفسك الفداء　　　ووجهی لوجهك الوقاء

میری جان آپ ﷺ پر قربان، میرا چہرہ آپ ﷺ کی چہرہ کی ڈھال ہو

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ

''آنحضرت ﷺ کی حفاظت فرماتے فرماتے آپ کا ایک ہاتھ شل ہوگیا مگر آپ نے اف تک نہ کی۔''

(بخاری جلد۲، صفحہ ۵۸۱)

یاد رکھیئے ایسے الفاظ اس وقت زبان سے ادا ہوتے ہیں جب قلب محبت رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار ہو، اگر قلب ہی محبت سے خالی ہو تو پھر ہرگز ہرگز زبان سے ایسے الفاظ نہیں ادا ہوتے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے قلب میں چونکہ محبت رسول ﷺ اپنے عروج پر تھی اس لئے آپ نے فرمایا کہ ابھی تو میرا سینہ خالی ہے۔ عشق رسول ﷺ کی اس سے بڑھ کر اور کون سی دلیل چاہیے؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی آیت کریمہ!

ولا یرغبوا بانفسہم عن نفسہ.

''اپنی جان کو رسول ﷺ کی جان سے زیادہ نہ چاہیں''

پر عمل کر کے مسلمانوں کے لئے ایک ابدی پیغام چھوڑ گئے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت کے مقابلے میں قیمتی سے قیمتی چیز بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کا حیرت انگیز عشق:

جنگ اُحد ہی کا واقعہ ہے کہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ کچھ فاصلہ پر ایک شخص زخموں سے چور ہو کر کراہ رہا ہے، آپ اس کے پاس پہنچیں۔ پانی پلایا سانس اکھڑ رہی تھی، لیکن ام المومنین نے دیکھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے، اس نے کہا اللہ کے رسول ﷺ، ان پر خدا کی رحمتیں ہوں کاش ان کو یہ پیغام پہنچا دیا جائے ان کا غلام زیاد دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت ﷺ میں پہنچیں۔ حضرت زیاد رضی اللہ عنہ کا پیغام دیا۔ آپ ﷺ بے قرار ہو کر تشریف لائے، آتے ہی فرمایا زیاد رضی اللہ عنہ! آنکھیں کھولو۔ دیکھو میں آ گیا ہوں، حضرت زیاد رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا زیاد رضی اللہ عنہ کوئی آخری تمنا؟ حضرت زیاد رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور ﷺ ایک تمنا ہے۔ اور انہوں نے اپنے جسم کو آگے گھسیٹ کر اپنا سر حضور ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا اور انکے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے اور یہ آواز آ رہی تھی۔

رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا۔

''اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کے باعث اور اسلام کے دین ہونے کے طور پر اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نبی ہونے کی حیثیت سے راضی ہوں''...... پھر آپ نے آخری ہچکی لی اور خالق حقیقی سے جا ملے۔''

حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ کی لازوال محبت:

اسی طرح کا واقعہ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا کہ آپ زخموں سے چور جان کنی کی حالت میں تھے کہ آنحضرت ﷺ سرہانے پہنچ گئے، فرمایا کوئی آرزو ہو تو کہہ دو حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے اپنا زخمی جسم گھسیٹ کر اور زیادہ قریب کر لیا اور سر آپ ﷺ کے قدموں پر رکھ دیا کہ اگر کوئی آرزو ہو سکتی ہے تو یہی ہے، اس طرح ان کا انتقال ہو گیا۔

منم ہمیں تمنا کہ بوقت جاں سپردم
بہ رخ تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی قربانی:

قریش مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو چند روز قید و بند میں بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا اور پوچھا کوئی آخری آرزو ہو تو بتاؤ۔ آپ نے

فرمایا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے، چنانچہ آپ کو مہلت دی گئی، آپ نے دوگانہ نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد پوچھا کہ اب بھی اسلام سے دستبردار ہو جاؤ تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر اسلام کی دولت پاس نہ رہی تو جان بچا کر کیا کروں گا، چنانچہ ایک شقی القلب نے آپ کو نیزہ مارا اور پوچھا کہ اب تو تم بھی پسند کرو گے کہ محمد ﷺ کو تمہاری جگہ قتل کر دیں اور تم کو چھوڑ دیں، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے پرجوش لہجے میں کہا۔ واللہ العظیم، خدا تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جائے اور آپ ﷺ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے اور آپ نے دعا فرمائی:

اللھم بلغنا رسالة رسولك فبلغه ما يصنع بي .

"اے اللہ ہماری اس حالت کی خبر اپنے رسول ﷺ کو پہنچا دے
اور آپ ﷺ کو اس حالت سے بھی باخبر فرما دے کہ جو کچھ میرے
ساتھ ہو رہا ہے۔"

اس دعا کے بعد قبلہ رخ کھڑے ہو گئے اور کفار و مشرکین نے تیروں کی بارش سے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر کو چھلنی کر دیا اور زمین اس پروانہ رسول کے خون سے لالہ زار ہو گئی، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ عاشقانہ ترانہ جاری تھا کہ

فلست ابالي حين اقتل مسلما
على اي شق كان لله مصرعي
وذلك في ذات الاله وان يشاء
يبارك على اوصال شلو ممزع

"سو میں پروا نہیں کرتا جبکہ میں اسلام کی حالت میں مارا جاؤں اور
جس کروٹ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے گرنا ہو...... اور یہ سب
کچھ محض اللہ کی رضا کے لئے ہے اور اگر وہ چاہے تو کٹے ہوئے
جسم کے اعضاء پر بھی حرکت کر دے"

اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بزبان حال گویا یوں کہہ رہے تھے!

تو نے کی اچھی نصیحت کب مگر سنتا ہوں میں
ناصحوں سے جیسے عاشق ہوتے ہیں بہرا ہوں میں

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت:

رحمۃ للعالمین ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں ہر ایک کی دلی تمنا تھی کہ آپ ﷺ کی مہمانی کا شرف مجھے حاصل ہو، بالآخر یہ شرف حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ایک دن اتفاقاً چھت پر پانی سے بھرا ہوا گھڑا ٹوٹ گیا، چھت چونکہ پختہ نہ تھی، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ مبادا چھت ٹپکے اور پانی نیچے پہنچے تو حضور ﷺ کو تکلیف ہو۔ آپ کے پاس ایک ہی لحاف تھا جس سے میاں بیوی گزارہ کرتے تھے آپ نے فوراً اس لحاف کو بہتے ہوئے پانی پر ڈال دیا تاکہ پانی اس میں جذب ہو جائے۔ اس کے بعد آپ نے گھر کے ایک کونے میں دبک کر ساری رات بسر کی، صبح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور رات کا سارا واقعہ بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ ﷺ اوپر کے حصہ میں تشریف لے آئیں چنانچہ حضور ﷺ نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا۔ اور اوپر ٹھہرنا منظور فرمالیا۔

☆...... حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ کھانے میں جہاں رسول اللہ ﷺ کی انگلی مبارک کے نشانات ہوتے تھے تبرک اور اتباع کے پیش نظر انہیں پر اپنی انگلیاں رکھ کر کھانا تناول فرماتے۔

☆...... اسی طرح ایک مرتبہ کھانا جوں کا توں واپس آ گیا، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے، حاضر خدمت ہو کر وجہ پوچھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج کھانے میں لہسن تھا اور مجھے لہسن مرغوب نہیں، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کی یارسول اللہ ﷺ جو آپ کو پسند نہیں اسے میں بھی ناپسند کرتا ہوں، یاد رہے کہ لہسن

شریعت میں حرام نہیں مگر عشق رسول ﷺ دیکھئے کہ ہر اس چیز سے کراہت ہو جاتی ہے جسے محبوب بھی پسند نہ فرماویں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی گہری عقیدت:

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بدر کی طرف پیش قدمی کی ہے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ انصار میں سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ کا روئے سخن ہماری طرف ہے؟

والذی نفس بیدہ لوامرنا ان نخیضھا البحر لا خضناھا ولوامرتنا ان نضرب اکباد ھاالی برک الغماد الفعلنا۔

(مسلم شریف ج۲ص۱۰۲)

خدائے پاک کی قسم اگر آپ ﷺ کا فرمان ہو جائے تو ہم دریا میں اسی طرح گھس پڑیں اور اگر آپ ﷺ کا حکم ہو تو ہم اپنے سینوں کو تلواروں کی میان سے ٹکرا دیں۔

سبحان اللہ! جان دینا اسی وقت گوارا ہوتا ہے جب محبوب کی خوشی معلوم ہو جائے، محبوب کی خاطر ہر شخص وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جو تقاضائے عشق ہے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی عرض کیا کہ اگر آپ فرماویں تو ہمیں نہ اہل دعیال سے غرض، نہ کوئی مقصود، نہ عزیز وطن کی پرواہ، نہ جان کی فکر، ہمیں تو آپ کی خوشی مطلوب ہے، اگر آپ ﷺ ہم سے خوش ہو جائیں تو ہمارے لئے اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں، ایک جان کیا ہزاروں جانیں بھی آپ ﷺ کی ذات گرامی پر قربان ہو جائیں، پھر بھی یہ کہا جائے گا۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ محبوب کے دولت کدے میں :

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو عالم طفولیت میں ہی نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں آ گئے تھے۔ اور آپ ﷺ کی محبت کا اثر یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ ایک مرتبہ ان کے والد نے آنحضرت ﷺ سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا آپ ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ یہ تمہارے والد ہیں اور میرے حال سے بھی تم واقف ہو، تمہیں اختیار ہے میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو اور اگر ان کے ساتھ جانا چاہو تو میری طرف سے پوری اجازت ہے۔

عاشق رسول ﷺ کا جواب سنئے اور ان حضرات کی محبت کا اندازہ فرمایئے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے مقابلہ میں بھلا میں کس کو محبوب رکھ سکتا ہوں۔ آپ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔"

باپ اور چچا نے کہا کہ زید رضی اللہ عنہ تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو اور باپ اور چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلامی کو پسند کرتے ہو۔ زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے ان میں (رسول اللہ ﷺ) ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلے میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کرتا

تھام کر دامن سرکار ﷺ کو آخر یہ کہا
لاکھ آزادیاں ایک تیری غلامی پر نثار

اندازہ فرمادیں یہ کیسی محبت ہے جو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قلب میں اپنا گھر بنا چکی ہے، کیا محبت کے ایسے عجیب وغریب مناظر کوئی دکھلا سکتا ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اس جواب نے یہ بھی واضح کر دیا کہ تمام لوگوں کی محبتیں دیکھ لی ہیں اب تو میں اپنے محبوب ﷺ کی محبت کا ہی دیوانہ رہوں گا چاہے اس کے لئے فقر و فاقہ ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم
مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم

''اگر ہم مفلس اور دیوانہ ہیں تو کیا غم۔ ہے محبوب حقیقی اور اس کی محبت ہی کے تو متوالے ہیں۔''

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کی جانثاری:

غزوہ تبوک کے زمانہ میں سخت گرمی کا موسم تھا، حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے اس غزوہ میں شرکت نہ فرما سکے۔ ایک دن آپ گھر میں آئے تو دیکھا کہ ان کے لئے اہلیہ نے ٹھنڈا پانی تیار کر رکھا ہے اور کھانا بھی عمدہ بنایا ہوا ہے اور بالا خانے پر چھڑ کاؤ کے آثار بھی نظر آ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے؟ عرض کیا کہ آپ کے راحت و آرام کے لئے میں نے ایسا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے محبوب رسول ﷺ تو اس لو اور شدت کی گرمی میں کھلے میدان میں ہوں اور میں سرد پانی اور عمدہ غذا سے لطف اندوز ہوں، خدا کی قسم یہ نہیں ہوسکتا میں ہرگز بالا خانے پر نہ جاؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت زادِ راہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہو گئے۔ (اسد الغابہ ج ۴، ص ۲۹۱)

حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کا عشق اور آنحضرت ﷺ کی دعاء:

جنگ احد میں حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ زخمیوں میں پڑے ہوئے ہیں اور انتقال فرما رہے ہیں۔ پوچھا گیا کہ کوئی وصیت کرنی ہو تو کر دو۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو گر پڑے اور فرمایا میری طرف سے اللہ کے رسول ﷺ کو سلام پہنچا دینا اور کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور قوم سے سلام کہہ دینا کہ اگر تم سے کوئی ایک بھی زندہ رہا اور تمہاری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک میں کانٹا بھی لگا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا کچھ عذر مسموع نہ ہوگا۔ ہم نے لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ ﷺ پر فدا ہونے کا حلف اٹھایا تھا۔ اس کے بعد کہا کہ میرے

عیش میں تم زیادہ خلل انداز مت ہو، میرا اسلام لو اور یہ کہہ کر آنکھ بند کر لی۔ (موطا امام مالک ص ۱۸۴، سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۹۵)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس پیغام کو شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے:

دشمن نہ آنے پائے رسول خدا ﷺ کے پاس
روز حساب ہوگا ہر ایک عذر در نہ رد

جب آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ پیغام سنا تو ارشاد فرمایا کہ

''اللہ سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے دامن میں جگہ دے، زندگی اور موت دونوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بہی خواہ رہے''

ملاحظہ کریں ان حضرات کی محبت کہ دشمنوں کی تیغ وسنان سے چور میدان میں دم توڑ رہے ہیں لیکن دل کس قدر شادمانیوں سے بھرا ہوا تھا، آنحضرت ﷺ کی محبت کس قدر قلب میں داخل ہو چکی تھی۔ اور اسی عشق میں ان حضرات نے میدان جنگ میں اپنی جانیں اس اطمینان اور سکون کے ساتھ دی ہیں کہ جو کسی عیش ونشاط کے بستروں پر بھی نہ دی ہوں گی۔

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کی عزیمت:

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو جب تختہ دار پر چڑھایا گیا تو آپ سے ابوسفیان نے سوال کیا اے زید رضی اللہ عنہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ

اتحب ان محمدا عندنا الا ن فی مکانک تضرب عنقه وانک فی اهلك:

''کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ اس وقت ہمارے قبضے میں محمد (ﷺ) ہوں اور ہم ان کی گردن تلوار سے اڑا دیں اور تم اپنے اہل وعیال میں ہی رہو۔''

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا...... عشق ومحبت اور عزیمت واستقلال

کی دنیا میں ان کا یہ جواب ہمیشہ رہے گا۔

آپ نے فرمایا:

واللّٰه مااحب ان محمدا لان فی مکانه الذی هوفیه
تصیبه شرکة توذیه وانی جالس فی اهلی

(فتح الملہم ج ا ص ۲۲۱)

"خدا کی قسم میں یہ بات کبھی گوارا نہیں کر سکتا محمد ﷺ اس جگہ جہاں آپ ﷺ اس وقت ہیں، اذیت وتکلیف کا ایک کانٹا بھی چبھے۔"

اللہ اکبر......تاریخ اقوام کو اٹھایئے اور بتلایئے کہ ہے کوئی ماں کا لال جو حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کی اس بے مثال محبت اور لاجواب جرات پیش کر سکے اور اپنے آقا کے ساتھ اس قسم کی محبت کی نظیر دکھلا سکے...... ھاتو ابر ھانکم ان کنتم صدقین...... اسی عشق ومحبت کو دیکھ کر ابوسفیان بے اختیار پکار اٹھے تھے۔

مارایت احد امن الناس یحب احدا کحب اصحاب محمدا صلی اللّٰه علیه وسلم. (فتح الملہم جلد ا صفحہ ۲۲۱)

"میں نے دنیا میں ایسا شخص اپنی نظروں سے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کسی سے اس طرح محبت کرتا ہو جس طرح کہ محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک عاشق زار:

ایک مرتبہ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آدمی بعض ہستیوں سے محبت رکھتا ہے مگر ان کے اعمال کو اپنانے کی طاقت نہیں رکھتا، اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جن کے ساتھ محبت رکھتا ہے انہیں کے

ساتھ ہے، یہ سن کر حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

"یا رسول اللہ میں صرف آپ ﷺ سے اور اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہوں۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم یقیناً اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ ہو۔ آنحضرت ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد جب کبھی آپ ﷺ کا ذکر آ جاتا تو سیدنا حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے، اور شدت جذبات کی بنا پر آواز بھی برابر نہ نکلتی تھی۔

محبت رسول تو وہ چیز ہے کہ واللہ العظیم، اگر حضور ﷺ کے محبت آمیز عتاب کا بھی ذکر ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے مزے لے لے کر ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راز محبت اور رمز عشق سے آشنا تھے۔ اور محبت کی یہ اعلیٰ ترین دولت ان حضرات کو نصیب ہوئی تھی۔ صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک حدیث نبی کریم ﷺ کے بار بار بیان فرمانے پر (بطور تعجب کے) ایک ہی سوال عرض کرتے ہیں۔ آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا:

وان لاغم علی انف ابی ذر. (مشکوٰۃ شریف)

"اے ابو ذر رضی اللہ عنہ! تیرا جی چاہے یا نہ چاہے (یہ ہو کر رہے گا)"

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ جب اس حدیث کی روایت فرماتے تو ساتھ ہی وہ مبارک الفاظ بھی دہراتے جو نبی کریم ﷺ کی زبان سے ادا ہوئے۔

یاد رکھیے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی اس عرض پر ان کو ملامت کا نشان نہیں بنایا جا سکتا یہ تو ایک عاشقانہ ادا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

گفتگوئے عاشقاں درکار رب

جوشش عشق است نے ترک ادب

رموز محبت اور ادائے عاشقی کو سمجھے بغیر طعن و تشنیع کے گولے نہ برساؤ یہ تو ایک عشق کا جوش ہے۔ بے ادبی ہرگز نہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی عجیب عقیدت:

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں کسی مقام پر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ایک مکان قبہ دار اور ذرا جدید طرز کا تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کس کا مکان ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی فلاں (صحابی) کا۔ آپ سن کر خاموش رہے، دوسرے وقت جب صاحب مکان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کی۔ آپ ﷺ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا، آخر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے وجہ دریافت کی کہ آج میرا محبوب مجھ سے کیوں ناراض ہے؟ آخر کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا اور وجہ تو ہمیں معلوم نہیں البتہ اتنا معلوم ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے تمہارے مکان کو دیکھا تھا۔ بس اس گمان کے جگہ پانے پر فوراً جا کر تمام مکان گرا دیا اور گویا بزبان حال سے یہ کہہ رہے تھے!

ہرچہ از دوست وامانی چہ کفر آں حرف وچہ ایمان
ہرچہ ازیار دور افتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا

"یعنی جو چیز مجھے محبوب سے دور کرنے والی ہے اسے میں کیسے پسند کر سکتا ہوں۔"

سبحان اللہ! یہ عشق اور محبت، کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو جاتا کہ میرے آقا اور محبوب ﷺ کو فلاں کام پسند نہیں تو اس فعل سے کوسوں دور بھاگتے تھے نہ اس بات کی تحقیق و تفتیش کرتے کہ یہ زیادہ ناپسند ہے یا کم؟ عاشقوں کا اتنا جان لینا کسی کام سے روکنے کے لیے کافی ہے کہ بس یہ چیز میرے محبوب کو پسند نہیں، وہ کبھی یہ تفتیش نہ کرتا کہ کیوں ناپسند ہے کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ؟ مکروہ ہے یا مباح وغیرہ وغیرہ، دیکھئے اس صحابی کی محبت کو کہ نہ آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ ﷺ کو میرا مکان دیکھنے سے تکلیف ہوئی ہے؟ یا یہ کہ مکان کتنا بڑا جائز ہے؟ اس بحث میں نہ پڑے۔ پس اتنا معلوم ہو گیا کہ میرے محبوب ﷺ کو ایسا کرنا پسند نہیں تو اس پر اپنی بھی

ناپسندیدگی کا اظہار عملاً پیش کر دیا۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی نیاز مندی:

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بڑے خوش طبع اور شگفتہ مزاج صحابی تھے۔ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں آنحضرت ﷺ نے ان کے پہلو میں چھڑی چبھوئی انہوں نے آپ ﷺ سے اس کا بدلہ چاہا۔ آپ ﷺ اسلامی مساوات کے پیش نظر اس کے لئے راضی ہو گئے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ جس طرح چھڑی چبھوتے وقت میرا جسم برہنہ تھا آپ ﷺ کے جسم پر بھی قمیص نہیں ہونی چاہیے، آپ ﷺ نے قمیص اوپر اٹھادی۔ قمیص کا اٹھنا تھا کہ وہ بے تابانہ آپ ﷺ سے لپٹ گئے۔ پہلو کو بوسہ دیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا مقصود اصلی یہی تھا، ورنہ میں اور آپ ﷺ سے انتقام لینے کی جرات؟

(ابوداؤد جلد ۳، صفحہ ۲۶۶، مترجم)

اس طرح ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جوش محبت سے بے تاب ہو گئے، آگے بڑھے اور آپ ﷺ کی قمیص کو جو آپ ﷺ نے زیب تن کر رکھی تھی ہاتھ سے الٹ دیا اور خود اس کے اندر گھس گئے اور جسم اطہر کو خوب چوما۔

(ابوداؤد ج ا ص ۲۶۵ مترجم)

حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کی محبت:

حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کو بھی نبی کریم ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ اور آپ ﷺ کی خدمت میں اکثر ہدایا بھیجا کرتے تھے، ایک دن وہ بیٹھے سودا بیچ رہے تھے کہ حضور ﷺ نے ازراہ شفقت پیچھے سے آ کر گود میں لے لیا۔ انہوں نے کہا کون؟ مجھے چھوڑو۔ جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہیں تو اپنی پشت کا بار بار حضور ﷺ کی پشت سے لپٹاتے تھے اور پھر بھی سیرابی نہیں ہوتی تھی۔ (شمائل نبوی ﷺ ص ۲۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا انس:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تو حضور اکرم ﷺ کی مفارقت ایک پل کیلئے بھی گوارا نہ تھی۔ آپ ﷺ کے قدموں میں بیٹھنا ہی آپ کا سکون ہوتا تھا۔ آپ ﷺ سے ہزاروں احادیث سن سن کر امت محمدیہ ﷺ تک پہنچائیں اور اس سلسلے میں بھوک پیاس کی شدت بھی برداشت فرمائی، اور آستانہ نبوت سے وابستگی کے لئے مال ومتاع کی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا، دشمنوں کی طرف سے خطرات کی پیش نظر آپ ﷺ تھوڑی دیر کیلئے بھی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے تو آپ کو بے حد پریشانی ہوتی تھی، چنانچہ ایک دن آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کسی ضرورت سے اٹھے۔ پلٹنے میں زیادہ دیر ہوگئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھبرا گئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی سب سے زیادہ فکر تھی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے، انصار کے باغ میں پہنچے۔ اندر جانے کا کوئی راستہ نہ ملا، دیوار میں ایک سوراخ نظر آیا اس میں سے آپ گھس کر اندر پہنچے۔ وہاں حضور ﷺ کو دیکھ کر اطمینان ہوا اور آپ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پریشانی اور اضطراب کا حال بیان کیا (آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایسی بات ہوئی۔ اور میں وہ پہلا آدمی ہوں جس نے یہ گھبراہٹ محسوس کی اور میں باغ تک آیا اور لومڑی کی طرح سٹ کر اس میں داخل ہوا)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اتباع سنت:

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، بول اٹھے۔ جمعرات کا دن، جمعرات کا دن، اس کے بعد اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا جمعرات کے دن کا کیا مطلب؟ کہنے لگے کہ اس دن تو حضور ﷺ کے مرض الموت نے شدت اختیار کی تھی۔ (مسلم شریف جلد ۲ ص ۴۲)

قوم موسیٰ علیہ السلام اور اصحاب مصطفیٰ ﷺ :

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ میں بزدلی اور پست ہمتی نہ دکھاؤ۔ بلکہ جہاد کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فاتحانہ حیثیت سے اس شہر میں داخل کرے گا۔ تو آپ کو آپ کی قوم نے یہ جواب دیا۔

یا موسی انا لن ندخلها ابدا ماد اموافیها فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون . (پ ۶ المائدہ ع ۴)

"اے موسیٰ ہم ہرگز ساری عمر اس میں نہ جائیں گے۔ سو تو اور تیرا رب (دونوں) جاؤ اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں"۔

لیکن جب رحمتہ للعالمین، خاتم النبیین ﷺ کا عہد مبارک آتا ہے اور آپ ﷺ ایک غزوہ کے لئے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے ہیں، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر وہ جواب دیتے ہیں جو شائد اس سے پہلے نہ فلک نے سنے تھے اور نہ آئندہ سن سکے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے یا رسول اللہ ﷺ :

لا نقول كما قال قوم موسى اذهب انت وربك فقاتلا ولكنا نقاتل عن يمينك وعن شمالك وبين يديك وخلفك .

° بخاری شریف صفحہ ۵۶۴

"حضور ﷺ! ہم آپ کو ہرگز وہ جواب نہ دیں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کو دیا تھا کہ تم خدا کے ساتھ جاؤ اور لڑو، بلکہ ہم تو آپ ﷺ کے دائیں بائیں آگے پیچھے غرضیکہ ہر طرف جمع ہو کر قدم بہ قدم لڑیں گے۔ (آپ ﷺ پر ذرہ بھر آنچ نہ آنے دیں گے، اور ہم اپنی جانوں کو آپ ﷺ پر قربان کر دیں گے۔)

رضینا یارسول اللہ ﷺ:

تاریخ اسلام میں جنگ حنین پہلی جنگ ہے جس میں بکثرت مال غنیمت ہاتھ آیا۔ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں، اور چار ہزار اوقیہ چاندی کا ذکر روایات میں ملتا ہے، یہ وقت تھا کہ سابقون الاولون کو مال ودولت سے حصہ وافر ملتا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے ان باشندگان مکہ کو ترجیح دی جو فتح مکہ کے بعد نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور انصار مدینہ کے حصہ میں کچھ نہ آیا۔ یہ حالت دیکھ کر بعض کو خیال ہوا کہ ہم کیوں محروم ہیں، آج انہیں مال غنیمت کا حصہ مل رہا ہے، یہ بات آنحضرت ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا:

الا ترضون ان یذھب الناس والبعیر وترھبون باالنبی الی رجالکم

"کیا تمہاری خوشنودی کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ لوگ یہاں سے مال غنیمت کے حصے لے کر جائیں اور تم اللہ کے نبی کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

انصار بے اختیار پکار اٹھے.....رضینا یا رسول اللہ بلٰی رضینا..... ہم خوش ہیں یارسول اللہ ﷺ ہم خوش ہیں۔ (صحیحین)

ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی محبت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کی ایک یہودی لونڈی حضور ﷺ کو برائی سے یاد کرتی تھی۔ وہ اس کو باربار سختی سے منع کرتے، لیکن وہ اس حرکت سے باز نہ آتی، اس کے ساتھ ان صحابی کے جس قسم کے تعلقات تھے انہیں وہ خود فرماتے ہیں کہ اس سے میرے دو بچے موتی کی طرح تھے اور وہ میری ہمدم بھی تھی، لیکن ایک بار رات کو جب اس نے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی، انہوں نے سن لیا اور دفعتاً تمام تعلقات بھول گئے، کلہاڑی اٹھائی اور اس کا پیٹ چاک کر کے اس

کا کام تمام کر دیا۔(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۳)

غور فرمایئے اپنی بیوی سے کسے محبت نہیں ہوتی؟ لیکن خدا اور رسول ﷺ کی محبت نے اس نابینا صحابی ؓ کو ایسی محبوب چیز کو بھی انتہائی مبغوض بنا دیا تھا۔ وہ اس بات کو برداشت نہ کر سکتے تھے کہ کوئی رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرے، اور اگر کوئی یہ حرکت کرتا خواہ وہ بیوی ہو یا ماں، بیٹا یا بیٹی، یہ تمام تعلقات اسی لمحے ختم ہو جاتے تھے، اور آنحضرت ﷺ کی محبت سب پر غالب آجایا کرتی تھی، اللہ کرے کہ ہم میں بھی یہ جذبہ بیدار ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت سب پر غالب آجائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کا پہرہ:

آنحضرت ﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی تو اس وقت دشمنان اسلام نے اپنی سرگرمیاں بھی تیز کر دی تھیں۔کفار کے علاوہ اب منافقین اور یہودی بھی دشمن بن گئے تھے اور آپ کی جان کے درپے ہو گئے تھے۔ حضرات صحابہ کرام ؓ اس قسم کے خطرات کے پیش نظر آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے ہر وقت خود کو تیار رکھتے تھے، ابتدائے ہجرت میں آپ ایک شب بیدار ہوئے تو ارشاد فرمایا۔کاش آج کی رات کوئی صالح بندہ میری حفاظت کرے۔تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ہتھیار کی جھنجھناہٹ کی آواز آئی۔آپ ﷺ نے آواز سن کر فرمایا کون؟ جواب ملا سعد بن ابی وقاص ؓ، فرمایا کیوں آئے؟ عرض کی میرے دل میں آپ کی نسبت خوف پیدا ہوا، اس لئے آپ کی حفاظت کے لئے حاضر ہو گیا۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔(جامع ترمذی ص ۲۱۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے اس ایمانی جذبے کو غور سے پڑھیئے! واضح ہو جائے گا کہ ان حضرات مقدس کو رسول اللہ ﷺ کی جان سب سے زیادہ عزیز تھی اور یہ محبت اتنی سچی اور صاف تھی کہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے اپنی جان تک کی

پرواہ نہیں کی!

آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے لیکن آپ ﷺ کی شریعت اور آپ ﷺ کی پاک سنتیں قیامت تک ہمارے لئے رہنمائی کا کام دیں گی۔ اگر ہم اپنے دعویٰ عشق میں سچے ہیں، تو ہمیں بھی آنحضرت ﷺ کی سنتیں اور آپ ﷺ کے مبارک اقوال و افعال کی حفاظت کرنی چاہیئے اور انہیں زندگی کے ہر موڑ پر اپنا رہبر بنانا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بن حرام کی تمنائے شہادت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت عبداللہ جب غزوہ احد میں شرکت کے لئے روانہ ہو گئے، تو اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ میں غزوہ میں جا رہا ہوں اور میں (اللہ نے چاہا تو) ضرور شہید ہوں گا (دیکھو بیٹے) رسول اللہ ﷺ کے سوا مجھ کو تم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے، تم میرا قرض ادا کر دینا اور بھائیوں سے حسن سلوک کرنا۔

(اسد الغابہ)

غور فرمایئے! حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کتنی وضاحت کے ساتھ۔ اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ:

> ''اے میرے بیٹے تم میرے لخت جگر ہو، لیکن میرے دل میں تمہاری محبت کا دوسرا نمبر ہے، اس دل میں اگر کوئی اپنا مقام بنا چکا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی قدر ہے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ طرز عمل نے واضح کر دیا کہ مومن کا ایمان اس وقت تک کامل ہو ہی نہیں سکتا جب تک آنحضرت ﷺ کی محبت کو ساری دنیا کی محبت پر غالب نہ کر دے۔ اور جب کسی کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے تو پھر وہ ایمان کا مزہ پا لیتا ہے۔

حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ کی فدائیت:

غزوہ بدر میں حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ کی محبت و فدائیت کا یہ حال تھا کہ

آنحضرت ﷺ جس جانب نگاہ اٹھا کہ دیکھتے تھے حضرت شماس ؓ کی تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی، اسی دوران آنحضرت ﷺ پر غشی سی طاری ہوئی، حضرت شماس ؓ نے اپنے آپ کو آپ ﷺ کے لئے ڈھال بنا دیا۔ تیر آتے رہے، حضرت شماس ؓ کے بدن کو زخمی اور چھلنی کرتے رہے، مگر آپ نے اف تک نہ کی یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت شماس ؓ نے اپنے بدن کا چھلنی ہونا گوارا کر لیا لیکن آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک پر خراش تک نہ آنے دی اور بزبان حال یہ کہتے ہوئے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئے کہ

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت اور یہی آرزو ہے

حضرت سفینہ ؓ کی عقیدت:

حضرت سفینہ ؓ حضرت سلمہ ؓ کے غلام تھے۔ انہوں نے اس کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپ ﷺ کی خدمت گزاری میں صرف کر دے۔ یہ شرط سن کر حضرت سفینہ ؓ نے کہا:

"اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں تانفس واپسیں آنحضرت ﷺ کی خدمت سے ہرگز علیحدہ نہ ہوتا۔"

(ابوداؤد جلد ۳ ص ۲۱۳ مترجم)

آنحضرت ﷺ کی خدمت عالیہ سے دور ہونا کس کو گوارا ہو سکتا ہے؟ پھر یہ حضرات وخواتین تو جمال جہاں آرا کا نظارہ کرنے والے تھے، یہاں کوئی شرط کے ساتھ نہیں، دلوں کی سچائی کے ساتھ آتا تھا اور کامیابیوں کا پروانہ لے کر دنیا سے رخصت ہوتا تھا۔

ایک انصاری عورت کا عشق رسول:

احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اذیت بھی پہنچی اور کچھ شہید بھی ہوئے۔ مدینہ

منورہ میں یہ وحشت اثر خبر پہنچی تو ایک انصاری عورت نے مجمع کو دیکھا تو بیتابانہ پوچھا کہ حضور ﷺ کیسے ہیں؟ مجمع میں سے کسی نے کہا کہ تمہارے والد شہید ہو گئے، انہوں نے انا للہ پڑھا، اور پھر بے قراری سے حضور ﷺ کی خیریت دریافت کی۔ اتنے میں کسی نے خاوند کی شہادت کی خبر سنائی اور کسی نے بیٹے کی اور کسی نے بھائی کی۔ انصاری عورت نے پوچھا کہ میں کسی اور کا نہیں پوچھ رہی ہوں، مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کہاں اور کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ بفضلہٖ بخیر وعافیت ہیں، صحابیہ ؓ نے کہا ذرا مجھے بتاؤ کس جگہ ہیں؟ لوگوں نے اشارے سے جگہ بتلادی، دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنی آنکھوں کو حضور پرنور ﷺ کی زیارت سے ٹھنڈا کر کے عرض کرنے لگی یا رسول اللہ ﷺ...... **كل مصيبة بعدك جلل** ..... آپ ﷺ کی زیارت اور آپ کو صحیح وسالم دیکھنے کے بعد تو ہر مصیبت ہلکی اور آسان ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد۴ ص ۴۷۔ ابن ہشام ص۹۹۴)

غور فرمائیں ایک عورت کے لئے باپ، شوہر، بھائی، بیٹا ہی تو دنیوی سہارا ہوا کرتے ہیں، مگر قربان جائیں صحابیہ کی اس عظیم اور لافانی محبت پر کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ کے عشق کے سامنے تمام عزیز ترین اشخاص کی محبتیں بھی دب کر رہ گئیں، کیا کوئی عورت اس طرح کی مثال پیش کر سکتی ہے؟ عورت تو درکنار مرد بھی ایسے نمونے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ پر یہ شعر فرمایا ہے!

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

(ماخوذ از: اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آئینی حیثیت)

☆☆☆☆

سیرت سید المرسلین ﷺ کی حیات طیبہ کا مختصر خاکہ

۹ ربیع الاول، ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کے سات روز بعد آپ ﷺ کے دادا نے خانہ کعبہ لے جا کر آپ کا نام محمد ﷺ رکھا۔

سوانح حیات	عمر مبارک	سنہ
حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سپردگی	۱۱یوم	۱۷ربیع الاول
حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے پہلی واپسی	۲سال	۵۷۳ء
حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے آخری واپسی	۶سال	قبل ہجرت ۴۷سال
والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال (مقام ابواء)	۶سال	۵۷۷ء۔۴۷
دادا کا انتقال بعمر ۸۲سال مقام مکہ	۸سال۲ماہ۱۰دن	۵۷۹ء۴۵سال
شام کا پہلا تجارتی سفر	۱۲سال۲ماہ	۵۸۳۔۴۰سال
ملاقات بحیرہ راہب	۱۲سال۲ماہ	۵۸۳ء۔۳۷
جنگ فجار میں شرکت	۱۵سال۷ماہ	جون ۵۶۸ء۔ ۳۷قبل ہجرت
حلف الفضول میں شرکت	۱۵سال۸ماہ	جولائی ۵۸۶ء قبل ہجرت ۳۷سال
شام کا دوسرا تجارتی سفر	۲۵سال (قریباً)	جولائی ۵۹۵ء۲۸
نسطورا راہب سے ملاقات	۲۵سال (قریباً)	جولائی ۵۹۵ء ۲۸قبل ہجرت
پہلا نکاح......زوجیت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	۲۵سال۲ماہ۱۰دن	ستمبر ۵۹۵ء
سیدنا قاسم بن محمد ﷺ کی پیدائش	۲۸سال (قریباً)	جون ۵۹۸۔۲۵ء
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کی پیدائش	۳۰سال (قریباً)	جون ۶۰۰ء۲۰ء

(ب)

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کی پیدائش	۳۳ سال (قریباً) (ب)	۶۰۳ء۔۱۸ سال قبل ہجرت
سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کی پیدائش	۳۴ سال	۶۰۴ء۔۱۸ سال قبل ہجرت
تعمیر کعبہ اور آپ ﷺ کا فیصل ہونا	۳۵ سال	۶۰۵ء۔۱۸ قبل ہجرت
تعمیر کعبہ اور آپ ﷺ کا فیصل ہونا	۳۵ سال	۶۰۵ء ، ۱۸ قبل ہجرت
سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کی پیدائش	۳۵ سال	۶۰۵ء۔۱۸ سال قبل ہجرت
غار حرا کے شب و روز	۴۰ سال ایک دن	۹ فروری ۶۱۰۔ ۱۲ء ۹ ربیع الاول

طلوع آفتاب سے وفات تک:

آغاز نزول قرآن و بعثت و نبوت	۴۰ سال ۶ ماہ ۱۰ دن	شب جمعہ ۱۸ رمضان المبارک بعثت ۱ء ۱۴ قبل ہجرت اگست ۶۱۰ء
انقلابی دعوت کے اعلانیہ پروگرام کا آغاز	۴۳ سال ۶ ماہ	قبل ہجرت ۹ سال
شعب ابی طالب میں نظر بندی	۴۶ سال ۲ ماہ	قبل ہجرت ۶ قریباً (ب) ۶۱۶
ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رحلت	۴۹ سال ۶ ماہ قریباً	قبل ہجرت ۳ (ب) ۶۱۹ء
ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	۴۹ سال ۶ ماہ	قبل ہجرت ۳ سال قریباً (ب) ۶۱۹ء

ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے نکاح	۴۹ سال ۶ ماہ ۲۲ دن فروری ۶۱۹ء	قبل ہجرت ۳ سال
دعوت اسلام کے لیے طائف کا سفر	۴۹ سال ۷ ماہ قریباً (ب) ۶۱۹ء	قبل ہجرت ۳ سال
قبائل میں تبلیغ اسلام	۴۹ سال ۷ ماہ دن مارچ ۶۱۹ء	قبل ہجرت ۳ سال
اسراء معراج	۵۰ سال (ق ر ب) ستمبر ۶۱۹ء	قبل ہجرت ۲ سال
نماز پنجگانہ کی فرضیت	۵۰ سال ۴ ماہ ۱۹ دن ۸ مارچ ۶۲۰ء	قبل ہجرت ۲ سال
ہجرت مکہ سے غار ثور	۵۲ سال ۱۱ ماہ ۱۹ دن ۱۰ ستمبر ۶۲۲ء شب جمعہ ۲۷ صفر	۱۳ بعثت
ہجرت غار ثور سے مدینہ منورہ کو	۵۲ سال ۱۱ ماہ ۲۳ دن ۱۳ ستمبر ۶۲۲ء	۱۳ بعثت
مدینہ منورہ میں ورود مسعود	۵۳ سال ۴ دن ۶۲۲ء	سنہ ۱ھ
مسجد نبوی کی تاسیس	۵۳ سال ۱ ماہ قریباً اکتوبر ۶۲۲ء	سنہ ۱ھ
مدینہ کے یہودیوں سے معاہدہ	۵۳ سال ۴ ماہ (ق ر ب) دسمبر، جنوری ۲۳-۶۲۲ء	ربیع ثانی ۱ھ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی	۵۳ سال ۷ ماہ (ق شوال ۱ھ رب) اپریل ۶۲۳ء
غزوہ بدر	۵۴ سال ۶ ماہ ۹ ۲ھ دن ۸ تا ۱۳ مارچ
زکوٰۃ، الفطر اور نماز عید	۵۴ سال ۷، ۸ (ق شوال ۲ھ مارچ، اپریل ۶۲۴ء
زکوٰۃ کی فرضیت	۵۴ سال ۷، ۸ شوال ۲ھ مارچ، اپریل ۶۲۴ء
ازدواج حضرت علی رضی اللہ عنہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	۵۴ سال ۷، ۸ ماہ شوال ۲ھ مارچ ۶۲۴ء
ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	۵۵ سال ۶ ماہ ۲۸ جمادی الاخر دن مارچ ۶۲۵
غزوہ احد	۵۵ سال ۶ ماہ ۲۸ جمادی الاخر دن مارچ ۶۲۵
غزوہ حمراء الاسد	۵۵ سال ۷ ماہ ۲۳ جمادی الاخر مارچ ۶۲۵ء
ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ سے نکاح	۵۵ سال ۷ تا ۱۰ ماہ جمادی الاخر مئی ۶۲۵ء
حرمت شراب کا قطعی حکم	۵۶ سال (ق ر صفر ۴ھ ب) ستمبر ۶۲۵
غزوہ ذات الرقاع	۵۶ سال (۳ ماہ) صفر ۴ھ اکتوبر، نومبر ۶۲۵ء
ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	۲۵ سال ۷، ۸ ماہ صفر ۴ھ کے مابین مارچ ۶۲۶ء

نزول حجاب	۵۶ سال ۷ ماہ ۳۳ دن، مارچ ۶۲۸ء	یکم ذیعقد ۴ھ
غزوۂ احزاب یا خندق	۵۷ سال ۸ ماہ ۳۱ مارچ ۶۲۸ء	یکم ذی قعد ۴ھ
ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	۵۸ سال ۱۰ ماہ ۲۲ دن مئی جون ۶۲۸ء	یکم محرم ۷ھ
صلح حدیبیہ اور حضور ﷺ کا عمرۃ القضاء	۵۹ سال ۸، ۹ ماہ مارچ ۶۲۹ء	ذیقعد محرم ۷ھ
ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	۵۹ سال ۸، ۹ ماہ مارچ ۶۲۹ء	ذیعقد محرم ۷ھ
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	۵۹ سال ۱۱ ماہ ۲۲ دن جون ۶۲۹ء	صفر ۸ھ
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	۵۹ سال ۱۱ ماہ ۲۲ دن جون ۶۲۹ء	صفر ۸ھ
غزوہ موتہ	۶۰ سال ۲ ماہ ۲۲ دن اگست سمبر ۶۲۹ء	صفر ۸ھ
غزوہ فتح مکہ، غزوہ الفتح الاعظم	۶۰ سال ۶ ماہ ۲ دن یکم جنوری ۶۳۰ رمضان المبارک	صفر ۸ھ
غزوہ حنین اوطایا ہوازن	۶۰ سال ۷ ماہ ۲۳، ۲۴ دن جنوری فروری ۶۳۰ء	شوال ۸ھ
سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی پیدائش	۶۱ سال ۲ ماہ ستمبر ۶۳۰ء	۹ھ

غزوہ تبوک حضور ﷺ کا آخری اور عظیم الشان غزوہ	۶۱ سال ۴ ماہ ۲۲ دن اکتوبر نومبر ۶۳۰ء	رجب ۹ھ
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حج اور حج اکبر	۶۱ سال ۸ ماہ ۲۲ دن کے مابین فروری مارچ ۶۳۱ء	رجب ۹ھ
فرضیت حج	۶۱ سال ۹ ماہ اپریل ۶۳۱ء	رجب ۹ھ
حجۃ الوداع کیلئے مدینہ منورہ سے روانگی	۶۲ سال ۱۰ ماہ ۷ دن ۱۱ اپریل ۶۳۲ء	ذیقعد ۱۰ھ
حیات مبارک کا آخری وفد	۶۲ سال ۱۱ ماہ ۲۱ دن ۶۳۲	۱۵ محرم ۱۱ھ
الف۔ آغاز مرض	۶۲ سال ۱۱ ماہ ۲۱ جون ۶۳۲ء	۲۹ صفر ۱۱ھ
ب۔ رحلت سے ۸ یوم قبل	۶۳ سال ۳ جون ۶۳۲ء	۴ ربیع الاول ۱۱ھ
ج۔ رحلت سے ۷ یوم قبل	۶۳ سال ایک دن ۴ جون ۶۳۲	۵ ربیع الاول ۱۱ھ
ہ۔ رحلت سے دو یا تین چار دن قبل	۶۳ سال تین یا چار دن ۶، ۷ جون ۶۳۲ء	۸ ربیع الاول ۱۱ھ
ر۔ حیات اقدس کے خری لمحات، وفات	۶۳ سال ۴ دن ۹ جون ۶۳۲ء	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ
تجہیز وتکفین		
وفات سے ۳۲ گھنٹہ بعد	۹، ۱۰ جون ۶۳۲ء	۱۴ ربیع الاول

(ماخوذ از: پیغمبر اسلام ﷺ کا مختصر تعارف)

☆☆☆☆


خلفائے راشدین
جانشین پیغمبر
حسنین کریمین
مناظرے مباحثے
عائشہ صدیقہ
فاروق اعظم
صدیق اکبر
نایاب موتی
اولاد رسول
کا مختصر تعارف
انوار الصحابہ و صحابیات